نقوش حیات

حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ

یعنی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا (خلیفہ وخادم خاص حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ) بانی ومہتمم معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا زامبیا کے حالات، تعلیم وتربیت کے واقعات، ان کی زندگی کے تابندہ نقوش اوران کے دینی وعلمی کارناموں کے متعلق علماء امت کے تأثرات کاایک حسین تذکرہ اورجامع تاریخی دستاویز۔

مرتب

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی..........................(۳۱)

نام کتاب: نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ

مرتب: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۲۸۸/

تعداد: ۳۰۰۰/ قیمت: Rs.200=

باہتمام: حافظ عبدالستار عزیزی

سن اشاعت.............. ۲۰۱۳ء م ۱۴۳۴ھ

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور 247129 یوپی (انڈیا)

ملنے کے پتے

کتب خانہ یحیوی، متصل مظاہر علوم سہارنپور، یوپی ❁ مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzaffarabad, Saharanpur,U.P,India

E-mail: masood_azizinadwi@yahoo.co.in Mob. 09719831058

❁ لندن میں: **Azhar Academy Ltd**

54-68 Little Ilford Lane, Manor Park. London E12 5QA (UK)

Tel: (+44) 2089119797 Fax:(+44) 2089118999

Email:sales@azharacademy.com www.azharacademy.com

❁ کناڈا میں:

Maulana Zakariya Patel 128 - Aldwych Ave,

Toronto Ont,Canada M4J-1X6,

Ph: ***00164-78247861***, **Email:** mzakariyap@gmail.com

❁ زامبیامیں:

Mahadur Rasheed-Al-Islami, P.Box. 510093 Chipata, Zambia

Ph: ***00260-965743743*** Email: ahlanclub@yahoo.co.uk

اجمالی فہرست

عرض مرتب: محمد مسعود عزیزی ندوی

پیش لفظ: حضرت مولانا محمد یوسف متالا

مقدمہ: حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

تعارف مرتب: مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

پہلا باب: حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی زندگی کے تابندہ نقوش

نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا — محمد مسعود عزیزی ندوی

رمضان میں حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی خانقاہ میں تین دن — محمد مسعود عزیزی ندوی

دوسرا باب: اکابرین کے تاثرات

مولانا عبدالرحیم متالا کا دینی جذبہ اور تربیت دینی کا ذوق قابل رشک تھا — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مولانا عبدالرحیم متالا امام بھی تھے اور پیر بھی — حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی

عالم ومحدث حضرت مولانا متالا اللہ کے حضور میں — حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا ایک بابرکت اور باتوفیق شخصیت — حضرت مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

عالم ربانی مولانا عبدالرحیم متالا کا سانحہ ارتحال — حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

تیسرا باب: معاصرین ورفقاء کے احساسات

میرے بھائی جان کا حادثہ — مولانا محمد یوسف متالا

آہ! میرے محسن وہمدرد — مولانا اسماعیل بدات

حسین یادوں کے نقوش — مولانا محمد دھودھات فلاحی

چوتھا باب: خود نوشت حالات

آئینۂ خود — از: مولانا عبدالرحیم متالا

مولانا یوسف متالا کے نام ایک یادگار خط — مولانا عبدالرحیم متالا

پانچواں باب: اہل معہد واعزہ کے افکار وخیالات

مولانا عبدالرحیم متالا اور معہد الرشید چپاٹا — اساتذہ معہد الرشید الاسلامی

اب نہ راہوں کا پتہ ہے اور نہ منزل کی خبر — مولانا عبدالرشید متالا

حضرت اباجان مولانا عبدالرحیم متالا — مولانا محمد زکریا پٹیل

عمر بھر حسن عمل تیرا بھلا سکتے نہیں — محترمہ زبیدہ خدیجی

چھٹا باب: عقیدتمندوں اور نیازمندوں کے جذبات ونظریات

بقیۃ السلف مولانا عبدالرحیم متالا — مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

آہ! قطب افریقہ! محدث عصر محبوب العارفین — مولانا محمد عابد ندوی

مولانا عبدالرحیم متالا ایک صاحب کشف سچے داعی تھے — مولانا محمد طاہر قاسمی

ایک عارف باللہ کے ساتھ بیتے ہوئے چند روز — مولانا عبدالواجد ندوی

سلف کی یادگار مولانا عبدالرحیم متالا — مولانا مفتی محمد ساجد ندوی

مولانا عبدالرحیم متالا ایک روحانی شخصیت — مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

آہ! ایک شخص وہ بھی تھا — مولانا سید محمد ریاض ندوی

ساتواں باب: علمی کارنامہ

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کا ایک زبردست علمی کارنامہ — محمد مسعود عزیزی ندوی

آٹھواں باب: علماء کرام کے تعزیتی خطوط

تعزیتی خطوط — محمد مسعود عزیزی ندوی

تفصیلی فہرست

عرض مرتب: محمد مسعود عزیزی ندوی ۲۱

پیش لفظ: حضرت مولانا یوسف متالا ۲۲

مقدمہ: حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری ۲۵

تعارف مرتب: مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ۲۸

پہلا باب

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی زندگی کے تابندہ نقوش

سرزمین کفرستان پر ایک شمع فروزاں ۳۴

حضرت شیخ کے یہاں آپ کا مقام .... //

سلوک وطریقت کی تکمیل ۳۵

زامبیا میں دین کی شمع روشن کرنے کا حکم .... //

مولانا نے اپنی اعلی علمی صلاحیت چیپاٹا کے جھاڑ جھنکار صاف کرنے میں لگادی . ۳۶

مولانا کے ادارے کا افریقہ میں فیض .... //

مولانا کی پیدائش اور آبائی وطن وخاندانی حالات ۳۷

مولانا سے تعارف وملاقات ۳۹

مولانا کی توجہات اور عنایتیں ۴۰

مولانا کی خصوصی شفقتیں ۴۱

مولانا کی بعض اہم خصوصیات ۴۲

اہل مدارس کا تعاون .... //

اہل دنیا سے مستغنی اور معمولات کے پابند ۴۳

اپنے معہد کو للہ سے چلایا .... //

وہ اللہ کے ولی اور سرزمین افریقہ کے امام تھے ۴۴

باقیات صالحات .... //

آپ کی وفات ۴۵

رمضان کے مقدس ایام میں حضرت مولانا کی خانقاہ خلیلیہ میں

معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا میں ۴۶

خانقاہ خلیلیہ کے معمولات ۴۷

حضرت کی بعض خصوصیات ۴۸

زامبیا کے باشندے ۴۹

حضرت کی شفقت اور عطا .... //

دوسرا باب

اکابرین کے تاثرات

مولانا عبدالرحیم متالا کا دینی جذبہ اور تربیت دینی کا ذوق قابل رشک تھا

ایک اہم شخصیت سے محرومی ۵۲

قیمتی علمی سوغات .... //

مولانا نے علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو جمع کرلیا تھا ۵۳

مولانا یوسف متالا نے بھی ان کا طرز اختیار کیا .... //

وہ اپنے دار العلوم کے لئے کئی بار دعوت دے چکے تھے .... //

انہوں نے ہمارے وطن آنے کا بھی ارادہ کیا تھا ۵۴

مولانا عبدالرحیم متالا امام بھی تھے اور پیر بھی

مولانا عبدالرحیم صاحب سوال وجواب کے آئینے میں ۵۵

عالم ومحدث حضرت مولانا عبدالرحیم متالا اللہ کے حضور میں ۵۷

مولانا عبدالرحیم متالا ایک بابرکت اور باتوفیق شخصیت

مولانا بڑے مشائخ میں سے تھے ۶۱

حضرت شیخ کا اعتماد .... //

حضرت شیخ کی توجہات ۶۲

حضرت شیخ کے محبوب ان کو بھی محبوب تھے ۶۳

وہ ہم لوگوں سے ملاقات کے لئے بھی آئے .... //

ان کی تکیہ آنے کی خواہش .... //

مولانا حضرت شیخ کی متعدد خصوصیات کے حامل ہوگئے ۶۴

عالم ربانی مولانا عبدالرحیم متالا کا سانحہ ارتحال

مولانا کی وفات کی خبر ۶۵

مولانا سے میرے تعلقات ۴۵/سال سے تھے .... //

حضرت شیخ کے یہاں مولانا کا خاص مقام ۶۶

مولانا کے گاؤں میں متعدد بار حاضری .... //

مولانا ہمارے وعظ وتقریر کا انتظام کرتے .... //

مولانا کا ایک رسالہ حقیقت شکر ۶۷

رسالے کے مقدمے میں مولانا کا تعارف .... //

مولانا کے ساتھ مصر میں قیام ۶۸

حضرت شیخ کے یہاں ہم لوگوں کے لئے دعاؤں کا اہتمام .... //

مولانا کے یہاں بچے کی ولادت اور حضرت شیخ کی خوشی ۶۸

مولانا کے ذکر میں کشش اور جاذبیت .... //

تین عاشقوں کا معشوق .... //

مولانا کے بھائی مولانا یوسف متالا ۷۰

مولانا عبدالرحیم زامبیا تشریف لے گئے .... //

مولانا کا فیض کناڈا میں بھی تھا .... //

مولانا کی دعائیں اور فون پر گفتگو ۷۱

اللہ تعالی ان کے علمی ودینی سلسلہ کو باقی رکھے .... //

تیسرا اباب

معاصرین ورفقاء کے احساسات

میرے بھائی جان کا حادثہ

وفات سے قبل کے حالات ۷۴

پیدائش اور وفات .... //

انوکھا واقعہ ۷۵

بزرگوں کے وصال کے احوال پر کتاب .... //

ایک بزرگ کی وفات کا واقعہ .... //

آہ! میرے محسن وھمدرد

مولانا عبدالرحیم میرے بچپن کے ساتھی ۷۶

حضرت شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی تقریب .... //

حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور حاضری ۷۷

مولانا عبدالرحیم کی شیخ سے تعلق کی تقریب ۷۸
مولانا نے حضرت شیخ کے خطوط کا چارج سنبھالا ۷۹
عبدالرحیم تم سب میں اچھا جارہا ہے .... //
مولانا مجھے بہت چاہتے تھے .... //
میرا یہاں کوئی ہم مزاج نہیں ۸۰
مولانا نے اخیر میں چاہا کہ میرا حرمین کا قیام ہوجائے .... //
مولانا اکثر دعاؤں کیلئے فون کرتے رہتے تھے ۸۱
انتقال کے بعد بارہا خواب میں زیارت ہوئی .... //

حسین یادوں کے نقوش

گجرات کے آسمان پر روحانی آفتاب و ماہتاب بن کر چمکنے والے ۸۳
حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری اور مولانا عبدالرحیم کا ذکر سکھلانا .... //
مولانا کے وطن میں مجلس ذکر میں حاضر ہونا ۸۴
اگر افریقہ میں دل نہ لگے تو بے تکلف خبر کردینا .... //

چوتھا باب

خود نوشت حالات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا

نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عزم ۸۷
استخارہ اور خواب میں زیارت ۸۸
سہارنپور حاضری .... //
حضرت سے بیعت کا فیصلہ .... //
ذکر بالجہر ۸۹
دوسری مرتبہ حاضری اور خدمت کا شرف ۹۰

تم تو علامہ ہو .... //
ڈاک لکھنے کی ابتداء .... //
سال بھر کے قیام کا عزم ۹۱
حضرت کی شفقتیں ۹۲
اصلاح وتربیت ۹۳
مدرسہ کا ناظم مالیات نہ بننا .... //
مدرسہ کے حمام کی لکڑیوں کی قیمت ۹۴
لونڈا کام کا تھا وہی چلدیا .... //
بزرگوں کا وجود سد سکندری ہے ۹۵
حضرت کی نظام الدین تشریف آوری .... //
بھائی تو ہم سے تو گیا ۹۶
نکاح پر عطیہ اور ولیمہ ۹۷
اہلیہ پر حضرت کی شفقتیں .... //
ایک دن جمعہ کی نماز میں تاخیر اور حضرت کی ناراضگی ۹۸
حضرت کا ڈاک کے سلسلے میں اعتماد ۱۰۰
حضرت کے ساتھ اسفار .... //
بذل کی طباعت کے سلسلہ میں ۱۴؍ماہ کا قاہرہ میں قیام ۱۰۱
حج کے سلسلہ میں حضرت کی دعاء اور اس کی قبولیت .... //
قاہرہ میں بچہ کی ولادت اور حضرت کی خوشی ۱۰۲
اوجز کی طباعت میں روحانی شرکت ۱۰۳
مصر کے بعض مشائخ سے ملاقات اور ان کا بذل سے متعلق تأثر ۱۰۴

لامع کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ میں چھ ماہ کا قیام ۱۰۵
اوجز کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ میں دو ماہ کا قیام اور حضرت کی خوشی .... //
اللہ معکم اللہ معکم ۱۰۶
کسی سے ملنے کو جی نہیں چاہتا ۱۰۷
اپنے بڑوں سے مستغنی نہیں ہونا چاہیے ۱۰۸
حضرت شیخ پر تخلیہ کا غلبہ .... //
حضرت شیخ کا حب جاہ وحب مال سے احتراز ۱۰۹
دینی کاموں میں حرج کی وجہ سے اپنی جائیداد چھوڑ دی ۱۱۰
حضرت شیخ کے ابتدائی احوال .... //
اپنے خادموں کو بھی اہل مال سے بچاتے ۱۱۱
حب جاہ اپنے لئے نہ خدام کے لئے پسند تھی .... //
حضرت کی اہل تعلق کو دعائیں ۱۱۲
حضرت کا زامبیا میں مدرسہ کھولنے کا مشورہ ۱۱۳
آدمی کو دین کا کام کرنا چاہیے .... //
حضرت کا سب سے پہلا چندہ ۱۱۴
چیپاٹا میں ادارہ کے لئے جگہ کا انتخاب .... //
دوسری جگہ کا انتخاب اور اس کی خرید ۱۱۵
جگہ ملنے کے بعد حضرت شیخ کی زامبیا آمد ۱۱۶
مدرسہ میں تعلیم کی بسم اللہ ۱۱۷
حضرت کی حجاز واپسی براہ لندن اور احقر کی ہمرکابی ۱۱۸
واپس آکر معہد میں باقاعدہ تعلیمی سلسلہ .... //

تعلیمی ترقی ۱۱۹
مبشرات ۱۲۰

ایک یادگار خط بنام مولانا یوسف متالا

دولت خانہ کی مبارک باد ۱۲۳
معہد الرشید کی کارکردگی کی روداد ۱۲۴
ایک سیاہ فام بچے کے گھریلو حالات .... //
آپ حضرات کی دعاؤں کی ضرورت ۱۲۵
حضرت شیخ کی یاد .... //
معہد میں دار الاقامہ کے قیام کی خوشخبری ۱۲۶
جدہ اور سہارنپور کے سفر کا پروگرام .... //

پانچواں باب

اہل معہد واعزہ کے افکار وخیالات

مولانا عبدالرحیم متالا اور معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ ۱۲۸
معہد الرشید الاسلامی کا قیام اور اس کا مختصر پس منظر ۱۲۹
حضرتؒ کی زامبیا آمد کے وقت زامبیا اور اسکے اطراف کے دینی حالات ۱۳۰
معہد الرشید الاسلامی کی تعلیمی ودعوتی سرگرمیاں ۱۳۳
معہد الرشید الاسلامی میں تبلیغی اجتماعات ۱۳۵
حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دعوت وتبلیغ .... //
حضرتؒ کی وفات، معہد الرشید اور پوری امت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم سانحہ ۱۳۶

اب نہ راہوں کا پتہ ہے اور نہ منزل کی خبر

آپ سے معذرت خواں ہوں ۱۳۸

اباجان کے بعد طبیعت کسی چیز میں نہیں لگتی .... //

اباجان تو ایسے تھے ۱۴۰

اباجان کے معمولات .... //

اباجان کو اپنے حضرت کے ساتھ کس قدر تعلق تھا ۱۴۱

مولانا عبدالرحیم صاحب القرآن وصاحب السنۃ تھے .... //

حضرت اباجی اکابر علماء دیوبند کے عاشق زار تھے ۱۴۲

اللہ تعالیٰ اہل معہد کو قبول فرمائے .... //

اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمائیں ۱۴۳

اللہ تعالیٰ حضرت چچا جان کی عمر میں برکت عطا فرمائے .... //

اباجان کی یاد بہت آتی ہے ۱۴۴

حضرت اباجان (مولانا عبدالرحیم متالا)

حضرت شیخ کے محبت ناموں کی روشنی میں

حضرت اباجان کے بارے میں کیا لکھوں ۱۴۵

ان دونوں بھائیوں کو پلایا گیا ہے .... //

تجھ سے روحانی راحت ملتی ہے ۱۴۶

ان کی دعائیں جامع ہوں گی .... //

عزیز عبدالرحیم میرے لئے اولاد سے بڑھ کر ہیں ۱۴۸

تمہاری مسلسل بیماری نے بہت ہی دق کر دیا ۱۴۹

تمہارے رشتہ دار میرے بھی رشتہ دار ہیں .... //

حضرت کی توجہ آج کل آپ ہی کی طرف ہے ۱۵۰

مجھے تم سے ملاقات کا اشتیاق تم سے زیادہ ہے ۱۵۱

مدرسہ اور دارالطلبہ کی تعمیر کیلئے جدوجہد ضرور شروع کریں .... //

تمہارا تفکر رنگ لائے گا ۱۵۲

عمر بھر حسن عمل تیرا بھلا سکتے نہیں

ایک مخلص ترین رہنما اور مشفق باپ سے ہم محروم ہو گئے ۱۵۳

حضرت ایک نادر معلم و مربی اور پیر طریقت تھے .... //

جب کوئی ضرورت پیش آئے تو بلا جھجک بتلانا ۱۵۴

حضرت کے کردار و گفتار میں حد درجہ ہم آہنگی تھی .... //

حضرت اصول پسند، شرع کے پابند اور حد درجہ محتاط تھے ۱۵۵

حضرت بچیوں کی تعلیم و تربیت کی بھی فکر رکھتے تھے ۱۵۶

انجمن اصلاح البنات کے افتتاحی پروگرام پر حضرت کی املا کرائی گئی ایک یادگار تحریر //

طالبات کے نصاب کے سلسلہ میں حضرت کی فکر مندی ۱۵۸

حضرت کی توجہات اور نوازشیں .... //

چٹھا باب

عقیدتمندوں اور نیاز مندوں کے جذبات و نظریات

بقیۃ السلف مولانا عبدالرحیم متالا

اللہ نے مولانا کے ذریعہ خلق کثیر کو بڑا نفع پہنچایا ۱۶۱

حضرت مولانا رابع صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے .... //

مولانا حضرت کے شیخ کے محبوب بھی تھے اور معتمد بھی ۱۶۲

حضرت شیخ کی خصوصی توجہات اور دعائیں .... //

مولانا کوحضرت سید احمد شہید اور مولانا ابوالحسن علی ندوی سے بڑا تعلق تھا.... ۱۶۳

آہ! قطب افریقہ محبوب العارفین

مولانا سے تعارف وملاقات ۱۶۴
معہد الرشید چیپاٹا زامبیا میں حاضری ۱۶۵
حضرت مولانا متالا کی جائے پیدائش ۱۶۷
ابتدائی تعلیم وتربیت .... //
حضرت شیخ کا تعلق خاطر، بذل المجہود اور اوجز کی طباعت کیلئے مصر بھیجنا.... ۱۶۸
اجازت بیعت وخلافت کا حصول ۱۷۰
زامبیا میں ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کی تحریک اور اسکے لئے ایک خطیر رقم کا چندہ //
جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر میں حضرت شیخ کا ماہ مبارک میں اعتکاف..... ۱۷۱
چیپاٹا زامبیا کا سفر اور طلبہ معہد الرشید کی تعلیم کی بسم اللہ اور باقاعدہ مدرسہ کا افتتاح..... ۱۷۲
معہد الرشید کی تعلیمی ترقی اور حضرت کی جہد مسلسل ۱۷۳
معہد الرشید الاسلامی کی موجودہ تعلیمی ودعوتی سرگرمیاں اور کرامت حضرت متالا کا ظہور ۱۷۴
حضرت متالا کی خانقاہ کے معمولات اور ان کے روحانی ودعوتی خطاب..... ۱۷۶
حضرت متالا کی تدریس اور تعلیم وتربیت کا نرالا انداز تھا ۱۷۸
حضرت متالا کا ذوق تصنیف وتالیف ۱۷۹
بخاری شریف کی اردو شرح اور افادات شیخ کی بنام "سراج القاری لحل صحیح البخاری" تالیف وطباعت ۱۸۰
حضرت متالا کی ملت اسلامیہ کے بارے میں فکر وتشویش خصوصاً مسلمانان ہند کے بارے میں فکرمندی ۱۸۱
حضرت متالا کی جود وسخاوت ۱۸۴
ادارہ کے مالیات کے سلسلہ میں بیحد احتیاط ۱۸۶
طلبہ پر شفقت اور ان سے بے پناہ محبت ۱۸۸

8

ذوق عبادت اور معمولات کی سخت پابندی ۱۸۹
آپ کی حیات مبارک کی آخری ملاقات وزیارت اور آخری یادگار باتیں . ۱۹۰

مولانا متالا ایک صاحب کشف مخلص اور سچے داعی تھے

اللہ بے سہارا لوگوں کو بے سہارگی کا صلہ دیا کرتے ہیں ۱۹۶
طبیعت میں انتہائی شرافت ونجابت تھی .... //
حضرت شیخ کو مولانا سے روحانی راحت ملتی تھی ۱۹۷
جہاں آپ نے کام کیا وہ جگہ ابھی بھی ہندوستان سے سو سال پیچھے ہے ۱۹۸
میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی .... //
معہد الرشید دین اسلام کا زبردست قلعہ ہے ۱۹۹
یہاں کے سیاہ فام طلبہ مناسب استعداد کے حامل ہیں ۲۰۰
معہد اور اس کے مؤسس کے تذکرے کے بغیر زامبیا کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی . //
آپ صاحب کشف وکرامت تھے ۲۰۱
آپ کے لئے صدقہ جاریہ .... //

ایک عارف باللہ کے ساتھ بیتے ہوئے چند روز

عبقری شخصیت ۲۰۳
ایک عالم باعمل وتواضع وانکساری کے پیکر ۲۰۴
بعض اہم خصوصیات ۲۰۵
ایسی شخصیت ہر جگہ اور ہر وقت نہیں پیدا ہوتی ۲۰۶
آپ کی ثبات قدمی .... //
بلالی قوم کے ساتھ ربط وتعلق ۲۰۷
اخلاق حمیدہ .... //

مہمانانِ رسولؐ کے ساتھ انتہائی شفقت و پیار کا برتاؤ ۲۰۸

خدام دین کے ساتھ عمدہ برتاؤ ۲۰۹

مہمان نوازی اور خبر گیری .... //

علماء کرام کا احترام اور ان کی تعظیم .... //

اکابر کے ساتھ تعلق و محبت ۲۱۰

حضرت کی محبت ہمارے پورے گھرانے میں ۲۱۱

بعد عشاء صلوۃ وسلام کے وظیفہ کا معمول .... //

رمضان المبارک میں قیام اللیل ۲۱۲

انتظامی امور میں سخت اور ذاتی امور میں انتہائی نرم ۲۱۳

رمضان المبارک میں کثرت تلاوت اور افطار ۲۱۴

اخیر عشرہ کا اعتکاف اور لوگوں کی دنیا بھر سے آمد .... //

آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ۲۱۵

نماز میں خشوع وخضوع اور اعتدال پسندی ۲۱۶

اولاد کی تربیت اور ان کو قابل بنانا ۲۱۷

شیخ محمد صادق زید مجدہ سے کینیڈا میں حضرت کی ملاقات ۲۱۸

آخری ملاقات ۲۱۹

آخری گفتگو ۲۲۰

حضرت ایک عاشق صفت انسان تھے ۲۲۱

سلف صالحین کی یادگار مولانا عبدالرحیم متالا

آپ کا نام آب زر سے لکھا جائے گا ۲۲۳

مولانا عبدالرحیم ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے ۲۲۴

مولانا کی حدیث شریف سے عشق و وارفتگی ۲۲۵

حضرت مولانا سے تعارف و ملاقات ۲۲۶

وہاں تمہارا قاعدہ پڑھانا بخاری سے کم نہیں ۲۲۷

مولانا بہت زیادہ متواضع اور کم گو تھے ۲۲۸

آج تین عاشقوں کا معشوق آرہا ہے .... //

مولانا عبدالرحیم ایک بھاری بھرکم روحانی شخصیت

بھاری بھرکم شخصیت ۲۳۰

مولانا سے مختصر ملاقات ۲۳۱

انتقال سے قبل فون پر بات .... //

مولانا کا مقام بہت بلند تھا ۲۳۲

مولانا کی زندگی رضائے الٰہی کی خاطر گزری .... //

مولانا کی ایک اہم صفت ۲۳۳

مولانا دنیا سے مستغنی تھے ۲۳۴

آہ! ایک شخص وہ بھی تھا

جو راتوں میں سوتا کم روتا زیادہ تھا ۲۳۵

فروتنی میں اپنی مثال آپ تھا .... //

بچپن سے ہی علماء ربانیین کی راہ پر آپ کو لگایا گیا ۲۳۶

آپ کے اساتذہ اور ان کی شان ۲۳۷

حضرت شیخؒ کی خدمت میں ۲۳۸

حضرت شیخؒ کی طرف سے اعزاز .... //

افریقہ کے سیاہ فام لوگوں کی خدمت پر مامور ۲۳۹

حضرت کے خلفاء میں ایک اعلیٰ مقام ۲۴۰
رات کے راہب دن کے شہسوار .... //

ساتواں باب: علمی کارنامہ

حضرت مولانا عبدالرحیم کا ایک زبردست علمی کارنامہ

حضرت شیخ کی آخری عمر کی درسی تقریر ۲۴۳
مولانا کا تعارف .... //
حضرت شیخ کا اعتماد ۲۴۴
مولانا کا زامبیا کا سفر اور ادارے کی ابتداء ۲۴۵
حضرت شیخ کے درس کی کاپیاں ۲۴۶
سراج القاری کی پہلی جلد .... //
سراج القاری کی بعض خصوصیات ۲۴۷
بعض اہل علم کے تأثرات ۲۴۸
بعض دوسری خصوصیات ۲۵۱
سراج القاری کی دوسری جلد ۲۵۳
سراج القاری کی تیسری جلد ۲۵۵
سراج القاری کی چوتھی جلد ۲۵۶
سراج القاری کی پانچویں جلد ۲۵۷

آٹھواں باب: علماء کرام کے تعزیتی خطوط

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۲۵۹
حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری ۲۶۰
حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی ۲۶۲

حضرت مولانا محمد موسیٰ ماکروڈ ۲۶۳
حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری ۲۶۴
حضرت مولانا مفتی عباس داؤد بسم اللہ ۲۷۰
حضرت مولانا محمود شبیر صاحب ۲۷۱
حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب ۲۷۳
حضرت مولانا محمد ارشد صاحب ۲۷۵
حضرت الحاج عتیق احمد صاحب ۲۷۶
محمد مسعود عزیزی ندوی ۲۷۷
الحاج محمد خالد منیار ۲۷۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اللہ کے ایک مقبول ومحبوب بندے تھے، راقم پر ان کی خاص عنایات وشفقتیں تھیں، اس لئے ان کی وفات پر ان کے حالات زندگی کے سلسلہ میں راقم نے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا جنوری/فروری ۲۰۱۳ء میں خاص نمبر نکالا تھا، جس میں اہل علم حضرات اور اہل تعلق کے مضامین شامل تھے، چونکہ کوئی بھی رسالہ وقتی ہوتا ہے، اس لئے یہ پروگرام بنایا گیا کہ ان مضامین کو الگ سے کتابی شکل میں بھی شائع کیا جائے، تاکہ یہ مضامین مستقل اور دیرپا ہو جائیں اور ان کی افادیت واہمیت بڑھ جائے، چنانچہ اب یہ مضامین کتابی انداز میں حضرت مولانا یوسف متالا مدظلہ العالی کے مشورے سے ''نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا'' کے نام سے شائع کئے جا رہے ہیں، اس پر محدث کبیر حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم نے مقدمہ تحریر فرمایا، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحب نے پیش لفظ تحریر کیا ہے، اللہ تعالی دونوں حضرات کا سایہ تادیر قائم رکھے، اللہ تعالی حضرت مولانا کے صاحبزادگان مولانا عبدالرشید صاحب، مولانا عبدالحلیم صاحب ومولانا عبدالرؤف صاحب اور حضرت کے داماد مولانا زکریا صاحب پٹیل کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان حضرات کی توجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آئی ہے، اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

۱۷/جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
۲۹/اپریل ۲۰۱۳ء بروز پیر

پیش لفظ

نمونہ اسلاف حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ
شیخ الحدیث وبانی دارالعلوم بری، انگلینڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق تعالیٰ شانہ ہمارے خالق ومالک ہیں، وہی محیی اور ممیت ہیں، صفات عالیہ رفیعہ میں بے مثل ہیں، اس کی صفات خاصہ میں کسی درجہ میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ وحدہ لاشریک لہ ہیں۔

اس کا بے حد احسان ہے کہ اس نے مخلوقات کو اپنی صفات کا مظہر بنایا، جسے دیکھ کر ہم اس کو پہچان سکتے ہیں، اس لئے ہمارا کام تو اس کے ہر فیصلہ کو برضاء ورغبت، دل سے قبول کر لینا ہے، اس نے ہم پر ایک احسان مزید یہ فرمایا کہ ہمارا رشتہ اس کی ذات عالی سے جڑا رہے، کبھی نہ ٹوٹے، اس کے لئے اس نے ہر چیز کے لئے اسباب پیدا فرما دئے، تاکہ جہاں کہیں بندہ کو قضاء وقدر کا کوئی فیصلہ، کوئی امر الٰہی اپنی توقع کے خلاف نظر آئے، تو اعتراض کا نشانہ ذات باری تعالیٰ کی طرف جانے کے بجائے اسباب کی طرف جا کر الجھ کر رہ جائے کہ میں ایسا نہ کرتا تو شاید ایسا نہ ہوتا، میں بچ جاتا۔

اگر چہ اسباب کا بھی وہی خالق ہے، اس لئے عبدیت کاملہ یہی ہے کہ ایسے موقع

پر اپنی ناتوانی اور عجز کا شکوہ زیادہ سے زیادہ ایسے الفاظ میں بندہ شاید کرسکتا ہے کہ:

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردئی
بازمی گوئی دامن ترمکن ہوشیار باش

چاروں طرف سے اندرونی وخارجی اسباب جو مالک نے ہمارے لئے رکھ دئے کہ جن سے دامن تر ہونا ہی ہے، مگر پھر بھی یوں ہی کہے جاؤ "رضیت باللہ ربا" کہ الٰہی تیری صفات ربوبیت پر میرا ایمان ہے۔

اس لئے میں پانچ ماہ سے ہروقت یہی کہے جارہاہوں کہ میرے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو تو نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا، اس پر میں خوش ہوں، میرا بھی جب آخری وقت آئے تو الٰہی، دعائے یوسفی ہروقت میری یہی ہے:"رب قد آتیتنی من الملك وعلمتنی من تأویل الاحادیث، فاطر السموات والارض، انت ولیی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین"۔

مگر الٰہی! میں جب میں بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے اسباب کو سوچتا ہوں کہ فلاں فلاں سبب بنائے گئے، تو اسباب کا شکوہ میں کیوں کرتا ہوں؟ بلکہ میرے دل میں ان کی طرف سے احسان مندی ہونی چاہئے، اس لئے الٰہی تو میرے اس تصور کو بدل دے کہ ان کی وجہ سے تو میرے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ علوِ مرتبت ملا، اس المناک، دردناک حادثہ نے پانچ ماہ گزرنے کے باوجود مجھے سابقہ اپنی تمام مصروفیتوں سے یکسو کر چھوڑا ہے۔

کبھی علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی "یادِ رفتگاں" کھولتا ہوں کہ اس میں کہیں میری تسلی کے کلمات مجھے مل جائیں، کبھی "بزرگوں کے وصال کے احوال" کو کھولتا ہوں جو پچیس برس سے میرے تکیہ کے ساتھ رکھی ہوئی ہے، اس میں یہاں سے جانے والوں کے قصے ادھر ادھر سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں اور سب سے

زیادہ جس کو میں نے پڑھا، وہ مفتی تقی عثمانی صاحب کی "نقوشِ رفتگاں" ہے، اس میں بھی مفتی صاحب نے جو اپنے والد ماجد کے اس جہاں سے کوچ کرنے کا حال لکھا ہے، اسے بار بار پڑھا۔

اور اس کتاب میں بھی سب سے زیادہ مکرر، سہ کرر، بار بار جسے پڑھا، وہ مفتی صاحب کے اپنے بھائی جان مولانا محمد زکی کیفی کے جانے پر جوان کے تأثرات ہیں، اسے پڑھ کر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان لکھنے والوں کو اپنی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، اور الٰہی بقیہ میری زندگی کے لمحات ضائع ہونے سے بچ جائے، اور جس طرح تو نے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا، تو میری یہی تجھ سے التجا ہے کہ مجھے بھی انہی کے پاس اپنے وقت پر پہنچا دینا۔

آمین یارب العالمین

۳/رجب ۱۴۳۴ھ — یوسف متالا
۱۴/مئی ۲۰۱۳ء — دارالعلوم بری، انگلینڈ

مقدمہ

محدث کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ

استاد حدیث جامعۃ العین، ابوظہبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس وقت میرے سامنے عزیز گرامی مولانا عبدالرحیم متالا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح (نقوش حیات، مرتبہ مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی) ہے، جس میں علماء وفضلاء کے دلکش ومؤثر مضامین کا گلدستہ سجایا گیا ہے، مولانا محترم کی ذات بہت ہی دل آویز اور پرکشش تھی، بلا شبہ اس میں ان کی فطری خداداد صلاحیت کے علاوہ ہمارے شیخ واستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی وہ خصوصی نظر تھی جس نے ان کو کیمیا بنا دیا تھا، ان کو دیکھ کر کبھی کبھی معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے کوئی فرشتہ نازل ہوا ہے، اور زمین پر بے تکلف چل پھر رہا ہے، مزاج نہایت شگفتہ، آنکھوں میں چمک، باتوں میں معصومیت، ان کی صورت عشق ومحبت سے لبریز تھی، جو ہر محفل میں ایک خاص شان رکھتے تھے، بلا شبہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی خانقاہ جہاں سے اس دور اخیر میں عشق کا سودا بکا کرتا تھا طالبان عشق ومحبت کا مرکز وملجا بنی ہوئی تھی، جن کا درس حدیث عشق نبویؐ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوتا تھا، جس کیف وگداز سے پڑھاتے تھے وہ ناقابل بیان ہے، جس کی کسی نے اس

طرح تصویر کشی کی ہے:

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں لیے ہوئے

ادب ووقار کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی کہ ایسا معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف فرما ہیں:

بادِ صبا آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

جن علماء وفضلاء کو اس درس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی ہے، وہی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں، محترم مولانا عبدالرحیم متالاؒ کو بھی یہ سعادت حاصل رہی ہے، پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی کی طرف سے اشخاص وافراد کی تربیت اور ان کو ان کے صحیح مقام پر لگانے کا جو سلیقہ حاصل تھا، بلا ریب وہ القائے ربانی تھا، امت میں خاص خاص علماء کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے، حضرت شیخ نے اپنے خلفاء اور شاگردوں کے لیے زندگی گزارنے کا پورا نقشہ تیار کرایا تھا، محترم مولانا عبدالرحیم صاحبؒ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو امیدیں قائم فرمائی تھیں کہ ان کے ذریعہ براعظم افریقہ اور بیرونی ممالک میں ذکر وشغل کا سلسلہ پھیلتا رہے گا اور حدیث شریف کی نشر واشاعت ہوتی رہے گی، اس لئے ان کو افریقہ میں چپاٹا کے مقام پر "معہد الرشید" قائم کرنے کی توفیق ہوئی اور یہ بڑے شرف اور غایت شفقت کی بات ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری حیات میں وہاں کا سفر فرمایا تا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کے کاموں کو تقویت ملے اور ان کا علمی وخانقاہی سلسلہ زیادہ سے زیادہ بارآور ہو، بلا شبہ حضرت شیخ کا معہد الرشید کا سفر مولانا عبدالرحیم صاحب کے لیے سعادت عظمی کی بات ہے، حضرت کے علمی کاموں میں بذل المجہود

کی طباعت میں وہ ہمارے ساتھ مصر کے سفر میں برابر کے شریک رہے ہیں اور حضرت شیخ کی دعاؤں سے ہم سب مالا مال ہوتے رہے، اور ادھر اخیر میں انہوں نے تقریر بخاری پر جو کام شروع کرایا، وہ بھی ان کے لیے بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہے، چونکہ اس کتاب میں اس ناچیز کا مقالہ بھی آرہا ہے، اس لیے اسی مختصر تحریر پر پورے غم اور حزن کے ساتھ اکتفاء کررہا ہوں، اللہ تعالی ان کے فیض کو قائم ودائم رکھے، اور اس کتاب کو ان کے متوسلین اور دوستوں کے لیے بہترین تحفہ بنائے جس سے وہ ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں، اور مولانا مرحوم کے لیے ایصال ثواب کریں:

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

والسلام

۲۶/جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ — تقی الدین ندوی مظاہری
بانی جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ

تعارف مرتب کتاب

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

نائب مدیر پندرہ روزہ ''تعمیر حیات''، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین ونحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

تعلیم وتلقین، تصنیف وتحقیق، تبلیغ اور تربیت وتزکیہ یہ سب دین کی خدمت کے وہ اسباب وذرائع ہیں، جن سے انسان لازم سے متعدی ہوجاتا ہے، اور اس کا علم نافع بن کر سامنے آتا ہے، امت کے بعض حضرات ان سب کو جمع کرکے دین کی اشاعت کا کام کررہے ہیں، اور بعض الگ الگ شعبوں میں اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں، برادر عزیز مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ اپنے زمانہ طالب علمی سے ان تمام شعبوں میں قدم رکھنے کا جذبہ وحوصلہ رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری قدس سرہ کی سرپرستی حاصل کی اور ان کے مشورہ سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن حسنی ندوی قدس سرہ کی خدمت میں آکر ان کے وطن کے مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی میں ایک سال گزارا، اور پھر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ منتقل ہوگئے، محنت سے تعلیم حاصل کی، اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے، تحریری وتقریری پروگراموں میں حصہ لیا، اور اسی زمانہ سے کتابیں بھی تصنیف کرنے لگے۔

جس کتاب سے ان کوشہرت ملی، وہ ''حیات عبدالرشید'' خودانہی کے شیخ ومربی کی سوانح حیات تھی، پھراور بھی کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں، اور چند سال ایسے بھی گزارے، جن میں لکھنے لکھانے کا سلسلہ موقوف کردیا، اس لیے کہ ان کے شیخ ثانی اور مربی مفکراسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ نے ان کوان ایام واعوام میں سلسلہ تحریر موقوف رکھنے کی تاکید فرمائی تھی، اس سے پہلے اگر چہ ان کے شیخ اول حضرت شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری ان کے تقریر کرنے پر پابندی لگا چکے تھے کہ ابھی تمہاری باتیں کھیل تماشہ ہونگی، بعد میں جب اللہ تاثیر پیدا فرمادے گا پھر ہر بات اہم ہوگی، اب اپنے شیخ ثالث حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے مشورہ سے ان کی سرپرستی میں تقریر وتحریر شروع کردی ہے، کچھ عرصہ سے نوجوانوں کے سامنے ایک اصلاحی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں نوجوان شریک ہوتے ہیں، تقریروں کی اہمیت کے پیش نظر ان کے چاہنے والوں نے ان تقریروں کوقلم بند کرلیا، اس طرح ایک کتاب ''افکاردل'' کے نام سے سامنے آ گئی، کچھ روز قبل حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی نے ان سے ''تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری'' نامی کتاب تحریر کرائی ہے، جو بہت مقبول ہوئی، ابھی انہوں نے اپنی ادارت میں نکلنے والے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا خصوصی نمبر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کی یاد میں نکالا تھا، جس میں اکابرین اہل علم کے مضامین تھے، مضامین کی افادیت کی بناپر موصوف نے ان کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ خانقاہ رائے پور ضلع سہارنپور کا قرب ان کو برابر فائدہ دیتا رہا، اور یہ نسبت ان کو نفع پہنچاتی رہی؛ لیکن تنہا نسبت کافی نہیں ہوتی، طلب اصل ہے، اور وہ بھی سچی طلب ہو، جسے طلب صادق کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ تواضع بھی ہو، اس

15

لیے کہ لینے والا ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، دنیا کے حصول میں یہ اصول اس کے برعکس ہوتا ہے، وہاں مزاج لینے کا نہیں دینے کا بنانا ہوتا ہے، اسی کو پسند کیا گیا، اسی کی ترغیب دی گئی ہے۔

مولانا حافظ قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی، ضلع سہارنپور میں واقع مشہور عالمی تربیت گاہ خانقاہ رائے پور سے قریب مظفر آباد کے رہنے والے ہیں، جہاں وہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۵؍اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعہ پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حافظ محمد اخلاق صاحب مرحوم کے پاس اپنے گاؤں میں حاصل کی، پھر حفظ وقراءت کی تعلیم کے لیے ۱۲؍شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳؍جولائی ۱۹۸۳ء کو جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں داخل ہوئے، اور ۹؍سال وہاں قیام کیا اور حفظ وقرأت کے ساتھ اردو، ہندی، انگریزی اور ابتدائی فارسی اور عربی پڑھی، پھر ۱۴؍شوال ۱۴۱۲ھ کو مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور ضلع سہارنپور میں داخل ہوکر دوسال تک عربی کی ثانوی تعلیم کافیہ تک حاصل کی، اس کے بعد اپنے شیخ ومرشد حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے مشورہ سے حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں پہنچ کر مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں ۷؍شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۱۹۹۴ء کو داخلہ لے کر درجات عالیہ کے پہلے سال کی تکمیل کی، پھر ۱۳؍شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوکر تین سال میں عالمیت کی تکمیل کی اور دوسال میں تخصص فی الفقہ والافتاء کا کورس کیا اور اخیر شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ابتداء دسمبر ۱۹۹۹ء میں ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کی، طالب علمی کے اس زمانہ میں ایک درجن کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔

اصلاح وتربیت میں اولاً حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری سے تعلق

قائم کیا، اور ۱۵؍شعبان ۱۴۱۳ھ کو بعد نماز تہجد بیعت ہوئے، حضرت کی خدمت میں رہے، اور ان کے ساتھ اسفار بھی کئے، ۷؍رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸؍جنوری ۱۹۹۶ء کو ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے ۲۴؍شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۶ء کو نماز جمعہ سے قبل چاروں سلسلوں میں بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا اور ان کی عنایتیں حاصل کیں، اور پابندی سے ان کی مجلسوں میں حاضری دی، ۲۲؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد ان کے جانشین مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہم سے تجدید بیعت کی اور اب ان کی سرپرستی میں تعلیمی، سماجی، رفاہی، اصلاحی، تبلیغی اور دعوتی سرگرمیاں جاری رکھ کر خدمت دین کا کام انجام دے رہے ہیں۔

مولانا موصوف نے فراغت کے بعد متعدد ملکوں کے دورے بھی کئے، مثلاً پاکستان، سعودی عرب، دبئی، کویت، جنوبی افریقہ، شوازی لینڈ، زمباوے، بوٹسوانہ، زامبیا، ملاوی، موزمبیق، ملیشیا اور سنگاپور تشریف لے گئے، بعض جگہ کئی کئی مرتبہ جانا ہوا، تصنیف وتالیف میں دو درجن سے زیادہ کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۲۰؍رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹؍اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ایک دینی، تعلیمی، دعوتی، فکری ادارہ بھی مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے نام سے قائم کیا، جس کے تحت دو ادارے چل رہے ہیں، جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ لڑکوں کے لئے، اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات لڑکیوں کے لیے، اور مارچ ۲۰۰۶ء سے مستقل ایک رسالہ بھی ''نقوش اسلام'' کے نام سے پابندی سے نکال رہے ہیں، اس طرح وہ اس وقت مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے رئیس، جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ کے مہتمم، جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کے شیخ الحدیث، دار البحوث والنشر کے جنرل سکریٹری اور ماہنامہ

نقوش اسلام کے چیف ایڈیٹر ہیں، اور ان کی خدمات دینی تعلیمی اور تربیتی میدان میں جاری وساری ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے خوب سے خوب کام لے۔

والسلام

محمود حسن حسنی ندوی

میدان پور، رائے بریلی

۱۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

۳۰؍اپریل ۲۰۱۳ء

پہلا باب

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی زندگی کے تابندہ نقوش

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی زندگی کے تابندہ نقوش

محمد مسعود عزیزی ندوی☆

سرزمین کفرستان پر ایک شمع فروزاں

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا اللہ کے ایک باتوفیق بندے، خاموش طبیعت داعی، سرزمین کفرستان پر ایک شمع فروزاں، مینارہ نور، منبع علم دین اور ناشر رشد وہدایت تھے، انہوں نے بچپن سے ہی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی، اور ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کی تحقیق اور تحصیل کے لئے وقت کی مشہور شخصیت قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی کی خدمت بابرکت میں حاضری دی، جن سے پہلے علم حدیث کی دولت حاصل کی، جو گویا کہ باطنی علوم کی تحصیل اور تکمیل کے لئے تمہید تھی۔

حضرت شیخ کے یہاں آپ کا مقام

اس طرح حضرت شیخ کے یہاں ایک عام شاگرد سے خاص شاگرد اور ایک عام کاتب سے خاص کاتب اور خاص خادم کا مقام حاصل کرلیا، پھر سلوک وطریقت کا راستہ بھی بحسن وخوبی طے کرلیا، جس سے حضرت شیخ نے اہتمام سے آپ کو مجاز بیعت بنالیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا، یوں راہ سلوک میں بھی اقرب اور اخص

☆رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

ہونے کا مقام حاصل کرلیا، یہاں تک کہ حضرت شیخ کو آپ سے راحت محسوس ہونے لگی، جس کا اظہار حضرت شیخ نے اس طرح فرمایا کہ ''عبدالرحیم تجھ سے روحانی راحت ملتی ہے''۔

سلوک وطریقت کی تکمیل

اقربیت کے مقام کے بعد ظاہر ہے پھر آزمائش بھی آتی ہے، اور فرض منصبی کو ادا کرنے کے لئے صحابہ کی سنت بھی ادا کرنی پڑتی ہے، کہ صحابہ کرام کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا انس ومحبت اور تعلق تھا، کائنات کے کسی انسان کو اتنا نہیں ہوسکتا، مگر اس خاص اور گہرے تعلق کی کسوٹی آزمائش ہوتی ہے، اسی لئے صحابہ کرام نے مکہ کی طرح مدینہ کو بھی چھوڑا، اور اشاعت دین کے لئے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گئے، اور یہ دعوتی عمل اور دور دراز کے سفر حضور کے زمانے ہی میں شروع ہوگئے تھے، اسی طرح حضرت شیخ نے بھی جب دیکھ لیا، کہ عبدالرحیم نے سلوک کے منازل طے کرلئے ہیں۔

زامبیا میں دین کی شمع روشن کرنیکا حکم

تو آزمائش کی بھٹی میں ڈالنے کے لئے حکم ہوا اور فرض منصبی کو ادا کرنے کا ارشاد ہوا کہ زامبیا کے لق ودق ویرانے میں جاکر دین کی شمع روشن کرو، سیاہ فام لوگوں کو جاکر دین مبین کی دعوت دو، اور ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرو، اور جہالت وتاریکی کے ملک میں علم کی روشنی کے دیپ جلاؤ، چونکہ حضرت عبدالرحیم نے ''کالمیت فی یدالغسال'' کا پاٹھ پڑھ لیا تھا، اس لئے زامبیا کے ایک غیر ترقی یافتہ دور افتادہ علاقے چپاٹا میں پہنچ کر ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھ دی، اور معہد الرشید الاسلامی اس کا نام رکھا، اس طرح حضرت شیخ نے مولانا عبدالرحیم کو افریقہ کی سرزمین زامبیا

کے لئے منتخب فرمایا، اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا یوسف متالا صاحب کو برطانیہ کی سرزمین پر علم کی شمع روشن کرنے کے لئے مقرر فرمایا، اور دونوں کو ایک خاص رقم بھی عنایت فرمائی، اور دونوں کے اداروں کو اپنے قدوم میمنت سے بھی مشرف فرمایا۔

مولانا نے اپنی اعلی علمی صلاحیت چپاٹا کے جھاڑ جھنکار صاف کرنے میں لگادی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے اپنی علمی قابلیت وصلاحیت کے باوجود حضرت شیخ کے حکم پر ایسے بیابان جنگل میں جانے کو پسند کیا، اور اپنی اعلی علمی صلاحیت کو وہاں کے جھاڑ جھنکار کو صاف کرنے میں ختم کردیا، اور ایسا شجرہ طیبہ لگایا کہ ''اَصلُهَا ثَابِتٌ وَفَرعُهَا فِی السَّمَآءِ'' کا منظر محسوس ہونے لگا، مولانا نے جس دور میں وہاں جاکر کام شروع کیا، وہ انتہائی پرخار تھا بلکہ ایک چٹیل میدان تھا، جہاں پر ہر طرف سیاہی، تاریکی اور جہالت کے بادل منڈلا رہے تھے، اور پڑھے لکھے علمی آدمی کا جی لگنا بہت دشوار تھا، مگر اس ہمت کے جیالے نے یہ سب اللہ کی خوشنودی اور اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں برداشت کیا اور اخیر زندگی تک شیخ کے حکم کو نبھادیا، اور وہیں کی خاک میں آسودہ ہوگئے۔

مولانا کے ادارے کا افریقہ میں فیض

اس طرح بفضل خدا وہاں جو تعلیمی کام شروع کیا تھا، اس کا فیض افریقہ کے بہت سے ملکوں خاص طور سے زامبیا اور اس کے آس پاس کے ملکوں میں خوب پھیلا ہوا ہے، مولانا نے سیاہ فام نسل کے طلبہ کو جہاں دین اور علم دین سکھایا، قرآن کریم اور

دینیات کی تعلیم دی، وہیں ان کو اردو زبان بھی سکھائی، جو اس وقت برصغیر ہندوپاک ہی کی نہیں بلکہ دنیا میں عربی، انگریزی کے ساتھ تیسرے نمبر کی زیادہ بولی جانے والی زبان ہے اور عربی کے بعد جس میں دین کا سب سے زیادہ سرمایہ موجود ہے۔

مولانا کی پیدائش اور آبائی وطن وخاندانی حالات

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی پیدائش یکم جمادی الثانیہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۴ رمئی ۱۹۴۴ء بروز بدھ موضع ورٹھی میں ہوئی، آپ کے آبائی وطن، خاندان اور ابتدائی حالات سے متعلق آپ کے چھوٹے بھائی مولانا یوسف صاحب متالا تحریر فرماتے ہیں کہ ''ہمارا خاندان ورٹھی ضلع سورت میں صدیوں سے مقیم ہے، اور زراعت پیشہ ہے، مگر ہمارے دادا محترم اور والد صاحب نے زمین بٹائی پر دے کر تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اور دادا مرحوم نے جنوبی افریقہ کا سفر کیا، کئی سال وہاں مقیم رہے، اور عرصہ دراز کے بعد وطن واپس لوٹے اور چند روز بعد ہی ورٹھی میں انتقال فرمایا، دادا صاحب نے اکلوتے بیٹے کو اولاد میں پیچھے چھوڑا، والد صاحب نے اپنی والدہ کی آغوش تربیت میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور جوانی کو پہنچ کر تجارت شروع کردی، اور ہتھورن کے ایک مخیّر خاندان میں پہلا نکاح ہوا، اللہ نے ایک لڑکا عطا فرمایا، نام محمد علی تجویز فرمایا، پہلی اہلیہ کا چند سال ہی میں انتقال ہوگیا، تب دوسرا نکاح ہماری والدہ آمنہ بنت محمد بن اسماعیل ڈیسائی سے ہوا۔

ہمارے نانا کے آباء واجداد دریائے تاپتی کے کنارے پر کھلوڑ نامی قصبہ میں آباد تھے، وہاں اس خاندان کی زمین پر بنائی ہوئی کنارہ والی مسجد اب تک موجود ہے، کسی وجہ سے یہ خاندان نانی نرولی منتقل ہوگیا، جو اس زمانہ میں تقریباً جنگل ہی تھا، یہاں زراعت کا پیشہ اختیار کیا، اور دینی اعتبار سے نہ صرف گاؤں میں بلکہ اطراف

میں یہ خاندان بالخصوص ہمارے نانا جان دینی حلقہ میں مشہور تھے، اس لئے آپ ہی کا دولت کدہ یہاں آنے والے علماء ومشائخ کے لئے مہمان خانہ ہوتا تھا۔

والدہ محترمہ سے نکاح کے بعد والدہ کی دینداری کا اثر والد صاحب پر بھی آہستہ آہستہ پڑنا شروع ہوا، یہاں تک کہ والد صاحب مولانا عبدالغفور(۱) بنگالی مہاجر مکی سے بیعت ہوگئے اور ذکر وشغل شروع کیا، ادھر نکاح کے بعد پانچ چھ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، اسی اثناء میں موسی سہاگ(۲) کے سلسلہ کے ایک بزرگ تشریف لائے، والد صاحب نے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی، آپ نے والدہ کے لئے انگوٹھی دے کر ایک لڑکے کی بشارت دی اور ہونے والے لڑکے کے لئے علم وصلاح وغیرہ اوصاف سے متصف ہونے کی خوشخبری سنائی، سال بھر کے بعد وہ بزرگ دوبارہ تشریف لائے، تو اس سے پہلے مولانا عبدالرحیم صاحب کا تولد ہوچکا تھا، انہیں دیکھ کر مسرور ہوئے، دعائیں دیں اور دوسری انگوٹھی دے کر ایک دوسرے لڑکے کی اسی طرح بشارت دی۔

(۱) مولانا عبدالغفور صاحب بنگالی حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے خلیفہ تھے، مکہ مکرمہ میں غالباً ۷۱-۱۹۷۰ء میں بیاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(۲) حضرت شاہ موسی سہاگ مرد کامل تھے، شاہ سکندر بود کے مرید تھے، سدا سہاگ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ کی کرامتوں کا شہرہ بہت تھا، ایک مرتبہ احمد آباد میں بارش نہیں ہورہی تھی، بادشاہ نے شہر کے قاضی کو دعا کرنے کیلئے کہا، قاضی نے کہا کہ میرے دعاء کرنے سے کچھ نہ ہوگا، آپ شاہ موسی سہاگ سے دعا کرائیے، وہ دعا کریں گے تو ضرور بارش ہوگی، بادشاہ اور قاضی دونوں حضرت کے مکان پر حاضر ہوئے اور آپ سے التجا کی کہ دعا کریں کہ بارش ہو اور خشک سالی دور ہو، آپ نے فرمایا تم دونوں کو دھوکہ ہوا ہے، شاہ موسی تو کوئی اور ہوں گے، ان کے پاس جاؤ اور ان سے دعا کراؤ، میں تو ایک گنہگار بندی ہوں اور یہاں لوگوں میں رہ کر اپنا گزارا کرتی ہوں، بادشاہ اور قاضی برابر اصرار کرتے رہے، چنانچہ آپ راضی ہوگئے، آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے، آپ نے دعا کی کہ اے میرے میاں اگر تو نے میری التجا قبول نہ کی اور پانی نہ برسایا تو میں اپنا سہاگ چھوڑ دوں گی، یہ کہہ کر اپنی چوڑیاں توڑنے لگے کہ آسمان پر ابر نمودار ہوا اور زور کی بارش ہوئی، آپ کی وفات ۸۵۳ھ ۱۴۴۹ء میں ہوئی، احمد آباد گجرات میں آپ کا مزار ہے۔ (مشائخ احمد آباد صفحہ ۲۱۰)

والدصاحب نے جب سے ذکروشغل شروع کیا تھا، آہستہ آہستہ ان کی طبیعت پر ذکر کا اثر بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ والدصاحب پر جذبی کیفیت کا غلبہ ہونے لگا اور اسی کیفیت میں والدہ صاحبہ سے فرماتے کہ: ''میں نے ترک دنیا کا ارادہ کرلیا ہے آپ اپنے گھر چلی جاؤ'' خاندان کے بڑوں نے ہر طرح سمجھانے کی کوششیں کی، بالآخر انہوں نے طلاق نامہ پر دستخط کروالئے کہ کہیں یہ حالت جنون میں تبدیل ہوگئی تو بیوی عمر بھر کے لئے معلق رہ جائے گی، اور طلاق کی عدت وضع حمل تھی، چنانچہ طلاق کے چند روز بعد ہی ننھیال نانی نرولی میں ہمارے نانا کے یہاں میری یکم محرم الحرام ۱۳۶۶ھ پیر کی شب میں ولادت ہوئی۔

جب عمر تقریباً آٹھ سال ہوئی تو جنوبی افریقہ میں ہماری خالہ گیارہ بچوں کو چھوڑ کر حالت زچگی میں انتقال کرگئیں، ان کی جگہ خالو نے والدہ سے نکاح کیا اور والدہ افریقہ چلی گئیں، اور نانا نانی نے (بھائی صاحب کی اور) میری پرورش کی، چند سال بعد ان دونوں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، ان کے بعد خالہ نے پرورش کی اور پرورش کا حق ادا کردیا''۔

مولانا کے والد محترم جناب سلیمان سیٹھ صاحب تھے، جن کا انتقال مئی ۱۹۶۸ء میں ورٹھی میں ہوا، اور والدہ مرحومہ ۲۸ مئی ۲۰۰۹ء میں انتقال کرگئیں، نماز جنازہ مولانا عبدالرحیم صاحب نے پڑھائی اور تدفین جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر میں ہوئی۔

مولانا سے تعارف وملاقات

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کا نام غالباً ۱۹۸۸ء میں سنا تھا، جب وہ ہندوستان آئے تھے اور راقم درجہ حفظ میں پڑھتا تھا، پھر ۲۰۰۴ء سے زامبیا کا سفر ہونے لگا، تو مولانا کے ادارہ معہدالرشید میں حاضری ہوتی رہی، مگر مولانا سے

ملاقات نہ ہوتی، اس لئے کہ وہ طویل قیام کے لئے کینیڈا میں مقیم تھے، پہلی ملاقات مولانا سے غالباً ۲۰۰۶ یا ۲۰۰۷ء میں جنوبی افریقہ کے ایک شہر اسکورٹ میں ہوئی، جہاں وہ اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے گئے ہوئے تھے، مولانا کا نمبر حاصل کرکے ان سے فون پر بات ہوئی، انہوں نے اگلے روز ملاقات کا وقت دیا، چنانچہ اگلے روز دوپہر میں مولانا سے ملاقات کے لئے اسکورٹ پہنچ گیا، مولانا غالباً راقم سے غائبانہ طور پر میری بعض کتابوں کی وجہ سے واقف تھے، اس لئے مانوس ہوئے، اور اچھی خاصی باتیں کیں، اور مولانا کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا، پھر مولانا نے دعوت دی کہ زامبیا آیئے، مولانا کی شخصیت کے بارے میں تھوڑا سا کچھ علم تھا، اور ان سے انسیت سی بھی تھی، اس لئے راقم نے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ راقم آپ کے حالات لکھنا چاہتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ وہاں تشریف لایئے، اور ایک مختصر سی رقم اپنی طرف سے اور دوسری اپنی والدہ کی طرف سے عنایت کی۔

مولانا کی توجہات اور عنایتیں

اس کے بعد غالباً ۲۰۰۹ء کے رمضان میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سے زامبیا میں ملاقات ہوئی، ہم چونکہ چپاٹا میں ایک شب ہی ٹھہرے تھے، اس لئے مولانا سے ملاقات کے بعد پھر لوساکا پہنچ کر مولانا سے فون پر زیادہ رابطہ ہوا، اور ان کی توجہات اپنی طرف ہوئیں، پھر ۲۰۱۰ء میں بھی مختصر سی ملاقات ہوئی کہ جس روز ہم لوگ چپاٹا پہنچے، اسی روز مولانا عمرہ کے سفر سے تھکے ہارے واپس آئے تھے، تو سلام ومصافحہ کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوئی تھی، ۲۰۱۱ء کے رمضان میں حضرت کی خدمت میں تین روز قیام رہا اور حضرت سے اکتساب فیض کیا اور خانقاہ خلیلیہ کے معمولات میں شرکت کی، حضرت بھی خوش ہوئے اور ان کی طرف سے تقاضا رہا کہ اور قیام

کریں، مگر یہ کہہ کر کہ راقم مئی جون میں جنوبی افریقہ کا سفر کرتا ہے، اس وقت ایک ہفتے کے لئے حاضر ہوگا اور آپ کی سوانح حیات بھی لکھے گا، مگر ابھی تک بیچ میں زامبیا کے سفر کی نوبت نہیں آئی، ۲۰۱۲ء کے رمضان میں بھی دو تین دن ہی ٹھہرنا ہوا، حضرت اصرار کرتے رہے، راقم نے عرض کیا کہ چونکہ ہندوستان واپسی کا فلاں تاریخ کا ٹکٹ بنا ہوا ہے، اور بکنگ ہے، اس لئے جانا ضروری ہے، اس پر فرمانے لگے کہ یہ تو تم پہلے ہی ٹکٹ کو اس انداز پر کرا کے لاتے ہو، اور بار بار اس کا بھی حوالہ دیا کہ آپ تو کہتے تھے کہ پھر مستقل آکر ٹھہروں گا، بعض دوسرے احباب سے بھی یہ شکایت کی کہ یہ تو کہتے تھے کہ پھر مستقل آکے رہوں گا، چونکہ امسال پختہ پروگرام تھا کہ ضرور حاضر ہوں گا، اس لئے میں نے عرض کیا، کہ اب کی بار زبان سے کچھ نہیں کہتا، بلکہ عملاً حاضر ہو کے دکھاؤں گا، اس لئے جب بھی بات آئی تو زبانی وعدہ نہ کر کے یہ ہی کہا کہ انشاء اللہ عملاً کر کے دکھلاؤں گا، مگر اللہ تعالی کو کچھ اور منظور تھا۔

مولانا کی خصوصی شفقتیں

بہر حال حضرت کی شفقتیں اس قدر ہوگئی تھیں کہ ہر طرح سے خیال فرماتے، احباب اور اہل تعلق کو فون کرتے، جس سے وہ خوب تعاون کرتے، خود بھی ادارے کے لئے خاص رقم کا انتظام کرتے، دو سال قبل ہندوستان تشریف لائے تھے، ایک خاص رقم ہمارے ادارے کیلئے لیکر آئے اور بھائی محمد عمر کے ذریعہ سے پہنچائی، گذشتہ سال بھی ایک رقم مولانا قاری عابد صاحب کے ذریعہ پہنچائی، اور اہلیہ کے لئے کپڑے اور ایک خاص رقم بھیجی، اور ابھی ہندوستان کے سفر کا پروگرام تھا، جس میں مظفر آباد بھی آنے کا وعدہ تھا، حضرت مولانا کے جمع کردہ حضرت شیخ کے درسی افادات جو ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کے نام سے شائع ہو رہے ہیں، اس کی

پہلی جلد، پھر دوسری، تیسری اور چوتھی جلد پر بھی الگ الگ ''نقوش اسلام'' میں تعارف شائع ہوا، جس کی زیادہ کاپیاں شائع کر کے اہل علم حضرات تک پہنچائی گئیں، تو مولانا نے اس کے لئے الگ سے رقم عنایت فرمائی، جتنی جلدیں شائع ہوئیں حضرت کے مرید خاص جناب الحاج محمد عمر صاحب نے ہر جلد کئی سو کی تعداد میں میرے پاس بھجوائی اور راقم نے مختلف مدارس میں اور مدارس کے طلبہ دورہ حدیث کو پہنچائیں، حضرت کی ان شفقتوں اور تعلق اور محبت کی وجہ سے مارچ ۲۰۱۱ء سے حضرت مولانا کو ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا سرپرست بھی منتخب کیا تھا۔

مولانا کی بعض اہم خصوصیات

ہر بزرگ کی الگ الگ صفات ہوتی ہیں، مگر حضرت مولانا کی بہت سی صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ اہل تعلق کا بہت لحاظ کرتے تھے اور جو اہل مدارس وہاں پہنچتے تھے، ان کو حقیر نہیں سمجھتے تھے، نہیں تو آج کل بعض اہل علم اور مشائخ ہی نہیں بلکہ بعض مرتبہ تو بعض اہل مدارس بھی جب معلوم ہو جائے کہ آنیوالا چندہ والا ہے، مدرسہ والا ہے، تو اس کو حقیر سمجھتے ہیں، اور حقیر نہ بھی سمجھیں تو زیادہ خاطر میں نہیں لاتے، اس کی طرف توجہ اور اس کا تعاون کرنا تو دور کی بات ہے۔

اہل مدارس کا تعاون

اس صفت میں راقم نے اپنے شیخ و مرشد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کو ممتاز پایا تھا، جو ہر آنے والے کی قدر کرتے تھے، خاص طور سے دینی کاموں کی نسبت پر جو بھی آتے تھے، اسی طرح سے مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کو بھی اس صفت سے متصف پایا کہ مولانا اہل مدارس کا خاص خیال فرماتے تھے، ان کا ہر ممکن تعاون کرتے تھے، ان کے مدرسہ میں بعض سیاسی مجبوریوں

کی وجہ سے سفراء کا قیام ممنوع ہے، مگر وہ پھر بھی نبھانے کی کوشش کرتے تھے، اور جو بھی سفیر پہنچتا، اس کا کچھ نہ کچھ تعاون ضرور فرماتے، یعنی حیرت ہوتی ہے کہ وہ شیخ ہونے کے باوجود لینے والے حضرت ہی نہیں بلکہ دینے والے حضرت تھے، وہ ہندوستان میں بعض مشائخ کو خصوصی رقمیں بھیجتے تھے، بعض بزرگوں کی خدمت میں راقم کے ذریعہ بھی اچھی خاصی رقمیں ہدیہ میں بھیجی ہیں، ہم تو اپنی ضرورت اور تعلق کی وجہ سے کبھی کبھی حضرت کو فون کرتے تھے، مگر بعض مرتبہ خود حضرت بھی فون ملوا کر بات کرتے تھے۔

اہل دنیا سے مستغنی اور معمولات کے پابند

ایک صفت حضرت مولانا میں اور محسوس ہوئی وہ یہ کہ وہ مستغنی تھے، گویا کہ ان کو لوگوں سے مل کے وحشت ہوتی تھی، وہ اپنے معمولات کے پابند تھے، معمولات میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا تھا، نوافل اور کثرت تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتے تھے۔

بات صاف کرتے تھے، صاف سیدھی بات ہی کو پسند کرتے، کسی سوال کے جواب میں بات کے تکرار اور ہیرا پھیری کو ناپسند فرماتے تھے، اور اس پر فوراً نکیر کرتے تھے، چونکہ ہم لوگوں کا زیادہ تر واسطہ رمضان ہی میں پڑا ہے، اس لئے ہم نے تو ان کو اپنے معمولات سے ہٹ کر کسی دوسری مصروفیت میں کبھی نہیں دیکھا۔

اپنے معہد کو للہ سے چلایا

انہوں نے اپنے معہد کو چلانے میں ایک چیز کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ اپنے مدرسہ میں زکوۃ کی مد انہوں نے نہیں لی، صرف ''للہ'' عطیہ کے مد میں انہوں نے اپنے ادارے کی تعمیرات بھی کیں، اور سالانہ خرچ جو اچھا خاصا ہے وہ بھی ہمیشہ

''للہ'' سے چلایا ہے، ورنہ تو آج کل تجار کا بھی زیادہ تر مزاج زکوۃ دینے کا ہے، مگر حضرت کی کرامت ہی کہئے کہ ایسے آزمائش کے پرآشوب و پرفتن دور میں انہوں نے اپنے معہد کو ''للہ'' کے ذریعہ سے چلایا، قرآن کریم کی یہ آیت ''وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ'' ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے، بہرحال حضرت کی کن کن صفات کو بیان کیا جائے۔

وہ اللہ کے ولی اور سرزمین افریقہ کے امام تھے

وہ تو اللہ کے ایک ولی اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، اور گویا کہ سرزمین افریقہ کے لئے چاہے ان کو امام کہا جائے یا مصلح کہا جائے، یا مجدد کہا جائے، ہر ایک لقب ان کے لئے موزوں ہے، وہ بے ضرر اور مخلص انسان تھے، اللہ تعالی نے ان کو حضرت شیخ کی دعا کی برکت سے حج وعمرہ کے بھی بار بار توفیق دی اور انہوں نے بھی اس نعمت عظمی سے خوب فائدہ اٹھایا، اللہ تعالی ان کو غریق رحمت کرے۔

باقیات صالحات

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے اپنی پوری زندگی افریقہ کی سرزمین پر دینی تعلیم کی نشر واشاعت میں تمام کردی، اور جب آخرت کے سفر کا وقت آیا تو باقیات صالحات چھوڑ کر چلے گئے، حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کا ثواب اس کے لئے جاری رہتا ہے، ایک تو صدقہ جاریہ مثلاً کوئی رفاہی کام انجام دیا، یا کوئی مسجد ومکتب اور مدرسہ بنادیا، یا عام پبلک کے فائدہ کی خاطر کوئی کام کیا، یا کوئی علمی کتب خانہ قائم کیا، یا علمی کتابیں اور تصنیفات چھوڑی ہوں اور شاگردوں کا ایک سلسلہ ہو، اسی طرح نیک صالح اولاد چھوڑی ہو، جو سعادت مند ہو، اور والدین کے لئے دعا کرتی ہو، ماشاء اللہ اللہ تعالی نے حضرت مولانا کو تینوں

نعمتوں میں سے حصہ وافر عطا فرمایا کہ ''سراج القاری''،''محبت نامے'' اور ''حقیقت شکر'' وغیرہ کتابیں اور ہزاروں شاگرد چھوڑے، ایک دینی تعلیمی ادارہ چھوڑا اور پھر اس کے تحت کتنے ہی مکاتب چھوڑے اور نیک صالح اولاد چھوڑی، جن میں بڑے صاحبزادے مولانا عبدالحلیم صاحب دوسرے مولانا عبدالرشید صاحب اور تیسرے مولانا عبدالرؤف صاحب اور ایک بہن عائشہ چھوڑیں جو نیک صالح ہیں، اوران کے شوہر مولانا زکریا پٹیل صاحب ہیں جو بہت نیک اور سعید ہیں، اللہ تعالی بزرگوں کی ان امانتوں کو محفوظ رکھے اور اپنے دینی کاموں کے لئے قبول فرمائے۔

آپ کی وفات

اب حضرت مولانا کی زندگی کی شام ہو چکی تھی، اس لئے وہ اپنے اعمال وخدمات کی اجرت کے لئے لقاء رب کے منتظر تھے، جو بغیر موت کے ممکن نہیں، اس لئے حضرت مولانا نے بھی یہی راہ اختیار کی، اور ۲۵ر محرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کی صبح نماز کے بعد تمام معمولات سے فارغ ہو کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، بعض قرائن سے معلوم ہوا کہ حضرت نے شہادت کی موت پائی، واللہ اعلم، اور شام کو ساڑھے تین بجے نماز جنازہ ہوئی اور چپاٹا کے عام قبرستان میں ہمیشہ ہمیش کے لئے آسودہ خاک ہو گئے، غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ فی جنات النعیم

رمضان کے مقدس ایام میں حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی ''خانقاہ خلیلیہ'' میں تین دن

محمد مسعود عزیزی ندوی☆

رمضان ۱۴۳۲ھ میں حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی خانقاہ میں تین روز قیام رہا، جس کی روداد راقم نے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے ستمبر/ اکتوبر ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں شائع کی تھی، یہاں اس کو بھی کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔(مرتب)

معہد الرشید الاسلامی چپاٹا میں

راقم کے رمضان کا شروع کا حصہ ۲۰۰۴ء سے اکثر افریقہ کے ایک ملک زامبیا میں گزرتا ہے، کبھی ہفتہ، کبھی عشرہ، کبھی پندرہ دن وہاں رہنا ہوتا ہے، ۱۴۳۲ھ کے رمضان میں ۱۷ر یوم رہنا ہوا، ۳۱ر جولائی ۲۰۱۱ء کو زامبیا کی راجدھانی لوسا کا پہنچنا ہوا، اسی روز وہاں چاند ہو گیا، یکم رمضان یکم اگست کو ہوا، ۴ر رمضان کو زامبیا کے ایک چھوٹے سے شہر چپاٹا جانا ہوا، جو لوسا کا سے تقریباً چھ سو کلومیٹر دور ہے، چپاٹا شہر میں ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز ہیں، ان کو فون کے ذریعہ سے اطلاع دیدی تھی کہ ہم لوگ کل شام کو حاضر ہو رہے ہیں، چنانچہ ۴ر رمضان کی شام کو افطاری کے بعد معہد الرشید الاسلامی چپاٹا میں پہنچے، مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مہمان خانہ میں ٹھہرایا،

☆رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

کھانے کا بندوبست کیا، فجر بعد ملاقات میں ہم نے اپنا نظام بتایا کہ ہمیں آج متبرعین سے ملاقات کرنی ہے، اور چونکہ حضرت کے یہاں معہد الرشید میں حصول تبرعات کے لئے قیام، بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر ممنوع ہے، اس لئے حضرت نے اس نظام سے مطلع کیا، ہم نے اکتساب فیض کی بھی غرض بتلائی، تو حضرت نے فرمایا کہ دونوں کو جمع نہ کرو، اور ایک کام کرلو، چنانچہ ہم نے پروگرام بنایا کہ پہلے اکتساب فیض کیا جائے، اس لئے ہم وہیں مقیم رہے، ہم نے خارجی کوئی پروگرام نہ بنایا، نماز جمعہ کے بعد ہم نے حضرت سے وضاحت کی کہ ہم انشاء اللہ تین روز خالصۃ لوجہ اللہ استفادہ باطنی کے لئے ہی قیام کریں گے، حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے، چہرہ پر بشاشت اور خوشی کے آثار نمایاں طور پر ظاہر ہوئے اور حوصلہ افزاء کلمات سے نوازا۔

خانقاہ خلیلیہ کے معمولات

چنانچہ اب ہمارا قیام حضرت سے اکتساب فیض اور خانقاہ کے معمولات میں شریک ہونے اور وہاں کے روحانی ماحول سے مستفیض ہونے کے لئے رہا، نماز ظہر کے بعد نفی واثبات کا بالجہر ذکر ہوتا، جس میں حضرت کے ساتھ تمام طلبہ، اساتذہ اور مقیمین شریک ہوتے، اس کے بعد تلاوت کا معمول رہتا، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تلاوت کا اجتماعی ماحول بنا رہتا، پھر عصر سے پہلے حضرت اپنی قیام گاہ پر وہیل چیئر کے ذریعہ چلے جاتے اور عصر کی نماز میں تشریف لاتے، عصر بعد وظیفہ خواجگان ہوتا، اس کے بعد دعا ہوتی، اس کے بعد فضائل رمضان پڑھی جاتی، پھر سب تلاوت میں مشغول ہوجاتے، افطار کے وقت اجتماعی افطار ہوتا، حضرت افطار میں خاص خیال فرماتے اور اپنے ہاتھ سے چیزیں اٹھا اٹھا کر دیتے رہتے، مغرب کی نماز بعد کھانا ہوتا، ہمارے کھانے کا نظم معہد کے استاد مولانا مفتی اظہر الحق صاحب کے یہاں کیا ہوا تھا،

شاید اس میں حضرت نے یہ رعایت رکھی ہو، کہ ہمارے مزاج کے مطابق کھانا مل جائے، پھر عشاء کی نماز ہوتی، اس کے بعد تراویح، تراویح کی پہلی چار رکعت حضرت کے صاحبزادے مولوی عبد الرؤف پڑھاتے، اور دوسری چار رکعت ایک دوسرے استاذ اور اخیر کی بارہ رکعت مفتی اظہر الحق صاحب پڑھاتے۔

وتر وغیرہ سے فراغت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جاتا اور تمام شرکاء بیٹھتے، ایک روز حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا عبد الرشید صاحب پڑھتے، دوسرے دن مولانا اظہر الحق صاحب پڑھتے، اس کے بعد حضرت آرام کے لئے چلے جاتے، سحری میں ہمارا کھانا کمرے میں پہنچ جاتا، پھر فجر کی نماز پڑھتے، اس کے بعد آرام کرتے اور پھر ظہر میں حضرت سے ملاقات ہوتی، غرضیکہ ہم نے خانقاہ میں رمضان کا پانچواں، چھٹا، ساتواں دن گزارا اور حضرت کی خانقاہ کے معمولات سے مستفیض ہوئے۔

حضرت کی بعض خصوصیات

حضرت کے یہاں جو باتیں محسوس ہوئی، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضرت کے اندر استغناء بہت زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ زیادہ کسی سے ملتے نہیں، یکسو رہتے ہیں، مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور اپنی قیام گاہ پر چلے جاتے ہیں، ان سے عام طور سے جو گفتگو اور ملاقات کا موقع ملا وہ نمازوں کے بعد مسجد ہی میں ملا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ حضرت کو لوگوں سے وحشت ہوتی ہو، اور وحشت ہونا بھی ایک کیفیت ہے، جب بندہ اہل دنیا سے مستغنی ہوجاتا ہے، پھر اس کا ظہور زیادہ ہوتا ہے، نیز ہمیں اس کا بھی احساس ہوا کہ حضرت کو کشف بھی ہوتا ہے، اور ہر بزرگ کی شان نرالی ہوتی ہے کہ ہر گلے را رنگ بوئے دیگر است، ان کی استغنائی

صفت کو دیکھ کر الگ تاثر ہوتا، مگر جب ان کی شفقت ومحبت کی بوچھار ہوتی تو معاملہ ہی دیگر ہوتا۔

بہرحال حضرت جس مقام پر ہیں اور جو ان کی شان ہے، اللہ تعالی نے جو خصوصیات ان کو عطا فرمائی ہیں، ان میں وہ اپنی مثال آپ ہیں، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا زکریا صاحب کے حکم سے سیاہ فام لوگوں کے لئے زامبیا کے ایک لق ودق دور افتادہ علاقہ چپاٹا میں معہد الرشید الاسلامی کے نام سے ایک دارالعلوم قائم فرمایا جس کا فیض ملک ہی نہیں بلکہ آس پاس کے دوسرے ملکوں تک پھیلا ہوا ہے۔

زامبیا کے باشندے

دراصل زامبیا کے اصل باشندے سیاہ فام لوگ ہیں، مسلمان بہت تھوڑے ہیں، جو ہندوستان کے صوبہ گجرات سے گئے ہوئے ہیں اور بزنس کرتے ہیں، اور اپنے دینی تشخصات کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی سادہ زندگی ہے، جو بہت سوں کے لئے مشعل راہ ہے، اور انہوں نے سیاہ فام لوگوں کے لئے جو ادارہ قائم کیا ہے، یہ ان کا کارنامہ ہے، اور اپنے شیخ کے حکم سے اپنی زندگی کے جو قیمتی اوقات انہوں نے وہاں کالوں میں لگا دیئے ہیں، یہ ان کی فنائیت کی بات ہے۔

حضرت کی شفقت اور عطا

حضرت نے شفقت میں ہمارے لئے لفافے میں ایک خاص رقم بھیجی اور ناکارہ کو ایک خاص قلم بھی تحفہ میں پیش کیا، اس طرح وہاں کے نورانی اور روحانی ماحول میں تین دن گزار کر ساتویں روزے کو تراویح کے بعد ہم نے اپنے تأثرات کا بھی حضرت کے سامنے اظہار کیا، اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت موسی آگ لینے کے لئے

گئے، مگر پیمبری مل گئی، پھر ہم نے صبح پیر کے دن آٹھویں روزے کے لئے اجازت چاہی کہ ہم متبرعین سے ملاقات کریں گے، اگر سب سے ملاقات ہوگئی تو دوپہر کی بس سے لوساکا چلے جائیں گے، نہیں تو شہر میں ٹھہر جائیں گے، حضرت نے فرمایا جب سب سے ملاقات ہوجائے تو آپ آجائیں، میں بھی کچھ مساعدہ کا نظم کروں گا، چنانچہ سب سے ملاقات ہوگئی، اور شام بھی ہوگئی، تو ہم لوگوں نے شہر میں حاجی ابراہیم صاحب منیا کے یہاں ٹھہرنے کا نظم کرلیا، اور افطاری حضرت کے ساتھ کی، مغرب بعد حضرت نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جاؤ اور ایک خاص رقم عنایت کی، مگر تراویح کے بعد پھر حضرت نے ہمارے ٹھہرنے کا نظم ہوٹل میں کیا، اور صبح فجر کے بعد ہم لوگ بس کے ذریعہ لوساکا پہنچے، حضرت تو چاہ رہے تھے، کہ ہم مزید ٹھہریں اور ہم کو بھی فائدہ محسوس ہورہا تھا، اور ہم بھی چاہ رہے تھے کہ حضرت کے پاس اعتکاف کریں، مگر ہمارا پروگرام کچھ اس طرح تھا کہ ہندوستان واپسی ضروری تھی، ورنہ تو معلوم ہوا کہ ماشاءاللہ اعتکاف میں حضرت کے پاس ہندوستان، ملاوی، جنوبی افریقہ، ری یونین، کناڈا، لندن اور خود زامبیا کے لوگ معتکف تھے، لیکن چونکہ ہمارا سفر ضروری تھا، اس لئے ہم لوگ وہاں سے ۱۷/اگست کو چل کر ۱۸/اگست ۲۰۱۱ء کو الحمدللہ گھر پہنچے۔

دوسرا باب

اکابرین کے تأثرات

مولانا عبدالرحیم متالا کا دینی جذبہ اور تربیت دینی کا ذوق قابل رشک تھا

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ☆

ایک اہم شخصیت سے محرومی

مولانا عبدالرحیم صاحب متالا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے معتمد ترین شاگردوں اور منسلکین طریقت میں خصوصی مقام رکھنے والے تھے، اس جہان عارضی سے رخصت ہوکر اپنے مالک حقیقی سے جاملے، اس طرح علماء وسالکین میں سے ایک اہم شخصیت سے محرومی واقع ہوئی، مولانا عبدالرحیم متالا نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے استفادہ کردہ خصوصیت سے خود بھی بہت فائدہ اٹھایا اور اپنے شاگردوں اور منسلک شخصیتوں کو بھی فائدہ پہنچایا، وہ چپاٹا زامبیا میں ایک اہم ادارہ معہد الرشید الاسلامی کے بانی اور سرپرست رہے اور علوم دینیہ کا فیض پہنچایا۔

قیمتی علمی سوغات

ان کا ایک اہم کام حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے صحیح بخاری کے درس کے افادات کو اکٹھا کرنا اور اس طرح مرتب کرنا ہے جو لائق اشاعت ہوسکیں، اس سے بخاری شریف سے استفادہ کرنے والوں کو جو فائدہ اور سوغات حاصل ہوگی وہ ایک قیمتی علمی سوغات کا درجہ رکھتی ہے۔

☆ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

مولانا نے علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو جمع کرلیا تھا

مولانا عبدالرحیم متالا نے مظاہر علوم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ الحدیث کے یہاں بڑا وقت گزارا اور وہ ان کے علمی معاون بنے حتی کہ حضرت رحمہ اللہ خطوط کے جوابات بھی ان کو املا کراتے تھے، جو حضرت کے مستفیدین و منسلکین کو بھیجے جاتے تھے، اس طرح حضرت کے رازداں شاگردوں میں شمار ہوئے، حضرت کی طرف سے ان کو خلافت بھی ملی، اور وہ حضرت ہی کے طرز پر تصوف وسلوک کے راستہ پر گامزن ہوئے، اور انہوں نے علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو جمع کرلیا تھا، جس کا فیض ان کے علاقہ قیام میں جاری تھا، انہوں نے حضرت رحمہ اللہ کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا طلحہ صاحب سے بھی ربط رکھا اور ہندوستان کچھ وقفوں سے آتے رہتے تھے۔

مولانا یوسف متالا نے بھی ان کا طرز اختیار کیا

ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد یوسف متالا نے بھی ان کا طرز اختیار کیا، انہوں نے بھی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے علم ظاہر اور علم باطن حاصل کیا، اور انہوں نے بھی برطانیہ کے ایک شہر میں دارالعلوم قائم کیا، دونوں کے دارالعلوموں کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور رہنمائی کے تحت قائم ہوئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افتتاح فرمایا بلکہ حضرت رحمہ اللہ کے مشورہ وترغیب ہی سے وہ قائم ہوئے۔

وہ اپنے دارالعلوم کیلئے کئی بار دعوت دے چکے تھے

مولانا عبدالرحیم متالا کو اپنی حیات کے آخری مرحلہ میں بڑی عمر کی بعض تکلیفوں سے سابقہ پڑا، وہ ان کے علاج کے لئے ہندوستان کے جنوبی علاقہ میں آئے اور

علاج کرایا، اسی دوران حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلقین و منسلکین سے ملاقاتیں بھی ہوئیں، مجھ ناچیز سے بھی ملاقات ہوئی اور انہوں نے جس تعلق ومحبت کا معاملہ کیا، اس سے ان کی بہت قدر ہوئی، وہ اپنے دارالعلوم کے بعض جلسوں میں شرکت کی دعوت بھی کئی بار دے چکے تھے، ان کے دارالعلوم میں ہمارے ندوۃ العلماء کے علمی فرزند مولوی عابد صاحب خدمت علم پر مامور تھے، وہ جب وطن آتے تو عموماً ملاقات کرکے مولانا کی طرف سے دعوت پہنچاتے، میں ان کے اس اخلاص سے متأثر ہوکر پختہ ارادہ بھی کرلیا تھا، لیکن یہاں کی مصروفیات اور اپنے ارادہ کی کمزوری کے سبب تعمیل نہ کرسکا، بالآخر وہ اب اس حیات فانی سے حیات باقی کی طرف منتقل ہوگئے، وفات سے قبل ان کی طرف سے خصوصی اظہار تعلق ہوا۔

انہوں نے ہمارے وطن آنیکا بھی ارادہ کیا تھا

انہوں نے ہندوستان آنے کا قصد ظاہر کیا، اور یہ بھی ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ہمارے وطن جو خال معظم رحمہ اللہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا بھی وطن ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ دوصدی قبل تحریک جہاد کے سربراہ حضرت سید احمد شہیدؒ کا بھی وطن ہے، وہاں بھی آنے کا ارادہ ظاہر کیا، ہم لوگوں کو مسرت ہورہی تھی کہ وہ رائے بریلی آئیں گے، اس سے برکات حاصل ہونگی، لیکن اللہ تعالی کے یہاں یہ مقدر نہ تھا، اس طرح یہ بات نہ ہوسکی، مولانا عبدالرحیم متالا رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے جو دینی جذبہ اور تربیت دینی کا جو ذوق عطا فرمایا تھا وہ قابل رشک تھا، ان سے ان کے منسلکین نے فائدہ اٹھایا، اور وہ اچھی یادیں چھوڑ کر اس دنیا فانی سے آخرت کی طرف منتقل ہوئے، اللہ تعالی ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور ان کو اعلی مقبولیت کا درجہ عطا فرمائے، ہم ان کے بھائی مولانا محمد یوسف متالا کو جوان ہی کے نمونہ کے مطابق ہیں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا

امام بھی تھے اور پیر بھی

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی ☆

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے متعلق حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی سے چند سوالات کئے گئے، جن کے مندرجہ ذیل مختصر جوابات مولانا نے دئے ہیں۔ (مرتب)

سوال: آپ کی مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے کب ملاقات ہوئی؟۔

جواب: میری ان سے سب سے پہلی ملاقات مدرسہ قدیم میں اس وقت ہوئی جب میں مسجد سے باہر آرہا تھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا کہ میں گجرات سے آیا ہوں، غرضیکہ انہوں نے نیازمندانہ سلام ومصافحہ کیا تھا۔

سوال: آپ نے ان کی دعوت پر کتنی دفعہ زامبیا کا سفر کیا؟

جواب: میں کتنی بار ان کی دعوت پر زامبیا گیا ہوں یہ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔

سوال: آپ کے ساتھ وہ کس طرح پیش آتے تھے؟

جواب: ویسے وہ میرے ساتھ ایسے ہی پیش آتے تھے جیسا کہ وہ میرے والد (حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ) کے ساتھ پیش آتے تھے، مولانا عبدالرحیم متالا نوراللہ مرقدہ حضرت والد صاحب کے بہت لاڈلے خادم تھے، والد صاحب کو ان سے بہت انس تھا۔

☆سرپرست مظاہر علوم، سہارنپور

سوال: ان کی وفات پر آپ کا کیا تأثر ہے؟

جواب: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب امام بھی تھے، پیر بھی تھے، اور ہر ایک کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے تھے، مولانا افتخار صاحب کاندھلوی نے فون پر بتایا کہ ان کے انتقال کی جب خبر معلوم ہوئی تو موٹے موٹے آنسو نکل آئے کہ ہمارا خاص آدمی دنیا سے رخصت ہوگیا، مولانا متالا ایک آدمی ہی نہیں بلکہ وہ کئی آدمیوں کی خصوصیات کا مجموعہ تھے۔

سوال: ان کی زندگی میں آپ نے کیا خاص بات محسوس کی؟

جواب: وہ بہت ملنسار، جوڑ رکھنے والے تھے، معمولات کے پابند تھے، تبلیغ تصنیف وتالیف اور تعلیم غرضیکہ تینوں سے ان کا جوڑ تھا۔

سوال: ان کی زندگی سے آپ لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب: انہوں نے جیسی زندگی گزاری ہے وہ بڑی محتاط زندگی تھی، ان کے تعلقات بہت تھے، ان کا تعلق تبلیغ والوں سے، مدرسہ والوں سے اور سلوک والوں سے تھا، ایسی جامعیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔

ان کے مدرسہ سے جو لوگ جڑے ہوئے ہیں، خاص طور سے جو ان کے مدرسہ کی امداد کرتے ہیں، وہ اب بھی ان کے مدرسہ کی ضرورت میں بھرپور تعاون کریں۔

العالم المحدث الشيخ

عبدالرحيم متالافى ذمة الله تعالى

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا اللہ کے حضور میں

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ☆

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سے متعلق یہ مضمون عربی میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے عربی ترجمان ''البعث الاسلامی'' کے فروری ۲۰۱۳ء کے شمارہ ۷/جلد ۵۸/میں تحریر فرمایا تھا، اس مضمون کو مع اردو ترجمہ کے نقل کیا جارہا ہے۔

تلقينا نبأ وفاة العالم الكبير المحدث الجليل فضيلة الشيخ عبدالرحيم متالا، أحد كبار تلاميذ العلامة الجليل المحدث الكبير، شيخ الحديث محمد زكريا الكاندهلوى (يرحمه الله) فقد مكث فضيلة الشيخ عبدالرحيم عنده إلى مدة طويلة ، يخدمه ويستفيدمنه فى العلوم الإسلامية وفى مجال الحديث النبوى الشريف، فأصبح أحد خلفاء العلامة الكاندهلوى، وأنجز أعمالاً ضخمة فى سبيل العلم والدين، وفجاء ة جاء نبأ وفاته يوم الأحد فى ٢٥/ من شهر محرم الحرام ١٤٣٤هـ الموافق ٩/ من شهر ديسمبر عام ٢٠١٢م ، فى مقره بزامبيابمنطقة "شيفاتا" افريقيا.

كان الفقيد يسجل الفوائد الحديثية أيام دراسته وإقامة عندشيخه الجليل، وخاصة إفاداته القيمة، مما يتعلق بصحيح البخارى فى خمسة مجلدات، وصدر حاليا الملجد الخامس الذي يشتمل على أربعة أبواب:

(١) كتاب الجنائز

☆ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(٢) كتاب الزكاة

(٣) صدقة الفطر

(٤) كتاب المناسك

وكانت هذه الإفادات الحديثية المفيدة جديرةً بأن تطبع فى كتاب مستقل، وحصل على هذه الإفادات الحديثية مما يتصل بالمجلد الخامس فضيلة الشيخ محمدسالم القاسمى فطبعت باسم "سراج القارى لحل صحيح البخارى" بعد ما حققها وخرج أحاديثها فضيلة الشيخ محمدسالم القاسمى حفظه اللّٰه تعالى، وقام بنشر ذلك معهد الرشيد الإسلامى شيفاتا، زامبيا، واستطاع عن طريقها نشرالعلوم الإسلامية والحديثية فى هذه البقاع الأفريقية النائية، فكان من تأثير هذا المعهد أن أقبل عليه الناس من الشباب والكهول على تعلم هذه العلوم والاستفادة من فضيلة الشيخ متالا، ومعهد الرشيد هذا يعتبر مبرة علمية ودينية كبيرة في المناطق الأفريقية، وقد نال شهرةعظيمة وصيتا كبيراً، بين المجتمعات الإسلامية في هذه البلاد، وخاصة بانتمائه إلى العلامة الكبير المحدث الجليل الشيخ محمدزكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالى، دفين البقيع بالمدينة المنورة.

كانت وفاة الشيخ متالا خسارة كبيرة للعلم والدين والتعليم والتربية، ونشأ بذلك فراغ كبيرفى هذا المجال، ولعل اللّٰه سبحانه وتعالى يملؤه ببعض تلاميذه وأصحابه المخلصين من العلماء والمثقفين القاطنين في هذه الديار.

ونحن نتضرع إلى اللّٰه تعالى أن يجزى الفقيد الكريم بأحسن مايجزى به عباده المؤمنين المخلصين ويكرم أعماله ومبراته بحسن

القبول ویغفرله زلاته وخطایاه، ویکرمه بالجنات والنعیم.

نعزی جمیع العلماء والمحدثین الکرام، ممن لهم انتماء الی المحدث الکبیر العلامة محمدزکریا الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالی، وندعوه أن یغدق علیه نعماء ه فی جنة الفردوس.

ترجمہ

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا خلیفہ علامہ محدث شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدزکریا صاحب کاندھلوی کی وفات کی خبر ملی، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاحضرت شیخ کی خدمت میں ایک زمانہ تک رہے،حضرت شیخ کی خدمت کی اور آپ سے تمام علوم اسلامی میں خاص طور سے علم حدیث میں فائدہ اٹھایا، چنانچہ آپ شیخ کے اجل خلفاء میں شمار ہونے لگے،اورعلم دین کے سلسلہ میں اچھے کارنامے انجام دئے،اچانک اتوار کے دن ۲۵ رمحرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۹ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو چپاٹا زامبیا میں وفات پائی،آپ نے حضرت شیخ کے درس حدیث کے افادات کوخاص طور سے جو بخاری شریف سے متعلق ہیں، ان کو کاپی میں نقل کیا تھا،جس کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں،حال ہی میں اس کی پانچویں جلد آئی ہے،جو چار ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) کتاب الجنائز

(۲) کتاب الزکاۃ

(۳) صدقۃ الفطر

(۴) کتاب المناسک

حدیث کے یہ افادات اس لائق تھے کہ ان کو مستقل کتابی شکل میں شائع کیا جائے،ان افادات کو مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے حاصل کرکے ان کی تحقیق

وتخریج کا کام کیا،اور'' سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کے نام سے معہد الرشید الاسلامی چپاٹا زامبیا نے اس کو شائع کیا،اس طرح سے انہوں نے اسلامی علوم اور حدیث کی خدمت افریقہ جیسے دور دراز خطے میں انجام دی،یہ اس معہد کی تاثیر ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی طرف نوجوان اور عمررسیدہ افرادعلوم اسلامی کے سیکھنے اور استفادہ کے لئے متوجہ ہوئے،اور معہد الرشید کا افریقہ کے ملکوں میں ایک بڑا دینی اور علمی مقام ہے،اوراس نے اسلامی معاشرہ میں،خاص طور سے حضرت شیخ کی نسبت کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی وفات علم دین اور تعلیم وتربیت کے میدان کے لئے بڑا خسارہ ہے،آپ کی وفات سے اس میدان میں بڑا خلا ہوگیا،امید ہے کہ اللہ تعالی اس خلا کو آپ کے خاص تلامذہ اور محبین ومخلصین علماء سے پورا فرمادیں گے،ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور آپ کے اعمال وحسنات کو قبول فرمائے اور آپ کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

ہم تمام علماء ومحدثین سے جن کا حضرت شیخ سے تعلق تھا،تعزیت پیش کرتے ہیں،اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی جنت الفردوس میں اپنی لازوال نعمتوں سے مستفیض فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب
ایک بابرکت اور باتوفیق شخصیت

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی ☆

مولانا بڑے مشائخ میں سے تھے

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب اس عہد کے باتوفیق علماء اور بڑے مشائخ میں تھے، وہ سورت گجرات کے رہنے والے تھے، انہوں نے جامعہ حسینیہ راندیر میں تعلیم حاصل کی، دوران تعلیم ان کو مرشدنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی سے عقیدت ومحبت ہوگئی، اور حضرت سے انہوں نے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہا، مگر حضرت نے ان کو تعلیم مکمل کرنے کا مشورہ دیا، وہ وہاں تعلیم مکمل کر کے حضرت کی خدمت میں سہارنپور حاضر ہوئے اور حضرت سے بیعت ہوکر ان کی خدمت میں لگ گئے، مزید حضرت کے حدیث شریف کے اسباق میں بھی شریک ہوتے، حضرت کو ان سے تعلق بڑھتا گیا اور وہ بھی حضرت کی خدمت کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتے اور پھر ایسا ہوا کہ وہ اپنی اہلیہ کو سہارنپور لے آئے تاکہ اور یکسوئی سے حضرت کی خدمت کرسکیں۔

حضرت شیخ کا اعتماد

کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے کاتب بھی بن گئے، اور حضرت شیخ کو ان پر اتنا اعتماد ہوگیا کہ ایک مرتبہ فرمایا بعض خطوط کا جواب تم خود ہی

☆ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دے دیا کرو اور ہمارے نام کے ساتھ اپنا نام راقم کے طور پر لکھ لیا کرو، اس کے علاوہ حضرت شیخ کی دی گئی ہدایات اور تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا رہے، یہاں تک کہ جب حضرت شیخ الحدیث نے اپنے آخری دور میں برطانیہ اور جنوبی افریقہ کا دورہ کیا اور زامبیا بھی تشریف لے گئے تو برطانیہ میں کام کرنے کے لئے مولانا محمد یوسف متالا صاحب کو جو مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں مقرر کیا اور انہوں نے حضرت شیخ کے حکم اور ایماء پر وہاں دارالعلوم کی بنیاد ڈالی، اور مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کو حضرت شیخ نے زامبیا میں کام کرنے کی ہدایات دی اور انہوں نے معہدالرشید کے نام سے چپاٹا زامبیا میں تعلیمی ادارہ قائم کیا اور اس کے ساتھ وہ دعوت دین اور تربیت نفوس کے کام میں بھی لگ گئے اور بڑی تعداد میں لوگوں کو آپ سے نفع پہنچا۔

حضرت شیخ کی توجہات

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مولانا عبدالرحیم صاحب کو اس وقت بڑی توجہات حاصل ہوئیں، جب وہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی ابوداؤد شریف کی شرح ''بذل المجہود'' کی طباعت واشاعت کے کام کے لئے مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب مظاہری ندوی اور مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب مکی کے ساتھ قاہرہ مصر گئے اور اس کے لئے طویل قیام کیا، اس وقت حضرت شیخ اپنی مجالس میں ان حضرات کے لئے نام لے کر خصوصیت سے دعا کرتے اور کراتے اور ان کے تذکرہ سے خوش ہوتے اور ان کے حالات سن کر اظہار مسرت فرماتے، جس پر دوسروں کو رشک بھی آتا، مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کو حضرت شیخ کے ہاں ایسا تقرب حاصل ہوگیا تھا کہ حضرت ان سے بڑی رازدارانہ گفتگو بھی فرماتے اور اپنے معاملات میں ان کو

امین بھی بناتے، ان کو حضرت نے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور پھر ان کا حضرت کے مقرب ترین اور معتمد ترین خلفاء میں شمار ہوا۔

حضرت شیخ کے محبوب ان کو بھی محبوب تھے

اور ان کو حضرت شیخ سے اس درجہ تعلق تھا کہ انہیں وہ لوگ بھی محبوب تھے جو حضرت کو محبوب تھے، اور وہ شخصیتیں عزیز تھیں جو حضرت کو عزیز تھیں، اس لئے ان کو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے بڑا قلبی تعلق ہو گیا تھا، اور اسی نسبت سے وہ ہم لوگوں کے ساتھ بھی اظہار تعلق فرماتے، انہوں نے برادر گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو زامبیا آنے کی دعوت دی۔

وہ ہم لوگوں سے ملاقات کے لئے بھی آئے

اور پھر جب وہ علاج کے لئے ہندوستان میں کیرالا آئے ہوئے تھے اور ارونا کولم (کوچین) میں قیام تھا اور ہم لوگ ایک تعلیمی ودعوتی سفر پر کائم کولم میں آئے ہوئے تھے تو وہ ہم لوگوں کی اطلاع پا کر کوچین سے کائم کولم میں مدرسہ حسینیہ جہاں ہم لوگوں کا قیام تھا تشریف لائے، ان کا مقصد صرف ملاقات تھا اور بڑی محبت وشفقت کا معاملہ انہوں نے کیا۔

ان کی تکیہ آنیکی خواہش تھی

ان کی یہ بھی خواہش تھی جس کا انہوں نے اظہار بھی کیا کہ وہ تکیہ رائے بریلی بھی تشریف لائیں گے؛ لیکن بعض اعذار کی وجہ سے یہ نہ ہوسکا، جس کا ان کو بڑا افسوس تھا، اور اب اس کا وہ دوبارہ ارادہ کررہے تھے کہ ہندوستان کا سفر کریں اور خاص طور

پر حضرت سید احمد شہیدؒ کے وطن تکیہ رائے بریلی تشریف لائیں، اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی قبر پر خود حاضر ہو کر فاتحہ پڑھیں، اور ان کے افراد خاندان سے ان کے مقام پر ملاقات کریں، ہم لوگوں کو بڑی خوشی تھی کہ جلد ہی آپ سے ملاقات ہوگی اور وہ یادیں تازہ ہوں گی، جو حضرت شیخ اور حضرت مولانا علی میاں ندوی سے وابستہ رہی ہیں، مگر یہ حسرت رہ گئی کہ اچانک جامعہ سید احمد شہید کٹولی لکھنؤ میں ابنائے قدیم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اجلاس میں جو ۸/اور ۹/دسمبر ۲۰۱۲ء میں منعقد ہو رہا تھا، ان کی وفات کے حادثہ فاجعہ کی خبر ملی اور دل دھک سے رہ گیا۔

مولانا حضرت شیخ کی متعدد خصوصیات کے حامل ہو گئے

مولانا عبدالرحیم صاحب متالا حضرت شیخ کی محبت اور قربت اور قرب کی وجہ سے حضرت شیخ کی متعدد خصوصیات کے حامل ہو گئے تھے، ان میں غایت درجہ کی تواضع تھی، اس کے ساتھ ساتھ وہ تعلیم وتربیت، دعوت اور علمی تحقیقی مزاج رکھتے تھے، عشق رسول اور سنت کی اتباع کا ان میں غلبہ تھا۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی خدمات حسنات کو قبول فرما کر اضعافا مضاعفہ اجر عطا فرمائے۔

عالم ربانی مولانا عبدالرحیم متالا کا سانحۂ ارتحال

مولانا ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندوی ☆

مولانا کی وفات کی خبر

۹؍دسمبر ۲۰۱۲ء کو ۱۲؍بجے دن میں مفتی محمد یونس گجراتی کا مدینہ منورہ سے فون آیا کہ میں بہت حسرت اور رنج وغم کے ساتھ آپ کو یہ اندوہ ناک خبر سنا رہا ہوں کہ آپ کے دوست حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کا آج ساڑھے آٹھ بجے صبح چیپاٹا ''زامبیا'' میں انتقال ہوگیا، ان کے ساتھی اور آپ کے خصوصی دوست مولانا محمد اسماعیل بدات زار وقطار رو رہے ہیں، یہ ناگہانی خبر اس ناچیز کے دل ودماغ پر بجلی بن کر گری، اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون۔

مولانا سے میرے تعلقات ۴۵؍سال سے تھے

مولانا مرحوم سے میرے تعلقات تقریباً ۴۵ سال سے تھے، ہمارے شیخ واستاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی اپنی علمی و روحانی اور حدیثی خدمات میں سلف صالحین کی یادگار تھی، رائے پور اور تھانہ بھون کے خالی ہونے اور حضرت مدنیؒ کی وفات کے بعد طالبین اور اہل تعلق نے آپ کی ذات گرامی کی طرف پروانہ وار رُخ کیا، آپ کی خانقاہ اپنے دور میں حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ کی یاد تازہ کر رہی تھی، اس ناچیز کا تعلق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

☆ استاد حدیث جامعۃ العین، ابوظبی

کی ذات گرامی سے ۱۹۵۲ء سے اخیر حیات تک رہا، اس کی تفصیل میری آنے والی کتاب ''داستاں میری'' میں بیان کردی گئی ہے۔

حضرت شیخ کے یہاں مولانا کا خاص مقام

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشدین میں محترم مولانا عبدالرحیم متالا مرحوم اور ان کے چھوٹے بھائی عزیز گرامی مولانا محمد یوسف متالا کا خاص مقام تھا، اس ناچیز کی سال میں متعدد بار حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی، مولانا مرحوم اور ان کے رفقاء مولانا غلام محمد پٹیل مرحوم اور مولانا محمد اسماعیل بدات اور مولانا مرحوم کے چھوٹے بھائی، ان سب سے ان لوگوں کی ابتدائی آمد کے زمانہ ہی سے تعارف وتعلق ہوگیا تھا، ۱۹۶۷ء میں فلاح دارین ترکیسر گجرات میں میری آمد کے بعد اس تعلق میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا تھا، یہ تعلق محبت ویگانگت کا تھا۔

مولانا کے گاؤں میں متعدد بار حاضری

مولانا عبدالرحیم مرحوم جب سہارنپور سے گجرات اپنے وطن ورٹھی اور نانی نرولی آتے تھے تو ان کے گاؤں میں میری متعدد بار حاضری ہوتی تھی، اور وہ بھی ترکیسر میری ملاقات کے لیے کبھی گھوڑے پر سوار ہوکر اور کبھی دوسری سواری سے بار بار تشریف لاتے، اور بڑی پُر نور اور پُر لطف مجلسیں رہتیں، ان میں بعض علماء اور اہل تعلق بھی شریک ہوتے، خصوصیت سے ہمارے فاضل دوست مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب جب شرکت کرتے تو مجلس کی رونق دوبالا ہوجاتی۔

مولانا ہمارے وعظ وتقریر کا انتظام کرتے

مولانا اکثر قرب وجوار میں اور اپنے اعزہ واقارب کے یہاں بھی پروگرام بنا کر

ہمیں لے جاتے اور وعظ وتقریر کا بھی نظام مرتب کرتے تھے، میری ہر تقریر پر یہ فرماتے کہ آج آپ نے ایک نیا نکتہ بیان کیا یہ کہاں سے لائے اور خوشی کا اظہار فرماتے۔

مولانا کا ایک رسالہ حقیقت شکر

مولانا مرحوم نے ایک رسالہ ''حقیقت شکر'' کے عنوان پر قیام گجرات کے زمانہ میں تالیف کیا تھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ناچیز سے تاکیداً فرمایا: ''اس پر اہتمام سے نظر ثانی کرلو اور مقدمہ لکھ کر اپنی نگرانی میں شائع کراؤ'' چنانچہ یہ رسالہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا، میں نے اس کا ایک نسخہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی خدمت میں بھیج دیا تھا، اس پر مولانا نے صدق جدید میں کلمۂ تحسین تحریر فرمایا، حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم نے بہت جرأت مندانہ اقدام کیا کہ مولانا دریابادی کا معیار تو بہت اونچا ہے۔

رسالے کے مقدمے میں مولانا کا تعارف

اس رسالہ کے مقدمہ میں ناچیز نے مولانا عبدالرحیم متالا مرحوم کے تعارف میں لکھا تھا:

''عزیز موصوف نے جامعہ حسینیہ راندیر میں نہایت محنت اور ذوق وشوق سے اپنی تعلیم کی تکمیل کی، فراغت کے پانچ سال سے استاذی ومرشدی حضرت اقدس برکۃ العصر شیخ الحدیث صاحب مدفیوضھم کی خدمت میں قیام کا شرف حاصل رہا، اسی طرح تین سال حضرت اقدس کے درس بخاری میں شرکت کی سعادت حاصل رہی، ان کی سعادت مندی کی وجہ سے حضرت کی ان پر خصوصی شفقت کی نظر بھی ہے، اس لیے اس کتاب میں جابجا حضرت اقدس کے ملفوظات بھی نقل کیے گئے ہیں یا ان سے استفادہ کیا گیا ہے''۔

مولانا کے ساتھ مصر میں قیام

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جب بذل المجہود کو ندوۃ العلماء لکھنؤ سے چھ جلدوں کی طباعت کے بعد بقیہ جلدوں کی طباعت اور اوجز المسالک کی طباعت کا قاہرہ میں فیصلہ فرمایا تو اس ناچیز کو محترم مولانا عبدالحفیظ مکی کے اصرار پر اس کی تصحیح ونگرانی کے لیے مقرر فرمایا، میری معاونت ومساعدت کے لیے مولانا مرحوم کا انتخاب فرمایا، چنانچہ ہم لوگوں کا سفر مکہ مکرمہ سے عمرہ کرتے ہوئے ۲۰؍شعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۸؍ستمبر ۱۹۷۲ء کو قاہرہ کا ہوا، مولانا قاہرہ مع اپنی اہلیہ کے تشریف لائے تھے کہ کھانے وغیرہ میں سہولت رہے گی، وہاں کے ایک سالہ قیام میں بذل المجہود کی بقیہ جلدیں مکمل ہوئیں اور اوجز کی صرف دو جلدیں ہوسکی تھیں، طباعت کی دشواریوں کی بنا پر بقیہ جلدیں بیروت منتقل کر دی گئیں اور وہاں مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے اپنی نگرانی میں طباعت مکمل کرائی۔

حضرت شیخ کے یہاں ہم لوگوں کیلئے دعاؤں کا اہتمام

سہارنپور میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رمضان المبارک کی مجلس میں ہم دونوں کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک گرامی نامہ میں اس ناچیز کو لکھتے ہیں کہ تم دونوں کے لیے دعاؤں کا تو جس قدر زور مولانا عبیداللہ صاحب نے باندھ رکھا ہے کہ مجھے بھی بسا اوقات خیال ہوتا ہے کہ سننے والوں کی گرانی تک نہ پہنچ گیا ہو، مولانا عبیداللہ صاحب کو اللہ جزائے خیر دے کہ وہ نظام الدین کے اصول کے موافق ختم خواجگان کے بعد اتنی لمبی چوڑی دعائیں کراتے ہیں جس سے یقین ہوگیا کہ اللہ کی مدد ضرور تمہارے ساتھ ہوگی۔

مولانا کے یہاں بچے کی ولادت اور حضرت شیخ کی خوشی

قاہرہ سے اس ناچیز کی واپسی ایک سال کے بعد مکہ مکرمہ ہوئی، بذل المجہود کی آخری جلد ہمارے ساتھ تھی، آمد پر حضرت شیخ نے بہت ہی خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا؛ لیکن مولانا مرحوم اور ان کی اہلیہ اور مولانا عبدالحفیظ کی آمد میں قدرے تاخیر ہوئی، اس لیے کہ وہاں پر مولانا مرحوم کے صاحبزادے عبدالحلیم کی ولادت ہوئی تھی، واپسی پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیحد خوشی کا اظہار فرمایا اور شیرینی تقسیم کرائی اور خصوصی دعوت کا اہتمام فرمایا۔

مولانا کے ذکر میں کشش اور جاذبیت

مولانا مرحوم جب ذکر کے لیے بیٹھتے تھے تو ایک خاص فضا پیدا کر دیتے تھے، آواز میں بڑا درد اور کشش تھی، حضرت شیخ نے دونوں بھائیوں کو اجازت وخلافت سے نوازا، اپنے ایک گرامی نامہ میں جو مولانا احمد گودھروی کے نام تھا، تحریر فرمایا کہ تمہاری تحریر پر دولاڈلے عبدالرحیم اور محمد یوسف میری طرف متوجہ ہوئے اور نہ معلوم کہاں تک پہنچ گئے۔

تین عاشقوں کا معشوق

ایک مرتبہ مولانا عبدالرحیم مرحوم کی سہارنپور آمد کی اطلاع کے بعد حضرت والاؒ اپنے مکان کے اندر زنان خانہ میں تشریف لے گئے، گھر والوں سے فرمایا آج کچھ اچھا پکا لینا، پوچھا گیا کہ کس کی آمد کی اطلاع ہے، حضرتؒ نے فرمایا ارے تینوں عاشقوں کا معشوق آرہا ہے، پوچھا گیا کہ وہ تین عاشق کون؟ اور معشوق کون؟ تو حضرتؒ نے مولانا عبدالرحیم صاحب کا نام لینے کے بعد عاشقوں کے بارے میں

فرمایا: بابا، بیٹا اور نصیر، مراد حضرت شیخ خود اور صاحبزادہ گرامی مولانا محمد طلحہ صاحب اور مولانا نصیر الدین صاحب ناظم کتب خانہ، یہ میں نے اس لیے نقل کر دیا کہ مولانا مرحوم اور ان کے بھائی مولانا محمد یوسف متالا کا حضرتؒ سے تعلق کا اندازہ لگایا جا سکے۔

مولانا کے بھائی مولانا یوسف متالا

چنانچہ مولانا محمد یوسف متالا برطانیہ بولٹن تشریف لے گئے، اور وہاں پر ایک بڑے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جو اہتمام تھا، اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خود باوجود معذوری کے بولٹن تشریف لے گئے اور چند دن قیام فرمایا، اب وہاں جناب مولانا یوسف متالا کا علمی وروحانی فیض عام ہو رہا ہے، ان کے شاگردوں اور مریدوں کا ایک بہت بڑا حلقہ ہے۔

مولانا عبدالرحیم زامبیا تشریف لے گئے

اسی طرح مولانا عبدالرحیم مرحوم زامبیا والوں کی طلب پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے وہاں تشریف لے گئے، زامبیا میں قصبہ سے باہر چپاٹا ۹ر اکتوبر ۱۹۸۹ء بروز جمعہ معہد الرشید کی بنیاد رکھی گئی، اور وہاں بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی معذوری کے باوجود تشریف لے گئے، اس معہد کا فیض افریقہ کے بڑے حصہ میں پہنچ رہا ہے، مختلف افریقی ملکوں کے لڑکے یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، مولانا مرحوم ہر سال صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور دیگر علماء کو دعوت دے کر وعظ وتقریر کے لیے بلاتے رہتے تھے، جس سے پورا علاقہ فیض یاب ہوتا تھا۔

مولانا کا فیض کناڈا میں بھی تھا

اسی طرح مولانا مرحوم کا قیام کناڈا میں بھی رہتا تھا، وہاں بھی ان سے بہت سے

لوگ فیض یاب ہوتے رہتے تھے، ماشاء اللہ یہ معہد روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے، اس ناچیز کو بھی کئی مرتبہ انہوں نے چپاٹا آنے کی دعوت دی، لیکن مقدر سے یہ سفر نہ ہوسکا، البتہ حرمین شریفین میں ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

مولانا کی دعائیں اور فون پر گفتگو

۲۸/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو ہماری اہلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا، مولانا مرحوم کو جب علم ہوا تو انہوں نے فون کے ذریعہ بڑی لمبی تعزیت کی اور یہ فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں آپ کی اہلیہ کے ایصال ثواب اور ختم قرآن کا اہتمام کیا گیا، اور آپ کے لیے بھی خصوصی دعائیں کی جارہی ہیں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا کام کر رہے ہیں، تقریباً اس مہینہ میں فون پر پانچ مرتبہ گفتگو ہوئی اور آخری گفتگو ۱۵/منٹ تک رہی، اور بہت ہی محبت آمیز اور درد آشنا جس کی لذت اب تک محسوس ہورہی ہے، مگر کیا معلوم کہ یہ جانکاہ حادثہ پیش آنے والا ہے۔

نہ سمجھے تھے کہ اس جان جہاں سے یوں جدا ہوں گے
گو سنتے یوں چلے آئے تھے اک دن جان ہے جانی

اللہ تعالیٰ ان کے علمی ودینی سلسلہ کو باقی رکھے

اس مختصر تحریر میں اسی پر اکتفاء کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے اس سلسلہ کو باقی رکھے اور ترقیات سے نوازے، ان کا مدرسہ معہد الرشید ترقیات کی راہ پر گامزن رہے، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کی تکمیل فرمائے، ان کی کتاب ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' جس کی طباعت واشاعت کا ان کو بیحد اہتمام تھا، اس کی بھی تکمیل فرمائے، ان شاء اللہ عبدالحلیم اور ان کے بھائیوں سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں، یہ سب عزیز گرامی عالم ربانی محترم مولانا محمد یوسف صاحب متالا حفظہ اللہ تعالیٰ

کی سرپرستی میں سب کام انجام دیتے رہیں گے، حضرت مولانا کی زندگی کے آخری لمحات میں بہت سے اہل ذکر نے مبشرات ورؤیا دیکھے، جن میں خاص طور سے ان کی بہن ہیں کہ مولانا کے لیے بہت سی بشارتیں دی گئیں، اس کی تفصیل محترم مولانا محمد یوسف صاحب کے مقالہ میں آئے گی، اس ناچیز نے شخصی طور پر ختم قرآن کیا اور ایصال ثواب کیا اور کر رہا ہوں، اور ہماری جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ میں خصوصی اہتمام کیا گیا، اخیر میں مولانا مرحوم کے چھوٹے بھائی اور صاحبزادگان اور اعزہ واقارب کی خدمت میں تعزیت پیش کر رہا ہوں، اور اس شعر پر اپنی بات کا اختتام کر رہا ہوں:

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تیسرا باب

معاصرین ورفقاء کے احساسات

میرے بھائی جان کا حادثہ

حضرت مولانا یوسف متالا صاحب☆

مکرم محترم مولانا مسعود عزیزی ندوی صاحب زید مجدکم - بعد سلام مسنون!

وفات سے قبل کے حالات

بھائی جان کے لئے اتوار کی صبح فجر کی نماز کے فوراً بعد چائے لائی گئی، آدھا کپ نوش فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا وہیل چیئر لاؤ، اس پر بٹھایا گیا، فرمایا باہر لے چلو، چار قدم پر جب دروازہ کی دہلیز پر پہنچے، جب سامنے آسمان نظر آنے لگا، اشارے سے ٹھہرنے کو فرمایا۔

اس کے بعد آسمان کی طرف پوری گردن پیچھے کی طرف کرکے دیکھ کر اذان کی طرح نہایت بلند آواز سے فرمایا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' پھر اسی طرح گردن اور آنکھیں آسمان میں ادھر ادھر گھوم رہی ہیں، قدرے فاصلہ پر مسجد ہے، وہاں سے طلبہ اساتذہ سلام سن کر دوڑے بھاگے، پہنچ کر سامنے جمع ہیں، مگر نگاہ آسمان کی طرف ہے، تقریباً دو منٹ یہی حال رہا، اس کے بعد گردن آہستہ آہستہ جھک گئی اور روح پرواز کرگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون

پیدائش اور وفات

بھائی جان یکم جمادی الثانیہ ۱۳۶۳ھ بروز بدھ اس عالم آب وگل میں پہنچے تھے،

☆بانی وشیخ الحدیث دارالعلوم بری، انگلینڈ

اور ستر برس سات ماہ اور چوبیس دن دنیا میں گزار کر اتوار ۲۵ رمحرم ۱۴۳۴ھ کو علی الصباح پانچ بج کر ۴۵ رمنٹ پر واپس عالم بالا میں قدم رنجہ ہو گئے۔

انوکھا واقعہ

وصال کا حال استاذ مکرم حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب دام ظلہم کے پوچھنے پر فون پر میں نے عرض کیا تو فرمانے لگے یہ تو آج بالکل انوکھا واقعہ معلوم ہوا۔

بزرگوں کے وصال کے احوال پر کتاب

واقعہ بھی یہی ہے کہ راقم کی کتاب ''بزرگوں کے وصال کے احوال'' میں کوئی پانچ سو کے قریب آخرت کے سفر کرنے والوں کے واقعات ہیں، جو گذشتہ ماہ حضرت مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی دام مجدہم کے تقاضے پر دوبارہ طبع ہوئی، جس میں ذکر اللہ کرتے تے، کلام اللہ پڑھتے پڑھتے، حدثنا اخبرنا کے ساتھ حدیث سناتے ہوئے جانے والوں کا ذکر ہے، سجدہ میں جان دیدی، شعر پڑھتے پڑھتے یا سنتے ہوئے چلے گئے، یا چیخ ماری جان دیدی، الگ الگ ابواب ہیں۔

ایک بزرگ کی وفات کا واقعہ

ایک باب ہے خواب میں دیکھا، پوچھا کیا گزری؟ اس میں ہے کہ شیخ محمد بن الحسین نے کھڑے ہو کر فرمایا ''وعلیکم السلام'' آئیے، پوچھا گیا آہا! یہ آپ نے کس کو دیکھ کر فرمایا، جواب دیا شیخ ابوالحسن خرقانی وعدہ کی بنا پر اتنے زمانہ بعد جوانمردوں کی جماعت لے کر آئے ہیں تا کہ میں نہ ڈروں، یہ فرما کر انتقال فرما گئے، اللہ کرے بھائی جان ہمیں لینے کو آئیں۔ فقط والسلام

یوسف متالا

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

آہ! میرے محسن و ہمدرد
مولانا عبدالرحیم متالا

مولانا محمد اسماعیل بدات☆

عزیز مکرم جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب سلمہ اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا عبدالرحیم میرے بچپن کے ساتھی

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ نے کبھی کسی کی وفات پر مضمون نہیں لکھا، حضرت معذرت فرمادیا کرتے تھے کہ میں اس لائن کا آدمی نہیں ہوں، بہر حال جناب کے بار بار اصرار کے پیش نظر اور مولانا مرحوم کے احسانات کی بنا پر یہ کچھ لشٹم پشٹم لکھوا رہا ہوں، میں تو لکھنے سے بھی معذور ہوں، آہ! کیا لکھوں میرے بچپن کے ساتھی، ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، ایک استاد سے حفظ کیا، ایک مدرسہ جامعہ حسینیہ میں پڑھا، بچپن میں ہم ان کو ''عبدُل'' کے نام سے پکارتے تھے اور وہ مجھے ''اہمال'' کے نام سے پکارتے تھے؛ بلکہ مدرسہ میں بھی اسی نام سے پکارتے رہے۔

حضرت شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرنیکی تقریب

حضرت شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی تقریب یہ ہوئی کہ ہم دونوں نے طالب علمی کے زمانہ میں جب کہ عربی پنجم یا ششم میں تھے، نصیر پور گاؤں میں تراویح

☆مقیم مدینہ منورہ

پڑھائی، وہاں سالے بہنوئی دو جید الاستعداد عالم تھے، انہوں نے ڈابھیل پھر سہارنپور میں پڑھا تھا، ان میں سے ایک حضرت مولانا ہاشم صاحب حضرت شیخ سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے اور بعد عصر مسجد میں ذکر بھی کرتے تھے، بندہ موصوف کو بغور دیکھا کرتا تھا، تراویح کے بعد ہم کافی دیر تک بیٹھتے تھے، اس میں یہ دونوں سالے بہنوئی اکثر اپنی زمانہ طالب علمی اور بزرگوں کے واقعات سنایا کرتے تھے، اسی میں حضرت شیخ سے مولانا ہاشم صاحب کا تعلق قائم ہوا، وہ بڑے مزے لے لے کر حضرت کے واقعات سنایا کرتے تھے، اور اسی ماہ مبارک میں احقر کو کئی بزرگوں کی خواب میں زیارت ہوئی، حضرت شیخ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت مدنیؒ، مولانا عثمانیؒ وغیرہ کی زیارت ہوئی، اس میں حضرت شیخ کی طرف میرا رجحان بڑھتا رہا، حالانکہ ابھی تک حضرت کی زیارت سے بھی مشرف نہ ہوا تھا، اب یہ یاد نہیں کہ میں نے ان خوابوں کا ذکر حضرت مولانا ہاشم صاحب سے کیا کہ نہیں، بہرحال آئندہ تعلیمی سال میں حضرت سے خط وکتابت شروع ہوئی، اور میں بذریعہ خط حضرت سے بیعت ہوگیا، اور بھی کچھ طلباء ہمارے مدرسہ کے حضرت سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے، بہرحال آنے والے رمضان میں میں نے ایک اور جگہ تراویح پڑھائی اور مولانا عبدالرحیم نے بھی دوسری جگہ تراویح پڑھائی، اور معمولات کی پابندی بھی رہی، اور حضرت شیخ سے تعلق بڑھتا رہا۔

حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور حاضری

اس کے بعد آنے والے رمضان کو سہارنپور حضرت کی خدمت میں گزارنے کا ارادہ ہوا، سخت گرمی کا زمانہ تھا، میں نے جب زمانہ تعطیل میں والدین سے سہارنپور جانے کا تذکرہ کیا تو سب سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تنہا اتنی دور کیسے

جائے گا، بہرحال میں سہارنپور پہنچ گیا، سخت سردی کا زمانہ تھا، حضرت سے ملاقات دوپہر کے کھانے سے پہلے ہوئی، بڑا ہجوم تھا، علی گڑھ سے جماعتیں آئی ہوئی تھیں، کھانے کا انتظام بھی مدرسہ قدیم میں تھا، سب کے ساتھ میں نے بھی حضرت سے مصافحہ کرلیا، پھر سوچا کہ بات چیت تو ہوئی نہیں، تو مغرب بعد مسجد سے نکلتے ہوئے دوبارہ مصافحہ کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ تم تو دوپہر کو مل چکے تھے، پھر حضرت نے پوچھا کوئی خط وغیرہ ہے، میں نے کہا ''ہے'' تو فرمایا کہ صبح چائے کے وقت خط لے کرآنا، صبح جب میں حضرت کو خط دکھایا تو حضرت نے خط دیکھ کر فرمایا، یہاں بیٹھ جا، پھر جب حضرت دارالتصنیف میں جانے لگے تو مجھے بھی اوپر لے گئے، پھر ذکر جہر بتلایا اور فرمایا صحن میں بیٹھ کر ذکر کر، کھلی جگہ تھی، سردی بھی بہت تھی، میں نے ذکر شروع کردیا، بعد میں حضرت نے مولانا عاقل صاحب کو چٹائی لے کر بھیجا، پھر چٹائی پر بیٹھ کر ذکر کیا۔

مولانا عبدالرحیم کی شیخ سے تعلق کی تقریب

مولانا عبدالرحیم صاحب کی تقریب یہ ہوئی کہ وہ پہلے ایک نقشبندی بزرگ کی طرف میلان رکھتے تھے، ان کا ذکر بھی کرتے تھے، ہمیں بھی ادھر ہی لے جانا چاہا، بلکہ ایک دفعہ بیعت کے ارادہ سے ان کے یہاں گیا بھی، مگر بیعت کی نوبت نہیں آئی، بہرحال میں سہارنپور آ گیا اور مولانا ایک گاؤں میں تراویح پڑھانے چلے گئے، وہاں قرآن ختم کرکے وہیں سے ۲۷/رمضان کو سیدھے سہارنپور پہنچ گئے، او رحضرت سے بیعت ہوگئے، انہوں نے خط لکھا یا زبانی ذکر کیا کہ میں نے تمہیں عبادت میں بہت مشغول پایا، اسی بنا پر میرا بھی رجحان ہوا، ویسے گودھرا کے ایک مولوی احمد علی تھے، وہ بھی ان کو حضرت سے بیعت ہونے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

مولانا نے حضرت شیخ کے خطوط کا چارج سنبھال لیا

بہر حال قسمت نے صحیح جگہ پہنچا دیا، آنیوالا سال ان کا آخری تعلیمی سال تھا، اس لئے اختتام سال پر ہم سہارنپور پہنچ گئے، ایک ساتھی مولوی غلام محمد بھی تھے، حضرت کے یہاں ایک مدراس کے مولانا یعقوب صاحب تھے، وہ حضرت کے کاتب خطوط تھے، وہ جب وطن جانے لگے تو حضرت نے عشاء کی بعد کی مجلس میں فرمایا کہ بھائی ہمارے کاتب جارہے ہیں، کوئی ہے تم لوگوں میں جو میرے خطوط لکھ دیا کرے، مولانا عبدالرحیم صاحب کھڑے ہوگئے کہ حضرت میں لکھ دیا کروں گا، حضرت نے تعارف چاہا تو مولانا عبدالرحیم نے اپنا تعارف کرادیا، مولوی یعقوب کے جانے کے بعد خطوط نویسی کا چارج سنبھال لیا، ماشاءاللہ مولانا عبدالرحیم صاحب نے ڈاک کا نظام خوب سنبھالا، حضرت کا بڑا اعتماد حاصل ہوا۔

عبدالرحیم تم سب میں اچھا جارہا ہے

اور حضرت ان کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے، اور بارہا اس بات کا اظہار کیا کہ عبدالرحیم تم سب میں اچھا جارہا ہے، اللہ تعالی مرحوم کی خدمات کو قبولیت سے نوازے، بعد رمضان میں تو گھر آگیا، کیونکہ میرا تعلیمی سال باقی تھا، مولانا عبدالرحیم اور مولانا غلام محمد صاحب رہ گئے، حضرت سہارے سے چلتے تھے، اس لئے یہ خدمت بھی موصوف ہی کے ذمہ رہی، دوسرے سال میں بھی وہاں پہنچ گیا اور مستقل وہیں پڑ گیا۔

مولانا مجھے بہت چاہتے تھے

مولانا عبدالرحیم صاحب کے متعلق میں کیا لکھوں، آہ! میرے محسن، میرے مخلص، میرے ہمدرد، جہاں کوئی مشکل پیش آئی، انہوں نے تعاون کا ہاتھ بڑھایا

بلکہ دوسروں کے لئے بھی سفارش کی تو ان کا بھی تعاون کیا، ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھے پھنسایا، میں نے مولانا سے ذکر کیا تو فوراً انہوں نے بڑی خطیر رقم کا انتظام کرکے میرے بوجھ کو ہلکا کیا، اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کی صاحبزادیاں برسوں کے بعد حج میں آئی تھیں، تو مجھے معلوم ہوا کہ منی میں ان کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے، تو میں نے مولانا مرحوم کو فون کیا تو انہوں نے کہا میں کوشش کرتا ہوں، چنانچہ میں نے ان کی نشاندہی پر ایک صاحب کو فون کیا اور مولانا نے بھی اس کو متوجہ کیا، اس نے ایک ہفتہ کے اندر پورا انتظام کرکے بھیج دیا، مرحوم مجھے بہت چاہتے تھے، بارہا اپنے پاس مجھے بلاتے تھے، چھ سات دفعہ زامبیا کا سفر کیا ہے، سب مصارف مرحوم نے ہی برداشت کئے۔

میرا یہاں کوئی ہم مزاج ہی نہیں

وہ فرماتے تھے کہ میرا یہاں زامبیا میں جی ہی نہیں لگتا کوئی ہم مزاج ہی نہیں ہے، وہاں سے نکلنے کی بہت کوشش کی، مگر چونکہ حضرت شیخ قدس سرہ نے بٹھایا تھا، اس لئے وہ کامیاب نہیں ہوئے، وہ کہتے تھے تم نے اچھا کیا کہ سب اپنی فیملی کو ساتھ ہی رکھا، مجھے تو اپنی بچی بہت یاد آتی رہتی ہے، جو کناڈا میں رہتی ہے، بار بار کناڈا جاتے تھے۔

مولانا نے اخیر میں چاہا کہ میرا حرمین کا قیام ہوجائے

اخیر میں انہوں نے یہ بھی چاہا کہ میرا حرمین میں قیام کا انتظام ہوجائے، میں نے کہا کہ موجودہ حالات میں اس کا امکان نہیں ہے۔

وہ کہتے تھے کہ تم یہاں کیسے آکر بیٹھ گئے، میں نے کہا کہ میں حادثاتی طور پر مدینہ منورہ پہنچ گیا، سارے مراحل بڑی آسانی سے طے ہوتے رہے، اب چالیس

سال گزر گئے۔

مولانا اکثر دعاؤں کیلئے فون کرتے رہتے تھے

اکثر دعاؤں کے لئے فون کرتے رہتے تھے، آخری حج سے پہلے ان کے بار بار فون آتے رہے کہ میرا ارادہ ہے مگر مقدر نے ساتھ نہ دیا، اور وہ نہ آسکے، حج کے بعد بھی وہ عمرے کے لئے بار بار فون کرتے رہے، میں نے ان کو مختلف صورتیں بتلائیں مگر وہ اس پر عمل نہ کرسکے۔

تم میرے محسن ہو

انتقال سے ہفتہ عشرہ قبل ان کا فون آیا، میں نے کہا تمہارے لئے حج میں نام لے کر دعا کی ہے، تو بہت خوش ہوئے اور رونے لگے کہ تم میرے محسن ہو، صلاۃ وسلام بھی پہنچاتے ہو، دعا بھی کرتے ہو، آئندہ بھی یاد رکھنا، جب ان کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا تو مخصوص تعداد میں ختم قرآن کر کے ان کو اطلاع دی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمیں بھی یاد رکھنا، میں نے کہا کون پہلے، کون بعد میں، یہ وقت ہی بتلائے گا، الحمدللہ ان کی فرمائش کے مطابق طواف اور ختم قرآن خوب کئے جو ان کا قریبی عزیز بھی نہیں کرسکتا، مدینہ منورہ آتے تھے تو مغرب بعد میرے پاس ہی بیٹھتے تھے، میں پڑھتا رہتا وہ دیکھتے رہتے، ایک مرتبہ فرمایا یومیہ کتنا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا تم روز دیکھتے ہو۔

انتقال کے بعد بارہا خواب میں زیارت ہوئی

بہر حال اللہ نے توفیق دی ہے اور مدینہ منورہ کے مبارک قیام میں جتنا بھی ظاہری اعتبار سے اعمال صالحہ کی توفیق ہوجائے، حقیقت حال تو اللہ ہی بہتر جانے،

انتقال کے بعد بارہا خواب میں زیارت ہوئی، جس طرح زندگی میں ہم تنہائی میں تفریحی باتیں کرتے تھے، اسی طرح باتیں ہوتی رہتی ہیں، بہت سوں کو ناگوار بھی ہوتا تھا کہ ان کی طرف یہ اتنے کیوں مائل ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت کرے، ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ

لکھتا تو بہت کچھ مگر میں خود لکھنے سے معذور ہوں، دوسرے اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، اپنے لئے حسن خاتمہ کی دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

٨ ربیع الثانی ١٤٣٤ھ — اسماعیل بدات

یوم الاثنین — مقیم مدینہ منورہ

حسین یادوں کے نقوش

مولانا محمد دھودھات فلاحی ☆

گجرات کے آسمان پر
روحانی آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے والے

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ سہارنپور سے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا خصوصی نمبر ہمارے محسن ومحترم حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب نوراللہ مرقدہ کے حالات پر مشتمل شائع ہورہا ہے، چونکہ احقر کو بھی حضرت مرحوم کے ساتھ کچھ محبت ومصاحبت رہی ہے، اس لئے ان یادوں کو صفحہ قرطاس کے حوالہ کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، احقر دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں پڑھ رہا تھا، تب سے دوسرے مدرسہ جامعہ حسینیہ کے ان ہونہار خوش بختوں کے نام کام سے واقف تھا جو گجرات کے آسمان پر روحانی آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے والے تھے، بشمولیت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا۔

حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری
اور مولانا عبدالرحیم کا ذکر سکھلانا

۱۹۷۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے تحتانی برج شمالی میں سالانہ کے آخری ایام

☆دارالعلوم زکریا، زکریا پارک، جنوبی افریقہ

گزر رہے تھے (میں دو سال قبل حضرت قطب الاقطاب مولانا شیخ زکریا سے شرف بیعت حاصل کر کے ابتدائی معمولات پر عمل پیرا تھا) تو یہاں بوقت تہجد اپنے کمرہ میں حضرت شیخ قدس سرہ کو ذکر بالجہر کرتے ہوئے سنا اور جلدی سہارنپور حاضری کا داعیہ پیدا ہوا، بعد نماز فجر حضرت کے سامنے بیٹھ کر اپنا خواب بیان کیا، حضرت نے ارشاد فرمایا ''اب کس چیز کی دیر ہے'' قریب ہی مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم بیٹھے ہوئے تھے، ان کی طرف دیکھ کر حضرت نے فرمایا ان کو ذکر سکھاؤ، مولانا علیہ الرحمہ والغفران نے حکم کی تعمیل فرمائی، یہ میری زندگی کا نیا موڑ تھا، دل خوشی اور شکر کے جذبہ سے لبریز ہوگیا، الحمدللہ اس دولت کی بڑی قدر نصیب ہوئی، تھوڑے بہت علم میں اللہ تعالی نے اپنے تعلق اور پاک نام کی برکت سے بڑی قوت اور لطف سے نوازا۔

مولانا کے وطن میں مجلس ذکر میں حاضر ہونا

سہارنپور رمضان گزار کے اپنے وطن ''کونڈھ'' واپس ہوکر خدمت دین میں مشغول ہوگیا، امامت خطابت دینی مجالس اور حسب ضرورت گجراتی تالیفات بھی تیار کیں، ہفتہ میں ایک بار غالباً جمعرات کو مولانا عبدالرحیم متالا رحمۃ اللہ علیہ کے وطن وریٹھی مجلس ذکر میں حاضر ہوتا، مولانا بڑی شفقت فرماتے، ضیافت میں کوئی کمی نہ فرماتے، جب چیپاٹا ''معہدالرشید'' کا پروگرام بنا، اس وقت بھی وہاں کے لئے دعوت دی تھی، مگر ''عرفت ربی بفسخ العزائم'' قدرت کو میرے لئے دارالعلوم زکریا ساؤتھ افریقہ منظور تھا۔

اگر افریقہ میں دل نہ لگے تو بے تکلف خبر کر دینا

احقر کی یہاں حاضری کے درمیان دو ایک مرتبہ ملاقات رہی، ایک مرتبہ کہنے

لگے ”اگر افریقہ میں دل نہ لگے تو بے تکلف خبر کردینا میں اپنے پاس بلالوں گا“ اپنے فرزند عبدالرشید کو یہاں افتاء میں بٹھانے کے لئے مجھ سے ہی مشورہ کیا تھا، ان کی صورت سے تقوی وطہارت ٹپکتی، ذکر کا نور برستا معلوم ہوتا تھا، اللہ تعالی ان کے صدقہ جاریہ کو تادیر قائم دائم رکھے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

چوتھا باب

خودنوشت حالات
حضرت مولانا عبدالرحیم متالا

خودنوشت حالات

حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا نے اپنی زندگی کے مختلف حالات اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی صحبت ومعیت سے استفادہ پھر حضرت شیخ کے حکم سے زامبیا میں دینی ادارہ کا قیام اوراس کی تعلیمی جدوجہد سے متعلق ایک مضمون لکھا تھا، جو ”حضرت شیخ اوران کے خلفاء کرام“ کی تیسری جلد میں چھپا ہوا ہے، چونکہ حضرت کے خودنوشت حالات ہیں،اس لئے زیادہ مستند ومعتبر ہیں،افادہ عام کی غرض سے نقل کئے جارہے ہیں۔(مرتب)

نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عزم

۱۹۶۳ء میں مشکوٰۃ شریف ہوئی، اس کے بعد ایک گاؤں میں محراب سنائی، ماہ مبارک میں جب محراب سنارہا تھا، میرے بعض خاص دوست ماہ مبارک سہارنپور گزاررہے تھے، شعبان میں (زبانی) اوراس کے بعد سہارنپور سے تحریری طور پر وہ مجھے اس کی دعوت دے رہے تھے کہ میں بھی آخری عشرہ میں سہارنپور حاضر ہوجاؤں اور حضرت اقدس (شیخ زکریا) نوراللہ مرقدہ سے شرف بیعت حاصل کروں؛ لیکن میرا ارادہ ایک نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عرصہ سے تھا، ان کی تشریف آوری راندیر سے بالکل متصل سورت بھی سال میں ایک دومرتبہ ہفتہ عشرہ کے لئے ہوتی رہتی تھی، میں کئی مرتبہ آمد کی اطلاع پر حاضر بھی ہوالیکن وہاں جاکر معلوم ہوتا کہ آمد کسی وجہ سے نہیں ہوسکی؛ لیکن ارادہ پختہ تھا کہ ان سے بیعت ہوں گا۔

استخارہ اورخواب میں زیارت

ماہ مبارک بلکہ شعبان سے دوستوں کے اصرار پر کچھ کچھ خیال استخارہ کا ہوا، ماہ مبارک میں استخارہ شروع کیا، برابر استخارہ کرتا رہا، ایک روز خواب دیکھا کہ ایک بڑی مسجد کے صحن کے آخری میں حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ تشریف فرما ہیں اور فضائل رمضان شریف حضرت کے دست مبارک میں ہے، مجھے دیکھ کر حضرت نے بہت قوت کے ساتھ مجھے گھورا، اس سے مجھ پر بڑا رعب طاری ہوا۔

سہارنپور حاضری

اس سے قبل میں سہارنپور حاضر نہیں ہوا تھا، صبح ارادہ کرلیا کہ انشاء اللہ سہارنپور حاضر ہونا ہے، عام طور سے گجرات میں ۲۷/ویں شب میں ختم قرآن پاک کا معمول ہے، ۲۷/ویں شب میں قرآن پاک ختم کردیا اوراس شب میں رات ۲/ بجے دہرہ (ایکسپریس) سے روانہ ہوگیا، ۲۸/ رمضان المبارک کوظہر کے وقت سہارنپور حاضری ہوئی، اس سال حضرت نے اعتکاف نہیں فرمایا، میرے وہ دوست مولانا احمدادا صاحب جو سہارنپور دیکھنا چاہتے تھے مجھے یکایک دیکھ کر اچھل پڑے (اللہ تعالیٰ ان کی محبتوں کا دارین میں بہت ہی بدلہ عطافرماوے) خوشی میں غسل کیا، کپڑے بدلے، خوشبو لگائی، مٹھائی کی دعوت دوستوں کی کی، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت سے بیعت کا فیصلہ

ظہر کے بعد حضرت کچے گھر تشریف لے گئے، معتکفین کے علاوہ ذاکرین حضرت کے ساتھ کچے گھر گئے، اورحضرت حجرہ کے اندر قرآن پاک سنانے میں مشغول ہوگئے، اور باہر ذاکرین نے ذکر شروع کیا، احقر بھی اس مبارک مجلس میں

شریک رہا، حضرت اقدس کا رعب اور ذاکرین کا ذکر دل میں عجیب سا اثر پیدا کر رہا تھا، اس مجلس میں شاید بیعت کا ارادہ پختہ کرلیا، چنانچہ اپنے دوست کی معرفت حضرت سے درخواست بیعت کی گئی، حضرت اوابین سے فراغ پر قبیل عشاء بیعت فرماتے تھے، چنانچہ حاضری ہوئی، ساتھ ہی ایک اور صاحب بھی تھے، حضرت اقدس کا دست مبارک ایک ان کے ہاتھ میں اور دوسرا احقر کے ناپاک ہاتھوں میں تھا، اور حضرت نے بیعت کیا۔

ذکر بالجہر

بیعت کے بعد ہمارے ساتھی نے حضرت کے سامنے ذکر کا اشتیاق ظاہر کیا، حضرت نے اگلے روز بعد ظہر پوچھنے کے لئے فرمایا، میں نے بھی اس وقت ذکر کا شوق ظاہر کیا، حضرت نے مجھ سے بھی وہی سوال کیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ میں نے اگلے سال دورہ ہوگا جواب دیا، حضرت نے فرمایا دورہ کے سال میں اور طالب علم کو ذکر نہیں کرنا چاہئے، اس کے بعد واپس آگئے، مجھے حضرت کے انکار فرمانے پر بڑا رنج ہوا، میرے دوستوں نے کہا کہ رنج کی کوئی بات نہیں ہے، تم بھی کل ظہر کے بعد تمہارے ساتھی کے ساتھ چلے جانا، حضرت تو طلب دیکھنا چاہتے ہیں لیکن میری ہمت نہیں ہورہی تھی، خدا خدا کرکے بڑی دعائیں کرکے اگلے روز ساتھی کے ساتھ بعد ظہر حاضر خدمت ہوا، حضرت نے فوراً فرمایا تم کیوں آئے؟ میں عرض کیا ذکر کے لئے، ڈانٹ کر فرمایا میں نے رات منع نہیں کیا تھا کہ طالب علم کو ذکر نہیں کرنا چاہئے، میں تو چکرا گیا، پھر حضرت نے بارہ تسبیح کا ذکر بتا دیا، تقریباً دس روز حاضری کے بعد واپسی ہوئی، دورہ کے ساتھ بعد عصر ذکر کا اہتمام الحمد للہ ہوتا رہا، اور گاہے گاہے حضرت کی خدمت میں عریضہ بھی لکھتا رہا، حضرت کے عنایت نامے بھی آتے رہے۔

دوسری مرتبہ حاضری اور خدمت کا شرف

دورہ سے فراغ پر ۲۲؍شعبان کو سہارنپور حاضری ہوئی اور بقرہ عید تک کے لئے حضرت سے اجازت بھی لے لی، مہمان خانہ میں جہاں میرا بستر تھا، حضرت کے کاتب خطوط مولانا یعقوب صاحب مدارسی کا بستر بالکل میرے بستر سے متصل تھا، اواخر شعبان میں ان کے گھر سے دو ایک برقیہ ان کی جلد واپسی کے آئے، ایک دن انہوں نے مجھ سے نام پتہ وغیرہ دریافت کیا اور مدت قیام وغیرہ معلوم کیا، پھر مجھ سے پوچھا کیا تم حضرت کی ڈاک لکھوگے؟ یہ سوال میرے لئے انتہائی تعجب خیز تھا، اس لئے کہ حضرت سے کوئی جان پہچان تو کجا، راستہ میں حضرت کو سلام کرتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا تھا اور پرانے پرانے حضرت کے کئی خادم موجود تھے، ایک دم نئے سوال سے میں باغ باغ ہوگیا میں نے کہا ضرور ضرور، بات ختم ہوگئی۔

تم تو علامہ ہو

دسترخوان پر حضرت یہ تذکرہ فرمانے لگے کہ ہمارے مولوی یعقوب تو جا رہے ہیں، ہماری ڈاک کا کیا ہوگا؟ ایک دن ظہر کے کھانے میں جوتال میں سردیوں کی وجہ سے دھوپ میں ہو رہا تھا، حضرت نے فرمایا ارے تم میں کوئی ہے جو میری ڈاک لکھ لے گا؟ میں ایک دم سے نہ معلوم کیسے کھڑا ہوگیا کہ میں لکھوں گا، سارے لوگ مجھے تعجب سے دیکھنے لگے، حضرت نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا گجرات سے، دریافت فرمایا کیا کرتے ہو؟ عرض کیا میں جامعہ حسینہ سے فارغ ہوگیا ہوں (اس وقت اور اب بھی بات کرنے کا سلیقہ تو آتا نہیں) فرمایا ''تم تو علامہ ہو'' بیٹھ جاؤ۔

ڈاک لکھنے کی ابتداء

ماہ مبارک آگیا حضرت نے شاید پہلی مرتبہ اس سال پورے ماہ کا اعتکاف گھر

کے قریب والی مدرسہ قدیم کی مسجد میں فرمایا، دو چار ہی دن گزرے تھے کہ مولوی یعقوب صاحب کا وقت سفر آ گیا، اگلے روز وہ مجھے حضرت کے پاس لے گئے، ان دنوں میں حضرت کا معمول ۹/ بجے اٹھنے کا تھا اور پونے بارہ بجے کے قریب ڈاک مختصر دیکھنے اور لکھوانے کا تھا، حضرت نے فرمایا اس کو میری ڈاک کی جگہ اور ڈبہ وغیرہ دکھادو، پھر فرمایا تو مجھے اٹھالے گا؟ میں نے عرض کیا ان شاء اللہ، ان دنوں میں حضرت ایک آدمی کے سہارے دوسرے ہاتھ میں چھڑی کی مدد سے چلتے پھرتے تھے، اتنے معذور اس وقت نہیں ہوگئے تھے، حضرت نے فرمایا مردہ ہاتھی کا اٹھانا ہر ایک کے بس کا نہیں ہے، اس دن سے الحمدللہ خلاف وہم وگمان محض مالک کے کرم سے ڈاک کی سعادت اور حضرت کو استنجاء کے لئے لے جانے کی اور وضو وغیرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

سال بھر کے قیام کا عزم

پھر حضرت کی شفقتیں بھی بڑھنے لگیں، عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت یاد فرمانے لگے اور پھلکی کباب غیرہ مرحمت فرمانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے بقرہ عید قریب آگئی اور اپنے گھر سے بھی اور حضرت سے بھی بقرہ عید تک کے لئے اجازت تھی، حضرت نے حافظ صدیق صاحب سے معلوم کرایا کہ بقرہ عید کے بعد کیا نظام ہے؟ عرض کیا کہ جی تو اب نہیں چاہتا؛ لیکن مجبوری ہے، ملازمت کرنا ہے، حضرت نے حافظ صاحب سے فرمایا ہوگا، اس پر حافظ صاحب مجھ سے مزید ٹھہرنے کے لئے فرمانے لگے، میں نے اپنے گھر سے ماہ مبارک تک کے لئے اجازت لے لی، اور حضرت سے عرض کیا کہ اب ماہ مبارک کے بعد جاؤں گا، حضرت بہت خوش ہوئے، بڑی دعائیں دیں، اللہ جل شانہ کا فضل وکرم ہوا۔

حضرت کی شفقتیں

حضرت کی شفقتیں اور توجہات روز افزوں ہونے لگیں اور ڈاک کا سلسلہ بھی بحسن وخوبی انجام پاتا رہا، حضرت بڑے مطمئن رہتے، ٹوٹا پھوٹا ذکر وغیرہ کا سلسلہ بھی چلتا رہا، ساتھ ہی درس بخاری شریف میں بھی برائے نام شرکت ہوتی رہتی، سال پورا ہوگیا، اگلے سال بھر کے لئے پھر ارادہ کرلیا کہ سہارنپور ہی قیام کرنا ہے اور حضرت بھی اب تو یہی چاہتے تھے کہ مستقل وہیں پڑا رہوں، بار بار دریافت فرماتے کہ اب لونڈے گھر جاکر کیا کرے گا؟ پڑا رہ، ملازمت پھر زندگی بھر کرتے رہنا، اپنے اور بزرگوں کے واقعات پڑجانے کے سناتے رہتے، حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے پڑجانے کے واقعات سناتے، خود اپنے واقعات ملازمتوں کی پیشکش اور حضرت کی طرف سے انکار کے سناتے رہے، دینی آزمائشوں کے واقعات سناتے، میرے دوسرے سال بھر کے قیام کے ارادہ سے بہت ہی خوش ہوئے اور بڑی دعائیں دیں۔

اب تو حضرت کا تعلق شفقتوں اور عنایتوں سے بہت آگے محبت کے درجے میں تھا، اور محبت بھی ماشاء اللہ بہت زیادہ، کبھی طبیعت خراب ہوتی تو حضرت حجرہ پر کھانا بھجواتے، بار بار طبیعت پوچھواتے، مونگ کی دال کی کھچڑی خصوصیت سے گھر میں پکواتے، عشاء کے بعد مجلس میں مستقل شرکت، نہ صرف شرکت بلکہ کبھی غیر حاضری ہوتی تو اس پر فقرہ فرماتے، ان دنوں میں چندروز کے لئے اپنے گھر جانا ہوتا تو گھر پہنچنے کے ساتھ ساتھ ہی محبت نامہ بھی ڈاک میں پہنچ جاتا، اس میں واپسی کی تاریخ اور انتظار وغیرہ ہوتا، گھر جانے کے دنوں میں دو چار روز پہلے سے ہی اشعار وغیرہ پڑھتے اور فرماتے رہتے، تیرے جانے کا بڑا قلق ہورہا ہے، میری ڈاک کا کیا ہوگا؟

اور فرماتے ، ہماری طبیعت ایسی ہے کہ جلدی کسی سے مناسبت نہیں ہوتی ، جب کسی سے مناسبت ہوجاتی ہے تو وہی منہ پھیرنے لگتا ہے اور فرماتے :

گر گدھی کے کان میں کہہ دوں کہ ہوں تجھ پر فدا

قسم ہے رب کریم کی وہ بھی کھیت کھانا چھوڑ دے

وغیرہ وغیرہ دلچسپ قصے اور فقرے اور اشعار سناتے ، جب گھر سے واپسی ہوتی تو بڑی دعوت فرماتے ، خوب شفقتیں فرماتے ، ساتھ ہی قیام سہارنپور میں پھر تو پیسے کپڑے ہر چیز کا خیال فرماتے اور آخر میں تو ہزاروں کی رقم مرحمت فرماتے ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو ہزاروں دے کر سکون اور چین ملتا ہے ۔

اصلاح و تربیت

ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ ذکر شغل اور اصلاح کی طرف سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے تھے ، کبھی ذکر ناغہ ہوجائے یہ گوارا نہیں تھا ، کبھی بھی کوئی غلطی ہوجائے تو چھوٹی غلطی پر فقرہ اور بڑی غلطی پر ڈانٹ اور غصہ اور کبھی زیادہ قابل اصلاح بات ہوتی تو زبردست ڈانٹ بھرے مجمع میں پڑا کرتی تھی ، اس میں کسی قسم کی رورعایت اور شفقت اور محبت اس کے لئے مانع نہیں تھی بلکہ یہی حقیقتاً محبت تھی کہ غلطیوں پر تنبیہ اور ڈانٹ سے خبر لیتے تھے اور اپنے اور بزرگوں کے اس سلسلہ کے واقعات سناتے رہتے ، لیکن حضرت کی ایک عجیب بات یہ تھی کہ سخت غصہ کی حالت میں جب یہ عرض کیا گیا کہ حضرت غلطی ہوگئی فوراً معاف ، اور محسوس بھی نہیں ہوتا تھا کہ ایک منٹ پہلے حضرت اس قدر شدید غصہ میں تھے ۔

مدرسہ کا ناظم مالیات نہ بننا

دوسرے سال بھی حسب معمول ڈاک کی سعادت نصیب رہی ، اس کے ساتھ

ساتھ بخاری شریف کی ساعت بھی برائے نام رہی ، اور الٹی سیدھی کاپی بھی بخاری شریف کے دوران درس لکھی ، جو الحمدللہ محفوظ بھی ہے (اب سراج القاری لحل صحیح البخاری کے نام سے ۵ /جلدیں چھپ چکی ہیں) ۔

ایک مرتبہ دوران درس میں وقف للہ مال کی اہمیت اور اس میں احتیاط کے متعلق ارشادات فرمائے اور اپنے والد صاحب کا قصہ بھی سنایا کہ مدرسہ کے حمام کے باہر ماہ مبارک میں سالن کا پیالہ رکھ کر جمے ہوئے گھی کو پگھلا لیا کرتے (قصہ معروف ہے) اس کے دور وپئے مدرسہ میں اس نام سے کہ مدرسہ کے حمام کی آگ سے فائدہ اٹھایا ، مدرسہ میں داخل کراتے تھے وغیرہ وغیرہ ، پھر مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا (میں ساتھ ہی بیٹھا کرتا تھا) عبدالرحیم تو تو مدرسہ کا ناظم مالیات نہیں بنے گا نہ ؟ میں نے عرض کیا انشاءاللہ نہیں ، فرمایا انشاءاللہ ۔

مدرسہ کے حمام کی لکڑیوں کی قیمت

پہلے سال میں قبل بقرہ عید حضرت جی مولانا یوسف صاحب کا حادثہ جانکاہ پیش آیا ، چونکہ سردی کا موسم ختم ہورہا تھا ، اس لئے مدرسہ کے قانون کے مطابق حمام جلنے کا وقت ختم ہوگیا تھا لیکن ابھی سردی باقی تھی ، اس لئے حضرت نے اپنے جیب سے لکڑیاں منگوائیں تاکہ ان حضرات نظام الدین کی لاہور سے آمد پر مدرسہ قدیم میں حمام جلتا رہے ، مہمان خانہ میں چارپائیوں کا انتظام وغیرہ بھی ہوگیا ۔

لونڈا کام کا تھا وہی چلدیا

یکا یک حضرت جی کا حادثہ پیش آیا ، حضرت کے ساتھ نظام الدین بھی حاضری ہوئی اور جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی ، حضرت کا یہ حادثہ بڑا زبردست تھا فرمایا کرتے تھے کہ لونڈا کام کا تھا ، وہی چل دیا ۔

بزرگوں کا وجود سد سکندری ہے

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بزرگوں کا وجود حوادث اور فتن کے لئے سد سکندری ہوتا ہے، مجھے بڑا فکر ہو رہا ہے، اور کچھ ہی دنوں کے بعد ہندو پاک جنگ شروع ہوگئی تھی، ان دنوں میں (حضرت جی کے وصال کے بعد) جب ہم لوگ دوپہر میں قیلولہ کے بعد ظہر کی اذان پر حضرت کو لینے جاتے تو اکثر فرماتے کہ نیند نہیں آتی، اور اکثر یہ شعر پڑھتے:

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے نہ آنے کی قسم
خواب میں دیکھنے کا آسرا بھی جاتا رہا

جب ۱۹۶۵ء میں ہندو پاک جنگ شروع ہوئی، وہ دن بھی بڑے سخت تھے، انہی دنوں میں حضرت نے یٰسین شریف کا ختم عشاء کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں شروع کرایا، چونکہ جنگ کی وجہ سے شہر میں بجلی بالکل بند رہتی تھی اور جنگ سنگھ کے نوجوان غروب ہوتے ہی گلیوں میں منظّم طریقہ پر پہرہ دیتے اور رات بھر جاگتے، چھوٹا سا بلب بھی کہیں جلتا ایک شور اور ہنگامہ مچا دیتے، عشاء کے بعد کوئی رہ گزر ملتا، باز پرس کرتے، دن کے وقت میں شہر میں جانے میں ہندو مسلمانوں کو گھور گھور کر دیکھتے، ہر طرف خبروں کا تبادلہ اور جنگ کے تذکرے ہوتے، فضا میں عجیب کشیدگی اور خوف ہوتا؛ لیکن الحمد للہ حضرت کے وجود باجود کی برکت نمایاں تھی کہ کسی قسم کا ذرہ برابر کوئی خوف وہراس خدام کے دلوں میں محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کی نظام الدین تشریف آوری

الحمد للہ حضرت کے ساتھ حضرت جی کے وصال کے بعد کئی مرتبہ نظام الدین حاضری ہوئی، ہر تین ماہ کے بعد ایک ہفتہ کے لئے نظام الدین حاضری ہوتی، اکثر

48

وبیشتر حضرت کے ساتھ ہی کار میں سفر ہوتا، بابو جی (بابو ایاز) کی بڈھی گاڑی میں سفر ہوتا، کئی مرتبہ مزارات پر بھی حاضری ہوتی اور شنبہ کی صبح کو جانا ہوتا، اور جمعرات کو واپسی ہو جاتی، وہاں مشورے وغیرہ ہوتے رہتے، ڈاک کا بھی سلسلہ رہتا اور اکابرین تبلیغ وذمہ داران دہلی، واطراف واکناف دہلی کی آمد ہوتی، خوب مہمانوں کا ہجوم رہتا، بعد عصر مجلس ہوتی، اس میں کارگزاری مولانا محمد عمر صاحب کسی نہ کسی جماعت کی سناتے، ذکر کا سلسلہ قبیل فجر اور بعد مغرب بھی رہتا، سفر سے حضرت کو ہمیشہ وحشت رہتی، اگلے روز سے سفر کے نام اور تصور سے دردسر شروع ہو جاتا اور اگلے روز سے امتلاء کے ڈر سے کھانا پینا بند فرماتے، جب سے سفر شروع ہوتا، حضرت یٰسین شریف کا ورد فرماتے، اور اکثر فرماتے رہتے، سفر میں یٰسین شریف پڑھ کر سب کو یکے بعد دیگرے ایصال ثواب کرتا ہوں، اور جس بستی میں جاتے وہاں کے مرحومین کو بھی خاص طور سے ایصال ثواب کرتے۔

بھائی تو ہم سے تو گیا

تیسرے سال احقر کی شادی طے ہوئی، حضرت سے اجازت لے کر ایک ماہ کے لئے گھر جانا ہوا، بقرہ عید کے دنوں میں شادی ہوئی تھی، جب سے شادی کا تذکرہ ہوا تھا حضرت سے برابر صلاح ومشورہ ہوتا رہا، اور حضرت کے مشورے سے الحمد للہ سب طے ہوا، ایک مرتبہ حضرت فرمانے لگے حضرت رائے پوری کے ایک خادم کی شادی طے ہوئی، انہوں نے حضرت رائے پوری سے اس کا تذکرہ اور دعا کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا دعا تو ضرور کروں گا لیکن بھائی تو ہم سے تو گیا، اس کے کچھ عرصے کے بعد انہوں نے حضرت کو بچہ کا مژدہ سنایا اور دعا کی درخواست کی، حضرت نے جواب دیا، دعا ضرور کروں گا، لیکن بھائی تو تو اپنے آپ سے بھی گیا۔

نکاح پر عطیہ اور ولیمہ

جب شادی کی غرض سے جارہا تھا، حضرت نے بڑے پیسے بھی مرحمت فرمائے اور بہت کچھ دیا، اور بڑی دعائیں بھی دیں، شادی کے بعد جب سہارنپور واپسی ہوئی، حضرت نے بہت ہی اہتمام سے ولیمہ کیا اور بہت سے حضرات کو مدعو کیا، اور بار بار فرماتے آج تو مارے (ہمارے) لونڈے کا ولیمہ ہے، اس کے بعد تقریباً روزانہ دریافت فرماتے اب جورو کا کوئی خط تو نہیں آیا، جب عرض کرتا کہ آیا ہے، فرماتے کیا لکھا ہے؟ اس کے بعد خوب تفریحی فقرے فرماتے اور کبھی دوسرے خدام سے مخاطب ہوکر فرماتے، ارے آج تو اس کی جورو کا خط آیا ہے، اس لئے بڑا خوش ہورہا ہے، روٹی بھی نہیں کھائی جارہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اہلیہ پر حضرت کی شفقتیں

شادی کے بعد اہلیہ کے لئے بھی ماہانہ اخراجات بہت اعتماد سے گھر بھجواتے رہے۔

گجرات جانے والا بھی اپنے وطن کے قریب کا کوئی مل جاتا تو کوئی چیز پھل وغیرہ اہلیہ کے لئے بھجواتے، کبھی کبھی گرامی نامہ بھی اس کے نام لکھواتے، اس میں دعائیں وغیرہ ہوتیں اور یہ کہ عزیز عبدالرحیم جو یہاں ذکر وشغل کے لئے مقیم ہے اس میں تم بھی حصہ دار ہو وغیرہ وغیرہ، شادی کے بعد چونکہ تین چار ماہ بعد تین چار ہفتوں کے لئے گھر جانا ہوتا تھا، حضرت پر یہ جانا بڑا شاق گزرتا، فرماتے تیری شادی نے تو ہمیں بڑا دق کر رکھا ہے، اس کے بعد ایک مرتبہ فرمانے لگے تیرے جانے آنے میں بڑا حرج ہوتا ہے، میرے مکان میں اگرچہ گنجائش نہیں ہے (حضرت کا مکان بہت چھوٹا ہے) اسی لئے میں ان لوگوں کو جو مستورات کو لے کر آنے کی اجازت مانگتے ہیں، یہ مشورہ دیتا ہوں کہ مستورات کو رات میں کہیں ٹھہرانے کا انتظام کریں، دن

میں میرے یہاں اور رات کو کہیں اور سونے کا انتظام کریں، لیکن چونکہ تیرے جانے سے بڑا حرج ہوتا ہے، اس لئے اب اپنی بیوی کو بھی یہاں لے آؤ، میں یہ سمجھوں گا کہ ایک میری بچی اور بھی ہے، لیکن تو مدرسہ ہی میں سوئے گا، چنانچہ اہلیہ کو سہارنپور لے آیا، وہ حضرت کے مکان میں ہی رہتی تھی، اس کا حضرت بڑا خیال فرماتے، جب گھر تشریف لے جاتے، پھوپھی کلثوم کے ذریعہ اس کی خیر وخبر پوچھواتے، کبھی بیمار وغیرہ ہوتی تو حکیم جی پر کہلواتے اور دوا علاج کا بھی اہتمام کراتے، ایک مرتبہ حکیم جی نے سکائی کے لئے کچھ پتے تجویز فرمائے، حضرت نے حافظ صدیق صاحب سے فرمایا کہ یہ پتے تمہارے ذمے ہیں؟ جب ساڑھے گیارہ بجے دسترخوان پر تشریف لائے، اور آتے ہی دریافت فرمایا کہ پتے آگئے، جب یہ معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھول گئے، بہت ناراض ہوئے اور فرمایا ابھی کھانا شروع نہیں ہوگا، جب پتے آجائیں گے، اسی کے بعد کھانا شروع ہوگا، چنانچہ جب پتے آگئے، اس کے بعد کھانا شروع ہوا، یہ تو بڑے واقعات ہیں کہاں تک ان کو لکھوں؟ ان دنوں میں حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدفیوضہم کی اہلیہ کا قیام بھی سہارنپور میں تھا، رات کو مولانا نصیر الدین صاحب کے مکتب ابوالمدارس میں قیام رہتا، جب اس کی واپسی ہوئی تو مولانا نصیر الدین صاحب رحمہ اللہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب یہ عبدالرحیم کے حوالہ کردیں، حضرت نے فرمایا تیرے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے، میں اس سے یہ طے کر چکا ہوں کہ وہ مدرسہ ہی میں سویا کرے گا، لیکن پھر حضرت نے قبول فرمالیا۔

ایک دن جمعہ کی نماز میں تاخیر اور حضرت کی ناراضگی

ایک دن جمعہ کی نماز میں کچھ تاخیر ہوگئی، چونکہ فجر کی مستقل اور عشاء کی گاہے

گاہے امامت بھی میرے ذمہ تھی، وقت ہونے پر تلاش کرایا، جب معلوم ہوا کہ ابھی نہیں آیا ہے، ایک اور صاحب کو یاد فرمایا، معلوم ہوا وہ بھی نہیں ہیں، تیسرے صاحب کو بلوایا معلوم ہوا وہ وضو فرمارہے ہیں، حضرت نے فرمایا ابھی تو وہ ذکر کررہا تھا، تو کہا بغیر وضو ہی ذکر کررہا تھا، ایک اور صاحب (افریقی) جنہوں نے کچھ ہی دنوں پہلے حضرت سے اجازت لی تھی کہ اگر کبھی عبدالرحیم نہ ہو تو میں امامت کرادیا کروں، تلاش کرایا معلوم ہوا وہ بھی نہیں ہیں، حضرت کو بہت ہی غصہ آیا، احقر جماعت میں تو شریک ہوگیا تھا، سلام پھیرتے ہی معلوم ہوا کہ حضرت بہت غصہ میں ہیں، میں بیت الخلا چلا گیا اور سب ادھر ادھر بھاگ گئے، دعا کے بعد حضرت نے ہر ایک کو آواز دی معلوم ہوا کہ سب استنجاء گئے ہیں، حضرت گھر تشریف لے گئے، غائبین حضرات یکے بعد دیگرے حاضر ہوتے رہے، ہر ایک پر بڑی سخت ڈاٹ پڑتی رہی، میں بھی وہاں حاضر ہوا، بہت غصے میں فرمایا اب تو بھی گھر جا اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لیتا جا، آہستہ سے ہٹ کر ایک کونے میں بیٹھ کر چونکہ مجلس ذکر ہوتی تھی میں نے اپنا ذکر شروع کردیا، چونکہ وہ بات تو اب ختم ہوچکی تھی، ذکر کے بعد دیکھا کہ ایک خادم جنہیں اس طرح کی ہدایت حضرت کی طرف سے ملی تھی کہ افریقہ واپس جائیں حضرت سے مصافحہ الوداعی کررہے ہیں، اور عرض کررہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کہ چونکہ حضرت نے فرمادیا چلے جاؤ، تو اب جارہا ہوں، فرمایا ہاں، ہاں ضرور جا، اور ان سب کو بھی ساتھ لیتے جانا، میں نے اور ساتھیوں نے انہیں باہر لے جاکر کہا کہ یہ کیا کیا؟ وہ کہنے لگے کہ حضرت تو ناراض ہوگئے، ہم لوگوں نے کہا کہ حضرت کی ناراضگی تو ڈانٹ کے بعد ختم ہوگئی، جاکر معافی مانگ لو، چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور معافی مانگ کر قصہ کو ختم کردیا۔

حضرت کا ڈاک کے سلسلہ میں اعتماد

الحمدللہ ڈاک کا سلسلہ برابر چلتا رہا، حضرت بہت مطمئن رہتے، پھر تو عام ڈاک کے لئے حضرت نے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ تجھے مشق ہوگئی ہے، خود ہی جواب لکھ کر مجھے سنادیا کر، چنانچہ کچھ دنوں یہ سلسلہ رہا، اس پر حضرت بہت ہی خوش ہوئے کہ ماشاء اللہ تو تو بالکل ہی میرے الفاظ لکھتا ہے، اب سنانے کی ضرورت نہیں ہے، پھر تو خصوصی خطوط کے جوابات حضرت لکھواتے خواب وغیرہ کی تعبیر لکھواتے بقیہ خطوط کے جوابات احقر ہی لکھتا تھا، البتہ عام طور سے خطوط سارے سن لیتے، کوئی خاص قسم کے حالات ہوتے تو فرماتے اس کا جواب مجھے سنانا، جب میں سناتا تو خوش ہوکر دعائیں دیتے اور خصوصی حضرات کے سامنے تذکرے بھی فرماتے رہتے کہ ڈاک کا بڑا بوجھ ہے لیکن لونڈے نے الحمدللہ بےفکر کردیا ہے، اور خدام بھی ڈاک میں تھے لیکن اگر وہ کوئی جواب از خود لکھتے اور نیچے بقلم لکھتے تو حضرت منع فرماتے کہ بامر حضرت لکھو، بقلم مت لکھو، لیکن میرے لئے یہ قانون نہیں تھا بلکہ میرے لیے یہی تھا کہ بقلم لکھوں۔

حضرت کے ساتھ اسفار

اس کے علاوہ حضرت کے سفر وحضرت اور مزارات پر حاضری میں بھی الحمدللہ معیت حاصل رہتی، اسفار نظام الدین میں بھی برابر ساتھ رہتا، بعد میں حرمین شریفین کے حضرت کے سفر ہوئے، اس میں بھی الحمدللہ ہمرکابی یا بعد میں حاضری کی سعادت حضرت کی دعاؤں اور توجہات سے برابر حاصل رہی، کئی کئی ماہ قیام کی توفیق بھی بارہا نصیب ہوئی، سب سے پہلے حضرت کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی جس کا تذکرہ میں نے (رؤیائے صالحہ کے تحت فالودہ کے پیالہ والا خواب) میں کیا ہے۔

بذل کی طباعت کے سلسلہ میں ۱۴؍ ماہ کا قاہرہ میں قیام

اس کے بعد جب احقر اپنے رشتہ داروں کی دعوت پر والدہ کی ملاقات کی غرض سے ہی زامبیا حضرت کی اجازت سے آیا اور وہاں سے لندن ہوتے ہوئے سعودیہ حاضر ہوا اور خیال تھا کہ اس سال ماہ مبارک مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں انشاء اللہ گزاروں گا کہ ماہ مبارک سے چند یوم قبل حضرت والا کا گرامی نامہ پہنچا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ۴۰؍سال سے بذل کو ٹائپ پر عمدہ اور نفیس چھپوانے کا خیال تھا، الحمدللہ اب اس کی صورت پیدا ہوگئی ہے اور اس کے لئے مولانا تقی الدین صاحب جدہ، قاہرہ کے ارادہ سے آ رہے ہیں، ان کی معاونت کے لئے تمہیں تجویز کیا گیا ہے، تم ان کے ساتھ فوراً قاہرہ چلے جانا، چنانچہ حضرت مولانا تشریف لائے، اور ان کی امارت اور سرپرستی میں قاہرہ جانا ہوا اور بذل کی طباعت میں شرکت اور مولانا موصوف کی خدمت کا موقع ملا، اس پر حضرت کو جو خوشی تھی، اس کے جاننے اور دیکھنے والے سینکڑوں ہیں، حضرت کے بڑے طویل طویل محبت نامے آتے رہے، جو دعاؤں سے لبریز ہوتے تھے۔

حج کے سلسلہ میں حضرت کی دعاء اور اس کی قبولیت

جب ہم لوگوں نے قاہرہ پہنچ کر یکم رمضان المبارک کو بخیر رسی کا تار حضرت کی خدمت میں بھیجا، اس کا جواب آیا اس میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ مجھے خیال تھا کہ ماہ مبارک کی لالچ میں تو کچھ دنوں تاخیر کرے گا، اور مجھے بذل کی طباعت کا تقاضہ بہت ہو رہا تھا، جب تیرا برقیہ پہنچا تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تو فوراً چلا گیا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ بار بار تجھے حج و زیارت کی دولت سے نوازے، حضرت کی

مذکورہ دعا اللہ جل شانہ نے ایسی قبول فرمائی ہے کہ اس پر جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ باوجود اپنی ظاہری و باطنی گندگیوں اور معاصی کی کثرت کے (اللہ جل شانہ ہی معاف فرمائے) اور ظاہری اسباب کے فقدان کے حرمین شریفین کی حاضری اللہ جل شانہ نے ایسی آسان فرما رکھی ہے کہ حد نہیں، الحمدللہ کئی مرتبہ حج وعمرہ کے لئے حاضری نصیب ہوئی (اللہ جل شانہ آئندہ بھی بار بار صفات قبولیت والی حاضری نصیب فرمائے) جب حج کا زمانہ قریب آیا تو حضرت نے کئی گرامی نامے بھیجے کہ تو تو پہلے بھی حج کر چکا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کئی کرے گا؛ لیکن آج کل سفر بہت مشکل ہو رہا ہے، خاص طور سے مستورات کے لئے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اپنی اہلیہ کو لے کر حج ضرور کر آؤ اور حج کے بعد واپسی میں دیر مت کرنا کہ بذل کا حرج ہوگا، چنانچہ الحمدللہ میری حاضری ہوئی اور پھر ٹوٹا پھوٹا حج بھی نصیب ہو گیا۔

قاہرہ میں بچہ کی ولادت اور حضرت کی خوشی

جب ہم دونوں حج کو گئے تو اللہ جل شانہ نے بڑا کرم یہ بھی فرمایا کہ اہلیہ کو امید عطا فرمائی، میں نے حضرت کو اس کی اطلاع دی کہ تقریباً ۸؍سال کے بعد اللہ جل شانہ نے اپنے کرم اور حضرت کی دعاؤں اور بذل کی برکت سے اہلیہ کو امید عطا فرمائی ہے، دعا فرماویں، حضرت نے بڑی دعاؤں کے ساتھ گرامی نامہ لکھوایا اور لکھوایا کہ ''ہم خورما و ہم ثواب'' اس کے بعد جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدفیوضہم کو ان کی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ بھیجا کہ پردیس میں تکلیف نہ ہو، جب نومولود کی اطلاع حضرت کو تار سے کی تو حضرت نے مبارک باد کا اور دعا کا تار بھیجا (حالانکہ حضرت کے یہاں -تار- کا رواج بہت کم تھا) پھر طویل گرامی نامہ مبارک باد کا بھی، القصہ ولادت سے قبل الحمدللہ بذل بھی نمٹ گئی تھی،

حضرت بہت خوش تھے، واپسی کے دنوں عرب اسرائیل جنگ شروع ہوگئی، اس لئے ہم لوگوں کو تاخیر ہو رہی تھی، حضرت بہت متفکر اور پریشان تھے، جب میں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر بھائی حبیب اللہ کو فون سے اطلاع کی انہوں نے جا کر حضرت کو بتایا، حضرت نے خوشی سے انہیں مٹھائی کھلائی اور بہت ہی خوش ہوئے، جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، اس پر حضرت کو جو خوشی تھی، اس کے دیکھنے والے الحمدللہ بہت سارے دوست احباب ہیں، بہت سے حضرات کو کھانے پر مدعو فرمایا، پھر حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب نے دعوت کی، پھر حضرت مولانا آفتاب عالم صاحب نے دعوت کی، خاصا سلسلہ رہا، حاضری پر حضرت نے ایک بہت نفیس عطر عود کی شیشی، جس پر میرا نام لکھوا کر رکھوا رکھی تھی عنایت فرمائی (جو الحمدللہ محفوظ ہے) عزیزم عبدالحلیم سلمہ کا عقیقہ دو دنبے منگوا کر فرمایا، حضرت جی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے، ان کے لیے عقیقہ کا گوشت مکہ مکرمہ بھیجوایا وغیرہ، وغیرہ (بذل کے ختم پر حضرت نے جو تحریر لکھوائی ہے جو آخری جلد میں چھپ چکی ہے اس سے بھی حضرت کی خوشی کا اندازہ ہوسکتا ہے، اسے ملاحظہ فرمایا جائے)۔

حضرت کی دعا و توجہ سے الحمدللہ دوسرے حج کی بھی سعادت نصیب ہوئی اور اس طرح قاہرہ کا قیام بذل کی طباعت کا سلسلہ ۱۴ر مہینے تک حضرت کی مسلسل دعا اور توجہ اور اپنی طرف سے ناقدری کے ساتھ ختم ہوا۔

اوجز کی طباعت میں روحانی شرکت

اس کے بعد اوجز کی طباعت کا مرحلہ پیش آیا، اس کی دو جلدیں تو الحمدللہ حضرت مولانا تقی صاحب کی امارت اور سرپرستی میں بذل کے ساتھ ساتھ نمٹ گئی تھیں، بقیہ جلدوں کے لئے حضرت فکرمند تھے اور چند خدام کو اسی غرض سے پہلے بیروت پھر

قاہرہ بھیجا، اس وقت بھی حضرت یہی چاہتے رہے کہ میں بھی اس میں شریک رہوں اور میری تو یہی تمنا تھی کہ بقول حضرت ہم خورما ہم ثواب لیکن عزیز عبدالرشید سلمہ کی ولادت کا زمانہ قریب تھا اور ڈاکٹر اہلیہ کے لئے آپریشن تجویز کر چکے تھے، اس لئے حضرت نے حکماً منع فرمایا؛ لیکن کئی گرامی نامے اس مضمون کے تحریر کروائے کہ انشاء اللہ تو بھی اوجز کی طباعت میں شریک ہی ہے، اور خود اپنے جملوں کی تحریر میں جو اوجز کے ختم پر لکھی اور جو اوجز کی آخری جلد کے آخر میں چھپ چکی ہے بہت زور سے الحمدللہ حضرت نے اس بات کو بھی لکھا ہے، اللہ تعالی حضرت کی دعا اور حسن ظن کو قبول فرمائے (ملاحظہ ہو اوجز آخری جلد)۔

مصر کے بعض مشائخ سے ملاقات اور ان کا بذل سے متعلق تأثر

جن دنوں میں ہم لوگ مصر میں بذل کی طباعت میں مشغول تھے، مصر کے مشہور ومعروف محمد شاور شیخ، شیخ محمد تیجانی کی خدمت میں ہم لوگ حاضر ہوئے (جن کا مضمون بھی بذل کے ختم پر چھپ چکا ہے) (ملاحظہ ہو بذل جلد ۲۰ر مطبوعہ قاہرہ) ملاقات اور زیارت کے بعد قاہرہ آمد کا مقصد بتایا، بہت ہی خوش ہوئے اور فوراً خادم سے فرمایا کہ میری لیتھو والی بذل اٹھا کر لاؤ اور اس کے بعد فرمایا میں بذل کا جب سے چھپی ہے عاشق ہوں اور ہندوستان سے میں نے مکمل بذل اس وقت منگوائی تھی جب یہ چھپی تھی، اور اس کے بعد سے برابر آج تک اس سے استفادہ کر رہا ہوں، یاد پڑتا ہے کہ یوں فرمایا کہ یہ کتاب میرے سرہانے رہتی ہے، اس کے بعد بڑی دعائیں دیں اور خوب خاطریں کیں، ہمارے محترم دوست مولانا تقی الدین صاحب نے جو بذل کے اصل ذمہ دار تھے اور ہماری جماعت کے امیر بھی، حضرت سے

درخواست کی کہ حضرت اس پر کچھ تحریر فرمادیں، حضرت نے فرمایا میں بذل کے متعلق لکھوں؟ اب نہیں ہوسکتا، ہاں سعادت سمجھ کر اس پر لکھوں گا، چنانچہ لکھا اور حضرت کی اجازت سے وہ مضمون طبع ہوگیا، بعد میں شیخ تیجانی جب مدینہ منورہ آئے تو حضرت سے بہت اہتمام سے ملنے کے لئے بھی تشریف لائے۔

لامع کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ میں چھ ماہ کا قیام

اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت کو لامع کی ٹائپ پر طباعت کا اشتیاق ہوا، میں پہلے ہی اس کے لئے پیشکش کر چکا تھا، حضرت نے تحریر فرمایا کہ اہلیہ کے ساتھ کچھ وقت کے لئے قاہرہ چلا جا اور عزیز عبدالحفیظ سلمہ بھی تیری معاونت کے لئے آتا جاتا رہے گا، اب تو ماشاء اللہ قاہرہ سے اور مطابع سے واقف ہوگیا ہے، اس لئے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تو لامع بھی نمٹا دے گا، چنانچہ دوبارہ قاہرہ جانا ہوا اور ۶/ ماہ میں الحمدللہ لامع بھی اللہ جل شانہ نے پوری کرادی، اس وقت بھی حضرت کی بڑی دعائیں ملتی رہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔

اس کے بعد ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضری ہوئی، حضرت کی طبیعت ان دنوں کافی خراب چل رہی تھی، تقریباً ۴/ ماہ حضرت کے پاس پڑے رہنے کا موقعہ ملا، ان دنوں بھائی ابوالحسن اور مخدومی مخدوم گرامی زادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب جانشین حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ والدہ ماجدہ کو لینے کے لئے سہارنپور گئے تھے، حضرت کے حجرہ مبارک میں ہی سونا ہوتا تھا۔

اوجز کی طباعت کے سلسلہ میں
قاہرہ میں دو ماہ کا قیام اور حضرت کی خوشی

جب بھائی ابوالحسن واپس آئے اور میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا

اوجز کی دو جلدیں جن کی فلم بیروت کی جنگ کی وجہ سے پڑے پڑے خراب ہوگئی اور اس کی وجہ سے اب تک اوجز ناقص ہے، تو قاہرہ چلا جا، ایک آدھ مہینہ کا کام ہے، نمٹا کر وہیں سے واپس ہوجانا، میں نے عرض کیا بہت اچھا، چنانچہ دوبارہ قاہرہ جانا ہوا، تقریباً دو ماہ میں دو جلدیں اور بعض مطبوعہ جلدوں کے بعض صفحات جو خراب ہوچکے تھے ان کی طباعت سے فراغت ہوئی، واپسی سے کچھ دنوں قبل حضرت کی طرف سے یہ ارشاد گرامی پہنچا کہ بجائے سیدھے گھر جانے کے عمرہ کے لئے جاؤں اور کچھ دنوں حضرت سے مل کر پھر واپس جاؤں، چنانچہ الحمدللہ حاضری ہوئی اور اپنے ساتھ وہ دونوں جلدیں بھی تھیں جو تیار ہوچکی تھیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے عصر کے وقت حاضری ہوئی، عصر کے بعد حضرت نے بلوایا، دونوں جلدیں منگوائیں، ارشاد فرمایا چارپائی پر بیٹھ، میں نے نیچے بیٹھنا چاہا، زور سے فرمایا اوپر بیٹھ جا، اقدام مبارک میں بیٹھ گیا، دونوں جلدیں اپنے دست مبارک میں لیں اور بہت ہی خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں، یہ اللہ جل شانہ کا بڑا ہی کرم ہوا کہ حضرت کی تینوں کتابوں میں شرکت کا اگرچہ تھوڑی سی سہی لیکن موقعہ مل گیا اور اس سے الحمدللہ حضرت کی شفقتوں اور عنایتوں بلکہ محبت میں بہت ہی اضافہ ہوا۔

اللہ معکم اللہ معکم

ایک بات اوپر لکھنا بھول گیا، جب بذل کے ختم کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو کتاب تو مکمل ہوچکی تھی، لیکن عرب اسرائیل جنگ کی وجہ سے ابھی تک کتابیں مصر ہی میں اٹکی ہوئی تھیں، حضرت بار بار فرماتے رہے کہ کتابیں کب پہنچیں گی، حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب سے مشورہ کرکے حضرت سے عرض کیا گیا کہ اگر ارشاد ہو تو ہم دونوں قاہرہ جاکر ہوائی جہاز سے کتابوں کی منتقلی کا انتظام کریں، حضرت بہت

ہی خوش ہوئے، فرمایا ضرور جلد از جلد جاؤ، چنانچہ ہم دونوں جب تیار ہوکر احرام باندھ کر بعد عصر مسجد نبوی شریف میں حضرت سے الوداعی مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے تو عجیب وقت تھا، بیک وقت ہم دونوں سے حضرت مصافحہ فرمارہے تھے، حضرت کی آواز بھرائی ہوئی تھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، دعائیں دے رہے تھے اور فرمارہے تھے جاؤ پیارو، اللہ معکم اللہ معکم، بار بار فرمارہے تھے، کیا بعید ہے کہ کسی وقت حضرت کی یہ مبارک دعا اللہ جل شانہ قبول فرمالے۔

کسی سے ملنے کو جی نہیں چاہتا

اپنے قیام سہارنپور کے زمانہ کا ایک واقعہ کئی دن سے یاد آرہا ہے، اس کشمکش میں ہوں کہ لکھوں یا نہ لکھوں، محترم مولانا یوسف صاحب اور حضرت کے محبّ گرامی محسنہم صوفی جی (محمد اقبال صاحب) کا ارشاد عالی تو یہ ہے کہ اس طرح ہر بات جس کو تم قابل اشکال سمجھتے ہو ضرور لکھو، اس لئے کہ تمہارے خیال میں یہ تمہارا واقعہ ہے لیکن درحقیقت ہم لوگوں کی ظاہری دینداری والی شکل وصورت بھی رب کریم کا فضل اور حضرت کا فیض ہے، اپنا کچھ نہیں ہے، اس لئے سوچا لکھ دوں، ایک مرتبہ میری عجیب حالت ہوگئی کہ کسی سے ملنے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا، ایک دن دو دن تین دن اسی طرح گزر گئے، حتی کہ حضرت سے بھی نہیں ملتا تھا، نماز سے فراغ پر فوراً کمرہ میں جو مسجد سے بالکل متصل تھا، جا کر سو جاتا اور طبیعت میں شدید تقاضا تھا کہ کہیں بھاگ جاؤں، کسی تہ خانہ میں چلا جاؤں، پہلے جب کبھی طبیعت خراب ہوتی، حضرت سے کسی نماز کے بعد حاضر ہوکر دم کراتا، اس دفعہ ایک مرتبہ بھی اس کی نوبت نہیں آئی، حضرت برابر خیریت معلوم کراتے رہے، جب میں خود حاضر نہ ہوا تو ایک مرتبہ کمرہ میں بھی تشریف لائے، خیریت معلوم کی، دم فرمایا، اس کے بعد میں نے ایک عریضہ

بہت مختصر حضرت کی خدمت میں لکھا کہ مجھ پر عجیب سی وحشت سوار ہے، کسی سے ملنے کو جی نہیں چاہتا حتی کہ حضرت سے بھی اور کسی تہ خانہ میں چلے جانے کو جی چاہتا ہے، وغیرہ وغیرہ، حضرت نے پرچہ سن کر فوراً بلوایا، حاضر ہوا، مسکرائے، ہنسے، بہت مبارک باد دی اور فرمایا بہت مبارک ہے، اللہ تعالی مبارک فرماوے، لیکن عمل اس پر ہرگز مت کرنا، ہمارے یہاں تبتل اور صحرا نوردی نہیں ہے، فرمانے لگے جب بھی رائے پور جایا کرتا تھا، کبھی کبھی حضرت رائے پوری دریافت فرماتے، کیوں جی تو نہیں گھبرا رہا ہے، میں عرض کرتا توبہ توبہ! لیکن اندر سے طبیعت گھبرائی ہوئی تھی (عقلی انشراح کے ساتھ طبعی گھبراہٹ جمع ہوسکتی ہے)۔

اپنے بڑوں سے مستغنی نہیں ہونا چاہئے

اس کے بعد حضرت اقدس شیخ نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا اور بہت ہی عجیب بات فرمائی کہ سلوک میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سالک کو اپنے مشائخ سے بھی علیحدگی معلوم ہوتی ہے، لیکن آدمی کو اپنے بڑوں سے کبھی مستغنی نہیں ہونا چاہئے، سبحان اللہ! کیسی اچھی اور کیسی پیاری بات فرمائی، اللہ جل شانہ اپنے کرم سے جیسے دنیا میں معیت نصیب فرمائی آخرت میں بھی اپنے بڑوں اور ان کے صدقہ اور طفیل سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرمائے۔(۱)

جیسا کہ صوفی جی نے فرمایا تھا کہ اپنا کچھ مت سمجھو واقعی یہ اپنا حال نہیں تھا۔

حضرت شیخ پر تخلیہ کا غلبہ

حضرت پر تخلیہ کا غلبہ ان دنوں میں بہت تھا، بار بار یہ شعر پڑھا کرتے:

---

(۱) بعض حضرات نے خواب بیان کیا کہ حضرت وفات کے بعد فرمارہے ہیں کہ الحمدللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہے۔(مرتب)

باغ میں لگتا نہیں، صحرا سے گھبراتا ہے دل
کس جگہ لے جائیں یارب ایسے دیوانے کو ہم

ایک مرتبہ تو اس کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کچھ دنوں کے لئے کسی ایسی جگہ چلے جانے کا تقاضہ تھا کہ لوگوں کی آمدورفت وہاں نہ ہو، دو چار خدام ساتھ ہوں اور بس، اس کے لئے حضرت جی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب وغیرہ کو خطوط لکھوائے کہ اس کے لئے کوئی مناسب جگہ ہو تو بتائیں اور یہ شعر بھی بار بار پڑھتے تھے:

اب رہیں ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو، ہم زباں کوئی نہ ہو
گر پڑیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار
اور مر جائیں اگر تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ان حضرات کے جوابات آئے، اپنی آراء لکھیں، حضرت نے اس کے لئے خاص طور سے گنگوہ شریف کا سفر بھی فرمایا کہ مزار شریف کے متصل جو مسجد ہے وہاں تنہائی رہے گی، اس کو اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا؛ لیکن حضرت مولانا علی میاں صاحب کا جواب آیا کہ اگر حضرت کسی پہاڑ کی چوٹی پر بھی تشریف لے جائیں گے تو وہ پہاڑ بھی اب خلق خدا کے لئے سد سکندری نہیں بن سکتا، پھر حضرت نے بادل ناخواستہ اپنا ارادہ ملتوی فرمادیا۔

حضرت شیخ کا حب جاہ وحب مال سے احتراز

ہمارے حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ رجال الآخرۃ میں سے تھے، اللہ جل شانہ نے کمال تبتل اور انقطاع عن الدنیا آپ کو کمال درجہ عطا فرمایا تھا، حب مال اور حب جاہ سے احتراز اللہ نے آپ کو بھرپور نوازا تھا، جہاں تک مال کا تعلق ہے، جب آپ

کے سر سے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا جو آپ کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا، اس وقت والد مرحوم کا ہزاروں کا قرض اپنے ذمہ لے کر اس چھوٹی سی عمر میں اپنے آپ کو ہزاروں کا مقروض بنالیا تھا، اور اس کی ادائیگی کا فکر آپ پر سوار رہتا تھا۔

(ملاحظہ ہو تفصیل آپ بیتی میں)

دینی کاموں میں حرج کی وجہ سے اپنی جائیداد چھوڑ دی

اس کے باوجود کاندھلہ کی ایک بڑی جائیداد کو اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ اس کے لئے تھوڑا سا حرج دینی کاموں کا ہوتا تھا اور یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا تھا کہ جتنا وقت اس کے حصول میں گزرے گا، میں اتنا وقت حدیث پاک کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف وتالیف میں خرچ کروں گا۔

حضرت شیخ کے ابتدائی احوال

معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ ایک عید کے موقعہ پر حضرت کی ایک صاحبزادی جو کہ اس وقت کمسن تھی، عید کیلئے نئے چپل اس کے پاس نہیں تھے، اور نہ ہی حضرت کے پاس اتنے پیسے تھے کہ اس کے لئے نیا چپل خریدیں، دو پیسے کا تیل خریدا اور حضرت نے خود اس کے پرانے چپلوں پر لگایا اور نئے بنا کر کمسن بچی کا دل بہلا دیا، حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے جوتے ۱۸؍سال سے استعمال کر رہا ہوں، ایک کرتہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو ۱۵؍سال سے پہن رہا ہوں، ایک مرتبہ مدینہ پاک میں ایک خادم نے حضرت کے کپڑوں کو استری کردیا (اگرچہ آخر میں اچھا کرتا مدینہ منورہ کے احترام میں زیب تن فرمانے لگے تھے) حضرت بہت ہی ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے میرے کپڑوں کی عمر کم کردی، آئندہ کبھی یہ حرکت مت کرنا، غرض دنیا کی زیب وزینت اور حب مال سے انتہائی وحشت تھی، فرمایا

کرتے کہ میرے دسترخوان پر دو سالنوں کا میں بہت مخالف ہوں، ہاں مہمانوں کی نیت سے کئی میں بھی حرج نہیں اور خود بھی کھاتا ہوں، فرماتے تھے کہ مہمانوں کی نیت سے بازار سے چیزیں منگواتا ہوں، اپنی نیت سے کبھی نہیں منگواتا اور مہمانوں کی نیت سے منگوا کر خود بھی کھاتا ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس کا مجھ سے حساب نہیں ہوگا، اس طرح کی تنگی اور احتیاط کے باوجود اپنے لئے تو دور کی بات ہے۔

اپنے خادموں کو بھی اہل مال سے بچاتے

کسی خادم کے متعلق جب یہ معلوم ہوجاتا کہ اس کے تعلقات اہل مال سے ہو رہے ہیں، تو حضرت کی نظروں سے وہ گر جاتا، خود مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ فلاں بہت اچھا چل رہا تھا، بڑے اچھے احوال تھے، خوب ذکر و شغل بھی کرتا تھا، میں نے اسے اجازت بھی دیدی تھی، لیکن بعد میں اس کے تعلقات مالداروں سے ہوگئے، جس کی وجہ سے میرے تعلقات اس سے ختم ہوگئے، حتی کہ اجازت بھی، یہ مختصر حال تو حب مال کا ہے۔

حب جاہ نہ اپنے لئے نہ خدام کے لئے پسند تھی

حب جاہ کے متعلق تو ہر ایک کے علم میں ہے ہی کہ مدتوں حضرت کو بہت کم لوگ جانتے تھے، اکابرین تو خوب جانتے تھے، بلکہ اکابرین کے نور چشم تھے، لیکن عوام حضرت کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی کی وجہ سے بہت کم جانتے تھے، حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت اقدس رائے پوری اعلی اللہ مراتبہ لوگوں کو متوجہ کیا کرتے تھے اور بھیجا بھی کرتے تھے، ساتھ ہی ساتھ حضرت کسی بھی دینی تحریک میں ذمہ دارانہ کوئی اقتدار نہیں قبول فرماتے تھے، اگرچہ ساری تحریکوں کے اکابرین سے گہرے روابط و تعلقات تھے اور ان سے پورے باخبر اور ان کے ساتھ مشوروں میں پورے پورے شریک اور ہمدردی و غمخواری کے جذبہ کے ساتھ اپنی قیمتی آرا سے

اکابرین تحریک کو مطلع بھی کرتے تھے، لیکن چونکہ خلوت پسندی کا غلبہ تھا، اس لئے کسی بھی تحریک میں نام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے، اپنے لئے حب جاہ کا خیال تو کیا اپنے کسی خادم کے متعلق بھی یہ شبہ ہوتا تو اچھی طرح اس کی رگڑائی کرتے، ایک مرتبہ مجلس میں ایک خادم حضرت کے پاس ایسی جگہ آ کر بیٹھ گئے جو ان کی جگہ نہیں تھی، بلکہ اور بڑے حضرات کی جگہ تھی، حضرت نے ایسا ڈانٹا ایسا ڈانٹا کہ شاید عمر بھر وہ خادم اسے نہیں بھولیں گے، اس کا بڑا خیال فرماتے، سچ کہا ہے: "وآخر مایخرج من قلب السالك حب الجاه وهذا مرتبة الصديقين"۔

حضرت کی اہل تعلق کو دعائیں

اس تمہید طولانی کے بعد عرض ہے کہ چونکہ حضرت کے ہر وقت پیش نظر آخرت تھی، اسی لئے رات دن کوشش اور سعی میں لگے رہتے، اس کو اصل کام سمجھتے، اس زندگی کو اصل زندگی سمجھتے، اس لئے جب کسی سے خوش ہوتے تو جو دعا فرماتے وہ بھی اسی طرح کی ہوتی کہ اللہ جل شانہ اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے، مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے، نامرضیات سے حفاظت فرماوے، تم سے اپنے دین کا کام لے، جب مختصر دعا فرماتے یہی فرماتے اللہ جل شانہ تم سے اپنے دین کا کام لے، اپنے لوگوں خصوصاً اپنے خدام کے بارے میں یہی تمنا اور خیال رہتا کہ وہ کسی دینی کام میں لگ جائیں، جب کسی کو دینی کاموں میں مشغول دیکھتے بہت خوش ہوتے، بڑی دعائیں دیتے، مشوروں سے اس کی ہمت بڑھاتے، ٹھیک اسی طرح میرے بارے میں حضرت بہت دنوں سے فکرمند تھے اور چاہتے تھے میں بھی کوئی کام شروع کروں اور رلامع کی طباعت کے بعد اب الحمدللہ عربی کتب کی ٹائپ کی طباعت کا سلسلہ بھی تقریباً پورا ہوچکا تھا، اس لئے اب حضرت کو زیادہ اس کا فکر تھا۔

حضرت کا زامبیا میں مدرسہ کھولنے کا مشورہ

میں حضرت کے ساتھ سہارنپور میں ماہ مبارک گزار رہا تھا کہ رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بھائی نجیب اللہ خادم حضرت اقدس نے آکر بتایا، حضرت یاد فرمارہے ہیں، حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا، عبدالرحیم زامبیا جاکر مدرسہ کھول لے اور پڑھانا شروع کر، اللہ جل شانہ کو منظور ہوا تو میں خود آکر تیرے مدرسہ کی بسم اللہ کردوں گا، میں خاموش رہا، حضرت نے فرمایا کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اگر حضرت کا حکم ہے تو پھر میری رائے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، فرمایا حکم تو نہیں ہے لیکن جی ضرور چاہ رہا ہے، اور مشورہ ضرور ہے کہ سلسلہ شروع کردے، میں نے عرض کیا حضرت مجھ میں ہمت نہیں ہے اور نہ ہی میرا زامبیا میں جی لگتا ہے، میرا خیال تو یہ تھا کہ اللہ جل شانہ حضرت کو عمر طویل صحت وعافیت کے ساتھ نصیب فرمائے، حضرت کی زندگی میں مستقل کسی کام میں لگنے کو جی نہیں چاہتا کہ اس سے پابند ہوجاؤں گا۔

آدمی کو دین کا کام کرنا چاہیے

پھر حضرت نے اپنے متعلق فرمایا کہ جب تک میری صحت اچھی تھی، پڑھنے لکھنے میں مشغول تھا، اتنے سال حرمین شریفین بھی جانا نصیب نہیں ہوا، اب معذور ہوگیا پڑھنا لکھنا سب چھوٹ چھاٹ گیا، تو اب مدینہ منورہ جاکر پڑگیا، میرے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ جب بیمار ہوئے، سید محمود صاحب نے تار بھیجا کہ میں مستقل جہاز لےکر آتا ہوں، یہاں کی اور وہاں کی حکومت سے میں خود نمٹ لوں گا، بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو، اس پر میرے حضرت مدنی نے جواب دیا کہ میں یہاں خدمت حدیث پاک میں مشغول ہوں، اچھا ہوگیا تو یہ سلسلہ جاری رہے گا، تشریف نہیں لے گئے، اس لئے میرے پیارے آدمی کو دین کا کام کرنا چاہیے، جی تو یہی

چاہے کہ تو میرے پاس مستقل رہے۔

لیکن کوئی تکلیف نہ ہو تو اچھا ہے یہ شروع کردے، میں نے عرض کیا بہت اچھا، فرمایا یوسف سے بھی مشورہ کرلینا اور کل آکر مجھ سے دونوں مل لینا، اس کے بعد حضرت نے فرمایا اچھا دعا بھی کرلو، حضرت نے خود دعا کرائی، اگلے روز حضرت کی طبیعت ناساز تھی، اس لئے حاضری تو کئی مرتبہ ہوئی لیکن قصداً اس کا تذکرہ نہیں کیا، اگلے روز ہم دونوں حاضر ہوئے، فوراً فرمایا کل کیوں نہیں آئے؟ بتایا کہ حضرت کی طبیعت ناساز تھی، اس لئے مناسب نہیں سمجھا، اس کے بعد عزیز یوسف سے بھی رائے دریافت فرمائی، اور کچھ نصیحت وغیرہ فرمائی۔

حضرت کا سب سے پہلا چندہ

تیسرے روز ظہر کے بعد یاد فرمایا اور دس ہزار روپے مرحمت فرمائے اور فرمایا کہ پانچ ہزار تیرے مدرسہ کے ہیں اور پانچ یوسف کے مدرسہ کے، اور فرمانے لگے میں نے سوچا تیرے مدرسہ کے چندہ کی بسم اللہ بھی میں ہی کردوں، جب دوستوں اور بزرگوں کو یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو سب ہی بہت خوش ہوئے، اور بہت مبارکباد بھی دی۔

چپاٹا میں ادارہ کے لئے جگہ کا انتخاب

ماہ مبارک کے کچھ دنوں بعد میں زامبیا حاضر ہوا، دوستوں کے مشورہ سے ایک جگہ چپاٹا سے ۵؍کلومیٹر تجویز کی، اس اثناء میں مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کسی کام سے لندن تشریف لائے، جب مجھے معلوم ہوا تو محترم ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو میں نے فون کرکے بتایا کہ مدرسہ کے لئے جگہ تو الحمدللہ مل گئی ہے، جی چاہتا ہے کہ اگر حضرت کی اجازت ہو تو مولانا عبدالحفیظ صاحب لندن سے دو چار روز کے لئے

یہاں آ کر اس کا سنگ بنیاد رکھ جائیں اور دعا بھی کر جائیں، ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے معلوم کیا حضرت نے فرمایا ضرور ضرور جائیں اور میری طرف سے اور اپنی طرف سے سنگ بنیاد رکھیں، چنانچہ مولانا عبدالحفیظ صاحب تشریف لائے اور مورخہ ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ بڑے مجمع کی موجودگی میں پہلے حضرت کی طرف سے اور پھر اپنی طرف سے سنگ بنیاد رکھ کر طویل دعا بھی فرمائی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ہمیں معلوم ہوا کہ وہ جگہ حکومت دینے کے لئے تیار نہیں ہے، دو حجرے بھی اس جگہ تیار کرالئے تھے لیکن اس وقت قانونی مشکلات کی وجہ سے مکتب شروع نہیں ہوسکا، بعد میں ابتدائی تعلیم مکتب کی شروع کرادی، اور اب تک بھی الحمدللہ اس میں مکتب جاری ہے، تقریباً ۳۰/بچے اس میں پڑھ رہے ہیں، اور معہد کے ایک طالب علم ہی اب دو سال سے وہاں پڑھا بھی رہے ہیں، لیکن حکومت نے سختی سے اس سے زیادہ جگہ سے انکار کردیا۔

دوسری جگہ کا انتخاب اور اس کی خرید

اس کے بعد ہم لوگ اور جگہ کے متلاشی رہے اور مذکورہ جگہ کے لئے بھی کوشش کرتے رہے، کچھ دنوں بعد ایک جگہ کی فروختگی کا علم ہوا، جا کر دیکھا بہت ہی پرفضا جگہ تھی، تقریباً چاروں طرف پہاڑ اور پہاڑوں کے دامن میں پرفضا جگہ، لب سڑک، دس حجروں پر مشتمل ایک بڑا مکان، جس پر گھاس کا چھپر پڑا ہوا تھا، اس کے ساتھ تین حجروں کا ایک چھوٹا سا مکان، اس کے علاوہ احاطہ میں تین بڑے ہال نما حجروں پر مشتمل ایک اور مکان، اس کے پیچھے چار چھوٹے چھوٹے حجرے خانقاہ نما، اس کے علاوہ تین حجروں والا ایک اور مکان، جس کے متصل عمال کے رہنے کے لئے چھوٹے

چھوٹے چار حجرے، تین چار پانی کی بڑی ٹنکیاں، دو کنوئیں، اور ۱۲/ایکڑ خالی زمین، جس میں پچاسوں درخت تھے، دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور تمنا بھی کی کاش یہ جگہ ہمیں مل جائے، ہم لوگوں نے بھی درخواست دی، اس کے مالک اور وکیل سے رابطہ قائم کیا، قیمت بہت معمولی تھی صرف تیس ہزار کواچہ، جو اس کے وکیل کے پاس بذریعہ چک بھیج دیئے، دعائیں اور کوشش کرتے رہے، وقت گزر گیا اور لوگ اس جگہ کے حصول کے لئے کوشش کررہے تھے، اور اس سے زیادہ قیمت دینے کے لئے تیار تھے، جب کئی ماہ گزر گئے اور اپنی کوششیں رائیگاں معلوم ہونے لگیں، تو حضرت کو ایک تار سے دعا کی درخواست کی گئی، اللہ جل شانہ نے کرم فرمایا حضرت کی دعا قبول ہوئی اور تقریباً ۱۰/ماہ بعد ۳۰/ہزار ہی میں وہ جگہ ہمیں الحمدللہ مل گئی۔

جگہ ملنے کے بعد حضرت شیخ کی زامبیا آمد

جب ہمیں یہ جگہ مل رہی تھی، انہی دنوں میں حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کا سفر جنوبی افریقہ کا طے ہو رہا تھا، چنانچہ حضرت نے اسی وقت مدینہ منورہ میں مولانا عبدالحفیظ صاحب اور مولانا یوسف صاحب سے یہ طے کردیا تھا کہ عبدالرحیم کے مدرسہ پر بھی جانا ہے، ان دنوں یہ احقر چونکہ زامبیا کے طویل قیام اور قانونی مشکلات اور مدرسہ کے لئے جگہ نہ ملنے سے پریشانی سے تھک کر اور گھر میں ولادت کا قصہ بھی تھا، ہندوستان گیا ہوا تھا، اور واپسی کا زیادہ ارادہ بھی نہیں تھا، اپنی کوششیں کر چکا تھا اور کچھ زیادہ پر امید بھی نہیں تھا؛ لیکن ما در چہ خیالیم وفلک در چہ خیال، ادھر حضرت کا سفر افریقہ طے ہوا اور ادھر جگہ کی منظوری کی اطلاع بھی اہل شوریٰ کو ملی، اللہ جل شانہ کو یہی منظور تھا کہ اپنے مقبول بندے کے مبارک الفاظ کہ میں ہی ان شاء اللہ زندہ رہا تو اس کی بسم اللہ بھی کرادوں گا، کو صحیح کردیں اور اسے حقیقت بنادیں، چنانچہ ۹/رمضان

المبارک ۱۴۰۱ھ کو احقر بھی ممبئی سے سیدھا ڈربن اور پھر وہاں سے اسٹینگر حاضر ہو گیا، حضرت بہت خوش ہوئے، فرمایا تجھے تار بھی کرایا، خط بھی لکھوائے لیکن جواب ندارد، میں نے عبدالحفیظ اور یوسف سے کہہ دیا تھا کہ پڑاوہ نہ آئے ہم لوگ اس کے مدرسہ پر جائیں گے، چنانچہ ۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ کو حضرت تشریف لائے اور ۱۹/شوال ۱۴۰۱ھ شب پنجشنبہ کو بعد عشاء حضرت نے مدرسہ اور تعلیم کی بسم اللہ کرائی، اس میں کافی بچے زامبیا اور ملاوی وغیرہ کے شریک تھے، اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب نے طویل دعا کرائی، یہ مدرسہ کی پہلی بسم اللہ ہے اور اس طرح مالک نے اپنے بندہ کا کیا ہوا وعدہ بھی پورا کرادیا۔

مدرسہ میں تعلیم کی بسم اللہ

حضرت نے ۳/روز مسلسل بسم اللہ کرائی، چپاٹا اور اطراف وجوانب کے بچے آتے رہے، اور بسم اللہ کرتے رہے اور الحمدللہ کئی وہ بچے اب بھی مدرسہ میں ہیں کہ جنہوں نے حضرت سے بسم اللہ کی تھی، عزیز محمد لونڈازی، عزیزان عبدالحلیم وعبدالرشید وعزیز موسی پٹیاؤ کے وغیرہ، اس طرح مدرسہ کھولنے کا مشورہ، اس کے لئے دعا اور اس کے لئے چندہ کی بسم اللہ اور تعلیم کی بسم اللہ، مدرسہ کے نام کی تجویز، زکریا مسجد کا سنگ بنیاد وغیرہ سارے کاموں کی تکمیل کرکے اور پانچ روز تک معہد الرشید الاسلامی میں نورافشانی فرماکر ہزارہا بندگان خدا کو سیراب فرماکر عظیم ادارہ کے لئے دعائیں کراکر اور اپنے مالک سے کیا کیا اس کے لئے منواکر زبان حال سے سب کو روتا ہوا چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے براہ لوساکا ولندن ہوئے کہ:

مثل شبنم آئے تھے، سیر گلستاں کر چلے
خوش رہو اہل چمن، ہم تو اپنے گھر چلے

حضرت کی حجاز واپسی براہ لندن اور احقر کی ہمرکابی

احقر بھی حضرت کے ساتھ لندن اور حجاز کے لئے ارادے کئے ہوئے تھا، ایک مرتبہ دریافت فرمایا کیا نظام ہے؟ اپنا نظام بتایا، حضرت نے فرمایا اب مدرسہ شروع کر میرے ساتھ جا کر کیا کرے گا؟ میں نے عرض کیا جی چاہتا ہے، فرمایا بہت اچھا، لندن کے قیام میں پھر دریافت فرمایا کیا نظام ہے؟ عرض کیا حضرت کے ساتھ حجاز مقدس کا ارادہ ہے فرمانے لگے اب کیا ضرورت ہے واپس چلا جا، میں نے عرض کیا وہاں سے پھر چلا جاؤں گا، خیال تھا کہ اگر اجازت مل گئی تو حج کا زمانہ بھی قریب ہی ہے حج کرکے چلا جاؤں گا، حجاز مقدس پہنچ کر تقاضا فرمایا کہ واپس جا، میں نے عرض کیا اجازت ہو تو حج کرلوں، فرمایا حج تو ماشاء اللہ کئی کر چکا ہے، اب جا کر اپنا کام کر۔

واپس آکر معہد میں باقاعدہ تعلیمی سلسلہ

چنانچہ آخر ذیقعدہ میں واپسی ہوئی، کچھ کام مدرسہ کے باقی رہ رہے تھے ان کو نمٹایا اور اللہ کا نام لے کر ۱۳/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۷/اکتوبر بروز بدھ ۷/بچوں سے تعلیم کی ابتداء کی، الف با پڑھنے والے بچے تھے، جن کی زبان سے میں واقف نہیں اور میری زبان سے واقف نہیں، نیا ماحول، نئے لوگ، نیا ملک، رات دن اس سوچ میں رہتا کہ اب کیا ہوگا؟ کس طرح ہوگا؟ ظاہری وباطنی ہمت کی کمی، طرح طرح کی مشکلات، ہر وقت اس کا ڈر کہ نا معلوم کب یہ سلسلہ بند ہو جائے اور حضرت کو جواب ہی مشکل ہو جائے، حضرت کو حالات لکھتا رہا، دعاؤں کی درخواست کرتا رہا، حضرت کے دعاؤں سے بھرپور گرامی نامے آتے رہے جس سے امید بندھتی رہی، یہی اصل پشت پناہی تھی۔

چہ غم دیوار معہد را کہ دارد چوں تو پشتباں

امید وبیم میں دن گزر رہے تھے، اللہ جل شانہ نے موقعہ عنایت فرمایا، دو مرتبہ حاضری حرمین شریفین کی بھی اس کے بعد سعادت نصیب ہوئی، حضرت سے دعا کی درخواست حالات سنا کر کرتا رہا، ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں مولانا عبدالحفیظ صاحب کی موجودگی میں حضرت سے درخواست کی کہ حضرت اس کی سرپرستی قبول فرماویں، حضرت نے قبول فرمالیا، معہد کو یہ سعادت اور فخر حاصل ہے (الحمدللہ) کچھ عرصہ بعد آہستہ آہستہ مدرسہ کو ترقی ہوئی اور طلبہ بھی ادھر ادھر سے آئے اور معاونین بھی ملتے گئے، مخلصین اور ہمدرد بھی حاصل ہونے لگے اور بقول کسے:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

تعلیمی ترقی

اب تو ماشاء اللہ جب کہ یہ سطور لکھی جارہی ہیں اور معہد ابھی تک اپنے ایام طفولیت سے گزر رہا ہے، تقریباً پورے زامبیا کے کونے کونے اور شہر شہر اور ہر صوبے کے علاوہ ملاوی، موزمبیق، تانزانیہ، نائجیریا وغیرہ کے تقریباً ۱۱۰/ بچے ابتدائی ناظرہ حفظ، تجوید، اردو، عربی کی تعلیم میں مشغول ہیں، ۵/ اساتذہ ہیں، تقریباً ۳۰/ بچے حفظ میں ہیں، کئی بچوں نے گزشتہ سال ناظرہ قرآن پاک ختم کیا، جو لکھو کھا میں سے چند ہیں، جن لوگوں کو صحیح کلمہ طیبہ بھی نہ آتا ہو، ان کے لئے قرآن پاک کا تصور امر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، اور امسال امید ہے انشاء اللہ کئی بچے حفظ بھی پورا کریں گے، ایک افریقی بچہ نے امسال پیٹاؤکے میں محراب سنائی، جو زامبیا اور ملاوی کی تاریخ میں ہماری محدود معلومات کے مطابق پہلا واقعہ ہے، جسے صرف مالک کا فضل اور قرآن پاک کا معجزہ اور حضرت کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے، زامبیا اور اطراف

60

کے ممالک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں تقریباً ۱۱/ زبانیں بولنے والے بچے معہد میں زیر تعلیم ہیں، تقریباً زامبیا ہی سے دو ہزار کلومیٹر سے بھی زیادہ دور سے آئے ہوئے بچے موجود ہیں، جنگلوں میں رہنے والے، چرندوں اور درندوں سے بھڑنے والے بچے، مشنیریوں کے جالوں میں پھنسے ہوئے نونہال جو انسانوں سے متوحش اور صحرا اور صحرائی آبادی سے مانوس، جنہیں سورۃ فاتحہ تو کجا کلمہ طیبہ بھی نہ آتا تھا، جو نہ اسلام جانتے تھے، نہ مسلمان ہونا، جن کے ماحول میں ہر برائی مرغوب اور ہر خیر اجنبی تھی، سب چھوڑ چھاڑ کر پہنچے اور ایسے ماشاء اللہ مشغول ہوئے کہ شکوک وشبہات میں رہنے والے اور مدرسہ کو ڈھکوسلہ سمجھنے والوں کے لئے سوالیہ نشان بن گئے، اور ان پڑھ اور بعضے غلط پڑھے ہوئے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور جب محبت اور پیار سے اپنے محسن اور مربی بانی معہد الرشید حضرت اقدس مولائی و مرشدی وسیلتہ یومی وغدی کا نام نامی اسم گرامی لیتے ہیں، تو لطف آجاتا ہے، صحیح ہے آدمی کبھی نہ کبھی تو اپنے محسن کو یاد کرتا ہی ہے اور محسن بھی جب دین کا ہو تو پھر پوچھنا ہی کیا کہ اگر مقدر نے یاوری کی اور یہ بچے انشاء اللہ پڑھ گئے، تو امید ہے ان کے نہ صرف زامبیا بلکہ ملاوی، موزمبیق تا زائرے غرض پورے افریقہ کے لئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بنیں گے، اور انشاء اللہ تا قیام قیامت حضرت اقدس کے لئے صدقہ جاریہ۔

مبشرات

بالکل ابتدائی اور انتہائی نامساعد حالات میں شروع ہونے کے بعد اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے ہر نوع کی مدد اور نصرت ہوئی اور ہوتی رہی اور الحمدللہ ہو رہی ہے اور روز افزوں بھی ہے، اللھم زد فزد، ان ظاہری اسباب کے مہیا ہونے کے علاوہ کریم مالک کا بڑا کرم یہ بھی ہوا جو مالک کا دستور بھی اپنے ضعیف اور کمزور بندوں کے ساتھ

رہا ہے کہ مبشرات سے نوازتے ہیں، اس سلسلہ میں سب سے بڑی بشارت تو وہ ہے جو بہجۃ القلوب میں چھپ بھی گئی ہے، اور حضرت اسے سن کر بہت محظوظ بھی ہوئے تھے اور بہت روئے بھی تھے (ملاحظہ ہو بہجۃ القلوب حصہ دوم) اس کے علاوہ معہد پر مقیم ایک مسماۃ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس سیدی ومرشدی نور اللہ مرقدہ اور قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ پر تشریف لائے ہوئے ہیں، اور ملاحظہ فرماتے ہوئے حجرہ میں بھی تشریف لائے، اور سب چیزیں بہت غور سے ملاحظہ فرمارہے ہیں، اہلیہ نے روکر عرض کیا یارسول اللہ ہمارے لئے دعا فرمائیں اللہ جل شانہ ہماری آخرت بہتر بنادے۔

اس کے بعد سال گزشتہ جب قبلہ حضرت اقدس مفتی محمود الحسن صاحب مدفیوضہم تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ کے دست مبارک سے معہد کے دار الطلبہ کا سنگ بنیاد رکھنا طے ہوا تھا، معہد میں مہمان آئی ہوئی ایک مسماۃ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑے درخت کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور بچوں میں سے شاید عبد الرشید نے مجھ سے بتایا کہ دیکھو دیکھو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں نے پوچھا کہاں؟ اس نے اشارہ سے وہ درخت بتایا، میں نے دیکھا بڑا مجمع ہے، لوگ عمامے باندھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحے کررہے ہیں، اور ان میں تو بھی ہے، چونکہ مسماۃ مہمان نے ابھی تک معہد اور اس کا احاطہ اچھی طرح دیکھا نہیں تھا، اس لئے اس وقت تو یہ نہیں بتاسکیں کہ وہ درخت کہاں ہے؟ البتہ خواب ہی میں انہیں یہ خیال رہا کہ وہ درخت یہاں کہیں ہے، جب ایک مرتبہ ان کی نظر اس درخت پر پڑی تو مجھے بلاکر کہا کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور یہ وہی درخت تھا جس کے قریب دار الطلبہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا، بہت ہی خوش ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات

عالیہ اس کی طرف مبذول ہیں، اللہ جل شانہ آئندہ بھی برکت کے ساتھ باقی رکھے۔

ہمارے ایک رکن شوری دیندار تہجد گزار صاحب نے مجھ سے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہد پر تشریف لائے، مدرسہ کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو اور میں بھی دونوں اکڑو بیٹھے ہوئے ہیں اور مدرسہ کے امور میں سوچ رہے ہیں، اور فکرمند ہیں، منامات اور مبشرات تو اور بھی ہیں، مگر برکت کے طور پر اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی دعاؤں کے طفیل اس طرح کے مبشرات سے ڈھارس اور امید بندھتی رہی اور الحمد للہ فکریں اور الجھنیں بھی دور ہوتی رہیں، فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کا ایک یادگار خط
اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا یوسف متالا کے نام

یہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کا اکتیس سال پہلے لکھا ہوا خط ہے، جس میں انہوں نے بہت بے تکلفی سے معہدالرشید کی سرگرمیوں کی اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد یوسف متالا کو انگلینڈ میں اطلاع دی ہے، یہ خط مولانا محمد یوسف متالا نے بذریعہ ای میل بھیجا ہے، اللہ تعالی ان کو سلامت با کرامت رکھے۔ (مرتب)

دولت خانہ کی مبارکباد

عزیز گرامی قدر ومنزلت عافاکم اللہ وسلمہ! بعد سلام مسنون خیریت طرفین نیک مطلوب ہے، اس وقت عمر جی بھائی نے بتایا کہ وہ لندن جارہے ہیں، کوئی پیغام کام وغیرہ ہو تو وہ بتادیں، میں نے سوچا بغیر مٹھائی اور بغیر اطلاع کے مفت ہی میں سہی جناب کی خدمت میں دولت خانہ کی مبارک باد پیش کردوں، اللہ تعالی بہت ہی مبارک فرمائے، گھر کو اور گھر والوں کو آباد و معمور فرمائے، استعمال کرنا اور پرانا کرنا نصیب فرمائے، اس میں ویسے دعا کے چپکنے کے لئے مٹھائی تو لازمی ہے، ویسے جناب والا کی مرضی ہے کہ عمل فرماویں، یا اس درخواست کو ردی کی ٹوکری میں ڈالدیں، تم نے اگر اس تحریر کو پھاڑ بھی ڈالا تو تمہارے قدم چومیں گے میری تحریر کے ٹکڑے، ویسے خوشی بہت ہوئی، ویسے امید تو جناب والا سے یہی ہے اور چونکہ جناب کا معمول بھی رہا ہے، اس لئے اور بھی اطمینان ہے کہ مکان مبارک کا کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا حجرہ شریف ایسا ہوگا، جو احقر کے نامزد ہوگا اور انشاء اللہ آئندہ حاضری پر

اپنے حجرہ کی زیارت سے مسرت حاصل ہوگی، ویسے خوشی کے ساتھ ساتھ ایک فکر بھی سوار ہے کہ کہیں خدانخواستہ بارقرض سے بعد میں پریشانی نہ ہو، اللہ کرے سب انتظام اچھی طرح ہوگیا ہو، اللہ جل شانہ مسبب الاسباب ہیں۔

معہدالرشید کی کارگردگی کی روداد

اس عریضہ کا مقصد یہ ہے کہ معہدالرشید کا ششماہی امتحان کل رات پورا ہوا، ۵۷/ بچے امتحان میں شریک تھے، جن میں سے ۱۸/ درجہ حفظ میں ہیں، بقیہ قرآن پاک ناظرہ، اردو، ضروریات دین وغیرہ میں ہیں، جتنا تھوڑا سا علم حدیث اللہ تعالی سے ان بچوں کو اپنے مکرم اور ماواء دارین، حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالی کی فکروں اور دعاؤں کے طفیل عطا فرمایا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ افریقی مسلمانوں میں لاکھوں میں بھی آج ۵۰/ فیصد تو کیا ۲۵/ فیصد بھی اپنی محدود معلومات کے اعتبار سے نہیں ہے، علم کی تو بہت دور کی بات ہے، ہمارے مدرسہ میں بہت سے بچے ایسے ہیں جن کے بالغ بھائی بہن بہت سارے مسلمان نہیں ہیں۔

ایک سیاہ فام بچے کے گھریلو حالات

آج صبح صبح میں ایک بچہ سے پوچھ رہا تھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ اور اس کے والد کے علاوہ پورے گھر میں کوئی مسلمان نہیں ہے، وہ بچہ قرآن پاک پڑھ رہا ہے اور نماز روزہ وغیرہ بہت سارے مسائل سے واقف ہو چکا ہے، اردو کا قاعدہ بھی پورا کیا ہے، اس کی ہمشیرہ لیڈی پولیس ہے، وہ اور اس کا شوہر دونوں عیسائی ہیں، اس کی والدہ اور اس کی دوسری ہمشیرہ بھائی وغیرہ سارے عیسائی ہیں، اس کا نام ہاشم بن عبداللہ ہے، اصل میں وہ آکر کہنے لگا کہ مجھے میری ہمشیرہ کو فون کرنا ہے، اس سے میں نے ہمشیرہ کا نام پوچھا، اس پر سے ساری بات چلی، اور یہ سب کچھ

نتیجہ ہے جہالت کا اور عیسائی مشینری کی محنت کا، اور ہمارے میدان کے صاف ہونے کا۔

آپ حضرات کی دعاؤں کی ضرورت

میں نے یہ طویل تحریر اس لئے لکھی ہے کہ ہم لوگ آپ حضرات کی دعاؤں کے ہر آن اور ہر وقت محتاج ہیں، اور ہر طرح سے ضرورت مند اور سائل ہیں، للہ دعاء سے مدد فرماویں کہ کام کا بڑا بوجھ ہے، بڑی ضرورت بھی ہے، ہمت کوتاہ۔

حضرت شیخ کی یاد

حضرت اقدس ماواء دارین کے حادثہ کے بعد سے طبیعت سست اور کمر ٹوٹی ہوئی، دل اکتایا ہوا، حضرتؒ کی یاد آتی رہتی ہے، ان کی دعاؤں اور شفقتوں کی یاد ہر وقت ستاتی رہتی ہے، خواب میں الحمدللہ بکثرت زیارت محض اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے ہوتی رہتی ہے، گذشتہ ہفتہ تین رات تک مسلسل زیارت ہوتی رہی، ارشاد بھی فرماتے رہے، حضرت کی یاد بہت آتی ہے، اب اس چہرہ انور کی زیارت کو کہاں جائیں؟ اب وہ دعاؤں کا سہارا کہاں سے لائیں؟ آپ تو خوش قسمت ہیں کہ حضرتؒ کی حیات ہی میں آپ کا کام پورا ہوگیا، اور ہم لوگ تو ابتداء ہی میں محروم ہوگئے ہیں، دور فتن میں اب سوچتا ہوں کہ اس عظیم سہارے کے بغیر کیسے کام چلے گا، بیشک رب کریم مالک کل کائنات ہی ملجاء وماوا ہے اور کارساز حقیقی ہے، تو اس کے فیصلہ پر ہم راضی برضا ہیں، شکوہ وشکایت سے پناہ چاہتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس سے مدد چاہتے ہیں، لیکن گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ان امیدوں کا کیا بنے گا؟ بہرحال دعا فرماویں، اللہ تعالی مدد فرماوے، اور اللہ جل شانہ راضی ہوجائے، ریاونمود سے حفاظت فرماوے۔ آمین

معہد میں دارالاقامہ کام کی خوشخبری

مجھے تو کچھ اور لکھنا تھا اور کچھ اور شروع ہوگیا، الحمدللہ نتیجہ امتحان بہت ہی قابل شکر رہا، دوسرا مقصد یہ ہے کہ عنقریب دارالاقامہ کے ایک حصہ کا کام شروع ہونے والا ہے، اس کے لئے دعا فرماویں، اللہ جل شانہ جلد از جلد عافیت وسہولت کے ساتھ اس کی تکمیل فرمادے، اور مدد فرمادے، تقریباً ۹۳؍ ہزار میں ٹھیکہ کی بات چل رہی ہے، قبلہ سیدی حضرت اقدس مفتی صاحب مدفیوضہم سے بھی بعد سلام مسنون اس کیلئے بلجاجت دعا کی درخواست کردیں تو کرم ہوگا، ساتھ ہی دو استاذوں کے مکان کا بھی کام شروع ہوگا انشاء اللہ، آج ابھی لوساکا فون سے بات ہوئی ہے، مولانا ریاض الحق صاحب داماد حضرت مولانا اسلام الحق صاحب بخیریت لوساکا پہنچ گئے ہیں، دو چار دن میں چپاٹا میں پہنچ جائیں گے، ان شاء اللہ، مشورہ کیلئے بلایا گیا ہے، حضرت مولانا سے بعد سلام مسنون تحریری اطلاع فرماویں، احباب وپرسان حال سے سلام مسنون، درخواست دعا۔

جدہ اور سہارنپور کے سفر کا پروگرام

انشاء اللہ ۱۰؍۱۲؍ رجون کو جدہ اور وہاں سے ماہ مبارک میں انشاء اللہ سہارنپور حاضری کی تیاری ہورہی ہے، اطلاعاً عرض ہے، قبلہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا دورہ زامبیا اور معہد پر تشریف آوری تقریباً کب تک ہوگی؟ معلوم فرمالیں، تو اچھا ہوگا، تاکہ میں ہند سے واپسی کا نظم ابھی سے کرلوں، اس لئے کہ تین چار ہفتے تک ممبئی سے لوساکا کی بکنگ نہیں ملتی ہے، پٹیل صاحب سے سلام عرض کریں، حامل عریضہ ہمارے مدرسہ کے محسن اور میرے دوست ہیں، بشرط سہولت ضرور ان کی دعوت کردیں، احسان ہوگا۔ فقط والسلام

عبدالرحیم

۱۰؍ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ

پانچواں باب

اہل معہد واعزہ کے افکار وخیالات

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا
اور معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا، زامبیا، افریقہ

اساتذہ معہد الرشید الاسلامی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کے خادمِ خاص اور آپ کے خلیفۂ مجاز تھے، آپؒ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے پرسنل سکریٹری تھے، خط وکتابت اور مراسلت آپ ہی سے متعلق تھی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو آپ پر حد درجہ اعتماد تھا، باہر کے حضرات آپ کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے خاندان کا فرد سمجھتے تھے، اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا یہ جملہ تو بہت ہی مشہور تھا کہ ”عبدالرحیم! تجھ سے تو مجھے راحتِ روحانی پہنچتی ہے“۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت قصبہ ورٹھی میں ۱۹۴۴ء میں ہوئی اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کرکے دارالعلوم حسینیہ راندیر میں داخل ہوئے، اور عربی کی جملہ تعلیم جامعہ میں مکمل کرکے سندِ فراغت حاصل کی، دورانِ تعلیم تمام درجات میں ممتاز رہے۔

دارالعلوم حسینیہ راندیر سے عالمیت سے فراغت کے بعد جامعہ مظاہر علوم تشریف لائے اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے تین مرتبہ سماعت حدیث فرمائی اور اسی دوران

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی تقریرِ بخاری کو مکمل طور پر قلمبند فرمایا جس کی طباعت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں شروع ہوچکی تھی جو ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کے نام سے موسوم ہے، نیز عرصۂ دراز تک حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں رہ کر معرفت وسلوک کے منازل طے کئے۔

معہد الرشید الاسلامی کا قیام اور اس کا مختصر پسِ منظر

رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء کو جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ سہارنپور میں ماہِ مبارک گزار رہے تھے، رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے خادمِ خاص مولانا نجیب اللہ صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو آکر بتایا کہ حضرت شیخؒ آپ کو یاد فرما رہے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا: عبدالرحیم! زامبیا جاکر مدرسہ کھول لے اور پڑھانا شروع کر، اگر اللہ جل شانہٗ کو منظور ہوا تو میں خود آکر تیرے مدرسہ کی بسم اللہ کردوں گا، اس کے بعد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے دعاء کی اور کچھ نصیحتیں فرمائیں اور تیسرے روز دس ہزار روپئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت فرمائے، اور فرمایا کہ پانچ ہزار تیرے مدرسہ کے ہیں اور پانچ ہزار یوسف (مولانا یوسف صاحب متالا مہتمم دارالعلوم بری انگلینڈ) کے ہیں، اور فرمانے لگے میں نے سوچا تیرے مدرسہ کے چندہ کی بسم اللہ بھی میں ہی کردوں۔

ماہِ مبارک کے کچھ دنوں کے بعد حضرتؒ زامبیا تشریف لائے، اور زامبیا کی راجدھانی لوسا میں مکاتِب کا سلسلہ شروع فرمایا، اس کے بعد دوستوں کے مشورہ سے ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں چیپاٹا تشریف لائے اور کافی جدوجہد کے بعد چیپاٹا

شہر میں ایک جگہ تجویز ہونے کے بعد ۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ زامبیا تشریف لائے اور ۱۹/شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء شبِ پنجشنبہ کو بعد نمازِ عشاء حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے مدرسہ اور تعلیم کی بسم اللہ کرائی، اور یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا، چیپاٹا اور اَطراف وجوانب کے بچے آتے رہے اور بسم اللہ کرتے رہے، یہ معہد الرشید کی پہلی بسم اللہ تھی، اور اس طرح اللہ نے اپنے نیک بندہ کا کیا ہوا وعدہ کہ ''اگر اللہ کو منظور ہوا تو میں خود آکر تیرے مدرسہ کی بسم اللہ کردوں گا'' پورا کردیا۔

الغرض مدرسہ کھولنے کا مشورہ، اس کے لئے دعاء، اور اس کے لئے چندہ کی بسم اللہ اور تعلیم کی بسم اللہ، مدرسہ کے نام کی تجویز، زکریا مسجد کا سنگِ بنیاد وغیرہ سارے کاموں کی تکمیل کرکے اور پانچ روز تک معہد الرشید الاسلامی میں نور افشانی فرماکر، ہزارہا بندگانِ خدا کو سیراب فرماکر، عظیم ادارہ کے لئے دعائیں کرکے اور اپنے مالک سے اس سے کیا کیا منوا کر زبانِ حال سے سب کو روتا ہوا چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے براہِ لوساکا ولندن روانہ ہوئے کہ

مثلِ شبنم آئے تھے سیرِ گلستاں کر چلے
خوش رہو اہلِ چمن ہم تو اپنے گھر چلے

یہی مدرسہ معہد الرشید الاسلامی اور اس کی مسجد، مسجدِ زکریا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی آخری یادگار ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زامبیا آمد کے وقت زامبیا اور اس کے اطراف کے دینی حالات

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ زامبیا تشریف لائے تھے تو اس وقت افریقی مسلمانوں

کے لئے علوم دینیہ حاصل کرنے کے ذرائع (مدارس) بہت ہی کم تھے، جب معہد الرشید الاسلامی کا وجود عمل میں آیا تو یہ معہد جنوبی افریقہ اور سینٹرل افریقہ میں اپنی نوعیت کا واحد مدرسہ تھا، جو افریقن اساتذہ پہلے سے زامبیا میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے، وہ قرآن کریم لَحنِ جلی کے ساتھ پڑھتے تھے، ان کے لَحنِ جلی کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ موقع کی مناسبت سے بارہا سنایا کرتے تھے کہ جب ۱۹۸۴ء میں سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ عالمِ دین حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ معہد الرشید الاسلامی میں تشریف لائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض طلباء کو تلاوتِ قرآنِ کریم کے لئے حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش فرمایا، تو ایک افریقن استاذ جو ملاوی سے دینی خدمات کی تلاش میں زامبیا تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی اس مجلس میں موجود تھے، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِصرار کر رہے تھے کہ انہیں بھی کچھ سنانے کا موقع دیا جائے، حضرتؒ ان کو ٹال رہے تھے اور بعد میں سنانے کو کہہ رہے تھے، جب حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ وہ کچھ کہہ رہے ہیں، تو فرمایا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآنِ کریم میں سے وہ بھی کچھ سنانا چاہتے ہیں، اس پر حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو بھی قرآن سنانے دیا جائے، جب وہ تلاوت کرنے لگے تو تھوڑی دیر سننے کے بعد حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی اس وقت کے افریقن اساتذہ کے قرآنِ کریم پڑھنے کی یہ حالت تھی کہ سننے والا یہ تمیز نہیں کرسکتا تھا کہ وہ تلاوت کر رہے ہیں یا کسی دوسری زبان میں بات کر رہے ہیں، زامبیا میں حضرت کی آمد کے وقت دینی تعلیم کی یہ حالت تھی، اس کے

علاوہ افریقن مسلمان اپنے آپ کو مسلمان صرف اس بناء پر کہتے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ داداؤں سے سنا تھا کہ وہ مسلمان ہیں، علمِ دین تو ان کے اندر بالکل معدوم تھا، عوام وخواص سب کی یہی حالت تھی، مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ شادیاں کرنے کا عام رواج تھا، جس کی وجہ سے آنے والی نسلوں کو ان کے آبائی دین کا صحیح طور پر پتہ بھی نہ ہوتا تھا۔

سرزمین زامبیا میں ایسے کس مپرسی کے عالم میں معہد الرشید الاسلامی کا قیام عمل میں آیا، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت رحمۃ اللہ کی شب وروز محنت اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی مسلسل توجہات سے دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی سالوں میں کئی بچوں نے قرآنِ کریم ناظرہ بالتجوید اور حفظ مکمل کیا، اور زامبیا اور ملاوی کے مختلف خطوں کی مساجد میں رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآنِ پاک سنانے لگے، اور اِمامت وتدریس کی خدمات بھی انجام دینے لگے، جسے صرف مالک کا فضل اور قرآنِ پاک کا معجزہ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی سفر سے متعلق جس کا ابھی تذکرہ ہوا، ایک واقعہ یہ بھی سنایا کرتے تھے کہ جب حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ معہد الرشید میں تشریف لائے اور میں ان کو معہد الرشید کا معائنہ کرانے لگا، تو اس دوران حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ چند قدم چلتے ہیں اور رُک جاتے ہیں، اس طرح کئی مرتبہ ہوا، معائنہ کے بعد جب ہم کمرے میں پہنچے تو میں نے پیر صاحب سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جب میں چل رہا تھا تو یہاں نور ہی نور کا مشاہدہ کر رہا تھا اور میری خواہش ہو رہی تھی کہ تھوڑی دیر اس نور کے پاس ٹھہروں اور تھوڑی دیر اس نور کے پاس، پھر یہ بھی فرمایا کہ کس کو کیا معلوم کہ حضرت شیخ کی نسبت اس مدرسہ کو کہاں کہاں اڑا کر لے

جائے گی۔

بلاشبہ ان انوارات وتجلیات اورنسبتِ شیخ ہی کا فیض ہے کہ معہد الرشید الاسلامی کا تعلیمی وتدریسی ودعوتی سلسلہ روزِ اوّل سے اب تک اسی طرح پورے آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہے، اوراپنی ترقیات کی منازل کی طرف رَواں دَواں ہے، اورمعہد الرشید کے تمام ہی شعبہ جات سے فارغ ہونے والے طلباء عزیز اپنے اپنے علاقوں میں دینی، تعلیمی ودعوتی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں، اب تک معہد الرشید میں زامبیا کے ہرخطہ سے اور بیرونِ زامبیا افریقہ اور غیر افریقہ کے تقریباً اٹھارہ ملکوں کے طلباء تعلیم حاصل کرنے کے لئے آچکے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں قرآنِ کریم کی صحت اور تجوید کے ساتھ پڑھنے پر اس درجہ ترقی ہوئی کہ ۱۹۹۸ء میں جب حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند معہد الرشید الاسلامی میں تشریف لائے تھے توان کے سامنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چند طلباء کرام کو قرآنِ کریم سنانے کے لئے پیش فرمایا تھا، ان طلباء کرام کے قرآن کریم سننے کے بعد دونوں بزرگ بیحد مسرور ہوئے، دل سے دعائیں دیں اور ان کی حسن قرأت پر بڑے ہی حوصلہ افزاء کلمات ارشاد فرمائے۔

معہد الرشید الاسلامی کی تعلیمی ودعوتی سرگرمیاں

(۱) شعبۂ ناظرہ قرآنِ کریم بالتجوید:

الحمدللہ اس شعبہ سے اب تک ہزاروں طلباء فارغ ہوچکے ہیں۔

(۲) شعبۂ تحفیظ القرآنِ الکریم وتجویدہ:

الحمدللہ اس شعبہ سے بھی ڈیڑھ سو سے زائد طلباء فارغ ہوچکے ہیں۔

(۳) شعبۂ عالمیت:

الحمدللہ شروع میں کافی طلباء اس شعبہ کے ابتدائی درجات سے پڑھ کر دیگر اداروں سے دورۂ حدیث شریف مکمل کر کے سندِ فراغت حاصل کرچکے ہیں، اور ۱۹۹۹ء میں معہد الرشید میں دورۂ حدیث شریف کا باقاعدہ افتتاح عمل میں آنے کے بعد سے اب تک زامبیا کے ساتھ دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے (27) طلباء نے معہد الرشید الاسلامی میں باضابطہ عالمیت مکمل کر کے سندِ فراغت حاصل کی ہے۔

(۴) شعبۂ امامت کورس:

شعبۂ ناظرہ اور حفظ قرآن کریم مکمل کرنے کے بعد جو طلباء امامت کورس کرنا چاہتے ہیں، ان کو اساتذۂ معہد کی نگرانی میں امامت کورس کرایا جاتا ہے، جس میں ایمانیات کے ساتھ طہارت، امامت وخطابت، جنازہ ونکاح خوانی وغیرہ کے اَحکام و مسائل خصوصیت کے ساتھ باقاعدہ پڑھائے جاتے ہیں، اور ان کی عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے، اس کے بعد ان ائمہ کو دینی خدمت کے لئے ضرورت کے مطابق مختلف شہروں کی مسجدوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔

(۵) شعبۂ دعوت وتبلیغ:

اس شعبہ میں تبلیغی جماعت کی آمد ورفت کی باضابطہ ترتیب دی جاتی ہے، اور ہر ہفتہ معہد الرشید سے ۲۴/گھنٹہ کے لئے طلباء کی جماعت کو قریبی دیہاتوں میں روانہ کیا جاتا ہے، سالانہ چھٹیوں کے موقع پر چالیس دن کی تشکیل کی جاتی ہے، اور شعبۂ عالمیت سے فارغ ہونے والے علماء کرام کو چار مہینے کے لئے ملک اور بیرونِ ملک دعوت وتبلیغ کے لئے روانہ کیا جاتا ہے۔

معہد الرشید الاسلامی میں تبلیغی اجتماعات

الحمد للہ معہد الرشید الاسلامی میں اکابرینِ نظام الدین، رائے ونڈ و بنگلہ دیش کی موجودگی میں دو مرتبہ تبلیغی اجتماعات ہو چکے ہیں، ایک مرتبہ ۲۰۰۶ء میں جو افریقہ کے چار ملکوں پر مشتمل تھا، جس میں دیگر اکابرین کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب، اور بھائی عبد الوہاب صاحب خصوصیت کے ساتھ رونق افروز تھے، دوسری مرتبہ ۲۰۰۸ء میں پورے زامبیا کا جوڑ تھا، اس میں بھی زامبیا کے علاوہ دیگر ممالک کے تبلیغی جماعت کے اہم ذمہ دار تشریف فرما تھے، ہر دو اجتماعات کے موقع پر موجود اکابرین اس بات پر بیحد خوش تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی آخری یادگار اور آخری مدرسہ میں اجتماع منعقد ہو رہا ہے، خاص طور پر بھائی عبد الوہاب صاحب امیر جماعت پاکستان کی رائے تھی کہ آئندہ بھی تبلیغی اجتماعات معہد ہی میں منعقد ہوں تو بہتر رہے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دعوت وتبلیغ

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت کے کام سے ایک عجیب لگاؤ تھا، اگر چیپاٹا شہر میں کوئی جماعت آتی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوتی تو آپ اس بات کا ضرور اہتمام کرواتے کہ جماعت والوں کا ایک دن کا پروگرام معہد الرشید میں بھی ہو، اور معہد کے طلباء و اساتذہ کرام کو بھی ان سے فائدہ ہو، اور تعطیل کے ایام کے لئے طلباء کی تشکیل بھی ہو جائے، اور خاص طور پر رمضان المبارک کی تعطیلات میں طلباء کی چالیس دن کی جماعت معہد سے روانہ ہو جائے، تاکہ طلباء کو دعوت کے کام سے مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ بھی دعوت وتبلیغ کا کام سیکھ لیں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ دعوت وتبلیغ اور جماعت کے کام کے بارے میں یہ

فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو ہمارا کام ہے، اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ گشت کے لئے میں بھی جایا کرتا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات، معہد الرشید اور پوری امتِ اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود ہم سب اہلِ مدرسہ، طلباء و اساتذہ واہلِ خانہ اور جملہ متعلقینِ مدرسہ کے لئے خصوصًا اور پوری امتِ اسلامیہ کے لئے عمومًا باعثِ خیر و برکت تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۲۵/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۹/ دسمبر ۲۰۱۲ء بروزِ اتوار بعد نمازِ فجر تقریبًا سوا پانچ بجے اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر اپنے ربِ حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یقینًا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس دارِ فانی سے کوچ کر جانا ہم سب کے لئے اور پوری امتِ اسلامیہ کے لئے بڑا ہی خسارہ ہے، موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے، اور تمام ہی لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کمی محسوس کر رہے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور توجہات سے محروم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم سب کو اور خصوصًا اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور خاص طور سے معہد اور اہلِ معہد کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نعم البدل عطاء فرمائے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے لگائے ہوئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سینچے ہوئے اس دینی و علمی چمن کی حفاظت فرما کر تا قیامت آباد اور سرسبز و شاداب رکھے، اس کے فیوض کو مزید عام و تام فرمائے اور ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کے نام سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو شرح ترتیب دی جا رہی ہے، جس کی پانچ جلدیں مکمل ہو کر

منظر عام پر آچکی ہیں، اس کو بحسن وخوبی پائے تکمیل تک پہنچائے، جو علماءِ کرام اور محسنین اس کو تکمیل تک پہنچانے میں مصروف ہیں، ان کی اس سعیِ مبارک کو بیحد قبول فرمائے، اورغیب سے ان کی نصرت فرمائے اور اس عظیم الشان شرح کو مکمل فرما کر امّت اسلامیہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض کو عام و تام فرمائے اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین۔

اب نہ راہوں کا پتہ ہے اور نہ منزل کی خبر

صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبدالرشید متالا☆

محترم المقام مولانا مسعود عزیزی ندوی زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے معذرت خواں ہوں

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہوگا اور سب گھر والے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیرت سے ہیں، مدرسہ میں بھی سب عافیت سے ہیں، الحمدللہ! عرض تحریر یہ ہے کہ جیسے آپ نے حکم فرمایا کہ حضرت اباجانؒ کے بارے میں کچھ تحریر کروں؛ لیکن بندہ کچھ لکھ نہیں پایا اور آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا، اس کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

اباجان کے بعد سے طبیعت کسی چیز میں نہیں لگتی

بات یہ ہے کہ جب سے اباجان رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے ہیں، تب سے طبیعت کسی چیز میں نہیں لگتی، کسی چیز میں جی نہیں لگتا:

بجھ گیا اجل کی قضاؤں سے چراغ رہ گزار
اب نہ راہوں کا پتہ ہے اور نہ منزل کی خبر

آپ نے فرمایا تھا کہ اپنے تأثرات لکھو، تو میں سوچتا ہوں کیا لکھوں اپنے دل کا حال، اپنے حسرت ویاس کے عالم کو کیسے قلمبند کروں۔

☆ ناظم معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا، زامبیا

ہم بھلا کس سے کہیں حسرتوں کی داستاں
تشنہ لب ہم ہی نہیں پیاسے سب ہی رہ گئے

ہم لوگوں کا حال کچھ اس طرح ہے، جیسے شاعر نے کہا ہے:

میں ہوں ایک ہوش رفتہ ❖ میرا درد راز بستہ
میرا غم زدہ جگر ہے ❖ میری آرزو شکستہ

میرے لب پہ وہ فغاں ہے
کہ فلک بھی نوحہ خواں ہے
وہ جو خالق جہاں ہے
وہی میرا راز داں ہے
میرا حال خود زباں ہے
میرا حزن بے زباں ہے
میرا درد جاوداں ہے
میرا قصۂ دلستاں ہے

میری حسرتوں کا منظر
میری بے کسی کا منظر
یہ تڑپ تڑپ کے جینا
لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا
یہی میرا طور سینا

زندگی میں جتنی روشنی تھی ان ہی سے تھی
مستقل اندھیروں میں اب اتر گیا ہوں میں

بام و در بھی ان کے بعد ہو گئے ہیں یوں خاموش
کہ دل تڑپتا ہے جب بھی گھر گیا ہوں میں
ان کا ساتھ جب تک تھا رنگ رنگ موسم تھے
بس خزاں کے موسم میں اب ٹھہر گیا ہوں میں

ابا جان تو ایسے تھے

حضرت ابا جانؒ کے معمولات لکھنا چاہتا تھا؛ لیکن انشاء اللہ پھر کبھی لکھ کر بھیجوں گا، ایک بات ذہن میں آرہی ہے، ابا جان اپنے شیخ و مرشد قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ جب فرماتے تھے، تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرتؒ تو ایسے تھے کہ اگر شریعت مطہرہ کا سانچا (Mould) ہوتا، تو ہمارے حضرت اس میں بالکل ٹھیک Fit ہوجاتے، بالکل Exact Fit ہوجاتے، اب میں جب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ حضرت ابا جان بھی اسی طرح تھے، یہ جملہ حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ پر بھی پورا صادق آتا ہے، حضرت ابا جان تو ایسے تھے۔

ابا جان کے معمولات

معمولات چھوٹتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، پورا دن پڑھانے میں، عبادات میں اور کتب بینی میں صرف ہوتا تھا، جب مہمان ہوتے تو ان کو بھی پورا وقت دیتے تھے، اور یہ وقت اپنے آرام کے اوقات میں سے ہوتا تھا، معمولات میں کمی نہیں ہوتی تھی، نمازوں کا اہتمام اس قدر تھا کہ ساری زندگی ہم لوگوں نے کبھی تکبیر اولیٰ فوت ہوتے نہیں دیکھا، اسی طرح ساری زندگی ”صلوۃ التسبیح“ کا معمول رہا، جو روزانہ مغرب کے بعد پڑھتے تھے اور وہ بھی لمبی اوابین کے بعد، اوابین اس قدر لمبی ہوتی تھی کہ اس کے مقابلے میں ”صلوۃ التسبیح“ بہت مختصر معلوم ہوتی۔

ابا جان کو اپنے حضرت کیساتھ کس قدر تعلق تھا

اباجانؒ کے بارے میں کیسے کچھ لکھوں، نہ مجھ کو لکھنا آتا ہے، نہ مجھ میں اباجانؒ کو Describe کرنے کی صلاحیت ہے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی حضرت اباجان پر کیا شفقتیں تھیں اور حضرت اباجان کو اپنے حضرت کے ساتھ کس قدر تعلق تھا اور کیسی محبت تھی اور اسی طرح حضرت کو بھی، وہ یہ حقیر کیا بتا سکتا ہے، یہ تو حضرت شیخ قدس سرہ کے جانشین حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس چچا جان ہی بتا سکتے ہیں، میں تو کیا جانوں۔

اور پھر چچا جان کی تصنیف ، محبت نامے - جو تین جلدوں پر مشتمل ہے - سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب القرآن وصاحب السنة تھے

میرے بہنوئی محترم المقام مولانا محمد زکریا پٹیل نے اپنے حلقے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ اباجان نور اللہ مرقدہ کے اخلاق وزندگی کیسی تھی؟ تو ہم کہتے "خلقه اخلاق شيخه" اور آگے فرمایا کہ حضرت صوفی اقبال مدنی نے اپنی کتاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور اتباع سنت میں حضرت شیخ کے بارے میں لکھا ہے کہ "خلقه اخلاق النبي صلى الله عليه وسلم" اور فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ "خلقه القرآن"۔

پھر انہوں نے ایک خواب کا حصہ بیان کیا جو ایک دارالعلوم کے مہتمم صاحب نے دیکھا تھا، حضرت اباجان کے انتقال کے دو تین دن بعد جس میں ہاتف غیبی یہ اعلان کررہا تھا کہ مولانا عبدالرحیم ''صاحب القرآن'' و''صاحب السنة'' تھے، اور اس میں

مدت بھی بتلائی کہ کتنی مدت سے۔

حضرت اباں جی اکابر علماء دیوبند کے عاشق زار تھے

یہ مبشرات بیان کرنا مقصود نہیں، اس کا ذکر تو ضمناً آ گیا، حضرت اباجان قدس سرہ اپنے شیخ کے عاشق زار تھے، فنافی الشیخ تھے، ان کی ہر بات ''ہمارے حضرتؒ کے یہاں'' اس جملے پر ختم ہوتی تھی، اسی طرح مشائخ سلسلہ اور اکابر علماء دیوبند کے عاشق زار تھے، اباجان کی تو بات ہی کچھ اور تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اہل معہد کو قبول فرمائے

آپ سے درخواست ہے کہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ جس طرح اللہ رب العزت نے حضرت اباجانؒ کو قطب الاقطاب برکۃ العصر حضرت شیخ قدس سرہ کی اس آخری یادگار کی خدمت کے لئے قبول فرمایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اہل معہد کو قبول فرمائے اور اس نااہل ونالائق کو بھی قبول فرمائے کہ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور حضرت اباجان رحمۃ اللہ علیہ کی امانت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کل قیامت میں ان کو منہ دکھانے کے لائق نہ ہوں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے، خصوصی شمارہ نکالنے کی ''یادگار حضرت اباجان'' اور آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کے اس خصوصی شمارے کو قبول فرمائے، قارئین کو اس سے مستفیض فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی دامے درمے سخنے ہر اعتبار سے مدد فرمائے۔

اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمائیں

ہم لوگوں کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمائیں، امی کے لئے بھی دعاؤں کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ امی جان کو صبر جمیل عطا فرمائے، امی کی عمر میں برکت عطا فرمائے، عافیت عطا فرمائے اور عافیت کے ساتھ ان کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے، امی جان کی خدمت کرنے کی پوری توفیق عطا فرمائے، اسی طرح چھوٹے بھائی عزیزم عبدالرؤف کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے کہ یہ ہر وقت ہر سفر میں ابا جان کے ساتھ رہا ہے، اور اس حادثہ سے بھی بالکل خاموش سا ہو گیا ہے، بہت گہرا اثر ہوا ہے، اور اپنے برادر اکبر محترم مولانا عبدالحلیم صاحب جو لندن میں رہتے ہیں اور ہمشیرہ عزیزہ عائشہ جو کنیڈا میں رہتی ہے، انہیں ابا جان کی فراق کے ساتھ ساتھ یہ غم بھی کھائے جا رہا ہے کہ ہم ابا جان کی زیارت نہ کر سکے اور بات نہ کر سکے، ہم اتنے دور رہ گئے، ان کے لئے بھی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت چچا جان کی عمر میں برکت عطا فرمائے

اور حضرت چچا جان مدظلہ کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت چچا جان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، عافیت کے ساتھ عمر دراز فرمائے، ان کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے۔

حضرت چچا جان کو اتنا مغموم اور اتنا غم زدہ آج تک ہم نے نہیں دیکھا، ہم نے کیا کسی نے نہیں دیکھا، ان کے دل میں ایک غم پنہاں ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے وصال کے وقت کا حال ہم نے دیکھا نہیں، تمام احباب کو سلام مسنون، محترم قاری عابد حسین ندوی زید مجدہ کو سلام مسنون، عزیزم عبدالرؤف بھی سلام عرض کر رہا ہے۔

ابا جان کی یاد بہت آتی ہے

تمام احباب سے بھی دعاء کی درخواست فرمائیں کہ ابا جان کی یاد بہت آتی ہے، یاد کیا آتی ہم لوگوں کا حال تو ایسا ہے کہ ہر وقت، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، پڑھاتے وقت، کھاتے وقت، یہاں تک کہ اللہ معاف فرمائے نماز میں بھی ابا جان کا تصور اور خیال ذہن میں گھومتا رہتا ہے، ان کی باتیں، ان کی یادیں ستاتی رہتی ہیں۔

میرے نصیب میں لکھا تھا یہ مقام
ہر سو تیرے خیال کی دنیا ہے تو نہیں
میرا گھر ہے کہ اک دنیا تیری یادوں کی
چھیڑوں جس چیز کو تیری نشانی نکلے
ہوش اپنا بھی آئے گا لیکن پہلے
تیری یادوں سے رہائی تو ہو
لَمَّا دَعَوْتُ الصَّبْرَ بَعْدَكَ وَالْاَسیٰ
اَجَابَ الْاَسیٰ طَوْعاً وَلَمْ يُجِبِ الصَّبْرُ
وَإِنْ يَنْقَطِعْ مِنْكَ الرَّجَاءُ فَإِنَّهُ
سَيَبْقىٰ عَلَيْكَ الْحُزْنُ مَابَقِيَ الدَّهْرُ
شاید وہاں پہنچے نہ زمانے کی نظر
جو زخم مجھے ترے فراق نے دیا ہے
درد من کمتر ز درد حضرت یعقوبؑ نیست
او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ اُم

آپ کا مخلص
عبدالرشید متالا

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

حضرت اباجان مولانا عبدالرحیم متالاؒ

حضرت شیخ کے محبت ناموں کی روشنی میں

مولانا محمد زکریا پٹیل داماد حضرت مولانا عبدالرحیم متالا☆

حضرت اباجان کے بارے میں کیا لکھوں

حضرت اباجان (حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ) کے بارے میں میں کیا لکھ سکتا ہوں؟ لکھنے کا حق میرے شیخ ومرشد حضرت شیخ ابا (حضرت مولانا یوسف صاحب) مدظلہ کو ہے، لیکن آپ کا بار بار اصرار اور حضرت شیخ ابا دامت برکاتہم نے بھی کچھ لکھنے کو فرمایا، لہٰذا بھائی مولانا عبدالرشید سلمہ کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ ''محبت نامے'' اور دوسری کتابوں میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ نے جوان دونوں بھائیوں (مولانا عبدالرحیم صاحب ومولانا یوسف صاحب) کے بارے میں فرمایا اس کو جمع کردوں، چنانچہ اس تحریر میں حضرت اباجان سے متعلق حضرت شیخ کے کچھ فرمودات نقل کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، حضرت اباجان کے متعلق تو خود میرے حضرت شیخ ابا (مولانا یوسف صاحب) دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ''حضرت بھائی جان میرے سب کچھ تھے، بڑے بھائی، والد، شیخ مرشد سب کچھ تھے''۔

ان دونوں بھائیوں کو پلایا گیا ہے

تفصیل کے لئے قارئین حضرات ''محبت نامے'' کی تینوں جلدیں پڑھ سکتے ہیں، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ اوران کے خلفاء کرام بھی

☆ٹورنٹو، کناڈا

پڑھ سکتے ہیں، بلکہ اس کتاب میں حضرت مولانا معین الدین مرادآبادی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں ''تعریفی فقرے اشعار وغیرہ خدام ادب بالخصوص مولانا عبدالرحیم متالا اور مولانا یوسف متالا کو زیادہ محفوظ ہوں گے کہ ان کے ساتھ (دونوں بھائیوں کے ساتھ) حضرت کا انداز تربیت اوروں سے مختلف رہا، اوروں نے بے سلیقہ یا باسلیقہ پیا ہے، اورانہیں پلایا گیا ہے۔ (شیخ زکریا اوران کے خلفاء جلد۳ ؍صفحہ ۳۴۸)

تجھ سے روحانی راحت ملتی ہے

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں ''حضرت مولانا عبدالرحیم کے متعلق احقر محمد اقبال کے علم میں حضرت قدس سرہ کا یہ ارشاد بھی ہے، فرمایا کرتے تھے کہ تجھ سے مجھے روحانی راحت ملتی ہے۔ (شیخ زکریا اوران کے خلفاء جلد۳ ؍صفحہ ۲۲۸)

ان کی دعائیں جامع ہوں گی

محبت نامے جلد اول صفحہ ۳۱۳ ؍پر حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب پالنپوری نوراللہ مرقدہ کا خط بنام حضرت شیخ الحدیث (قطب الاقطاب مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ) ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں ''حضرت والا کے لئے دعائیں کرنے کے بعد یہ بھی دعا کرتا ہے یا اللہ مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا منور صاحب جو دعائیں حضرت کے لئے کرتے ہیں، ان کو بھی قبول فرما اس لئے کہ ان دونوں کی دعائیں حضرت کی معرفت کی وجہ سے جامع ہوں گی۔

مجھے ان سے بہت ہی محبت ہوگئی

حضرت اباجان نوراللہ مرقدہ کے نام ایک لمبے خط کے اخیر میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ ''ایک ضروری امر یہ ہے کہ مولوی سعید خاں صاحب نے اس مرتبہ تمہیں بہت یاد کیا، معلوم نہیں میری خاطر میں یا واقعی؟ اور مجھ سے کئی دفعہ یہ

کہا کہ مولوی عبدالرحیم سے آپ کا تعلق دیکھ کر مجھے ان سے بہت ہی محبت ہوگئی''۔

پھر حضرت فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا منور حسین اور حضرت جی مولانا انعام الحسن نوراللہ مرقدہم کے قصے اور حضرت شیخ کے جانشین حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے حضرت ابا جان نوراللہ مرقدہ کے ساتھ محبت کے وقعات اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ساتھ تعلق کے قصے بہت ہوں گے، جو حضرت شیخ ابا (حضرت مولانا یوسف صاحب) دامت برکاتہم زیادہ جانتے ہیں، احقر نے صرف وہ واقعے لکھے، جو خود پڑھے یا سنے اور تحقیق کیے، تین عاشقوں کے معشوش کا واقعہ تو بہت ہی مشہور ہے، حضرت ابا جان نوراللہ مرقدہ کے متعلق ''محبت نامے'' جلد۲/صفحہ۹۸/ پر حضرت شیخ الحدیث لکھتے ہیں''تم دونوں بھائیوں کا مجھے واقعی اپنے سب دوستوں میں سے زیادہ اہتمام ہے، عزیز عبدالرحیم اللہ اسے بہت بلند درجات عطا فرمائے'' جلد۳/صفحہ۹۰/۹۱/ پر ہے''تم دونوں بھائیوں کے پاس کچھ ایسا جادو آوے کہ انہیں جو دیکھ لیتا ہے وہ شیدائی ہوہی جاتا ہے'' جلد۱/صفحہ ۱۱۹/ پر ہے''تم دونوں سے جو تعلق اس ناکارہ کو رہا ہے وہ رسمی شکریہ سے بالاتر ہے''۔

تمہاری یاد نہیں بھلائی جارہی ہے

جلد۱/صفحہ۵۰۷/ پر ہے''تم دونوں کے خطوط کا تو بے وجہ بھی انتظار رہتا ہے'' لیکن اسی خط کے اخیر میں ہے کہ''خط شروع تو کیا تھا حاجی یعقوب کے نام لیکن ختم ہوگیا عبدالرحیم ویوسف کے نام'' جلد دوم صفحہ ۱۷۲/ پر ہے''عبدالرحیم نے اپنی لغویات کے ساتھ ایک مہمل لفظ یہ بھی لکھا کہ میں نے یوسف کو لکھا ہے کہ تم چلے جاؤ تاکہ تمہاری وجہ سے میری یاد بھی شیخ کو رہے، میں نے اس سے اس مہمل کلام کا مطلب پوچھا ہے کہ کیا تمہاری یا عبدالرحیم کی یاد ایسی ہے کہ تم دونوں میں سے ایک

ہو تو یاد آؤ، ماہ مبارک سر پر آگیا، آج ۲۹/شعبان ہے؛ لیکن تمہاری اور عبدالرحیم کی یاد باوجود بھلانے کے بھی نہیں بھلائی جارہی ہے، بالخصوص کئی رمضان میں تمہارے یہاں رہنے کے مناظر آنکھوں کے سامنے ہیں''۔

تم دونوں دوستوں کی دلداریاں پہلے سے محفوظ رہیں

جلد اول صفحہ۲۰۲/ پر ہے''تم نے لکھا کہ چند روز سے سہارنپور بہت یاد آرہا ہے شاید یہ اسی کا اثر ہو کہ ۱۸/فروری شنبہ کو میں نے بھی تم دونوں کو خوب یاد کیا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دہلی جاتے ہوئے تھانہ بھون اور جھنجھانہ کے مزارات پر حاضری ہوئی، ان دونوں جگہوں پر تم خوب یاد آئے'' جلد اول صفحہ۵۱۵/ پر ہے''مجھے تو تم دونوں دوستوں کی دلداریاں پہلے سے محفوظ رہیں'' اس خط کی ابتداء ان اشعار سے ہے:

منی السلام علی من لست انساه

و لا یمل لسانی قط ذکراه

ان غاب عنی فان القلب مسکنه

و من اقام بفؤادی کیف انساه

جلد دوم صفحہ۱۳۳/ پر ہے''بہت ہی قلق ہوا اور میں نے نہ سننے کا ارادہ بھی کرلیا تھا، مگر تم دونوں بھائیوں کے یہاں میرے عزائم بھی پورے نہیں ہوتے'' جلد اول صفحہ۲۰۰/ پر ہے''عزیز یوسف کے لئے دعاؤں کے واسطے تمہارے یا اس کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے''۔ من اقام قلبی کیف أنساه

عزیز عبدالرحیم میرے لئے اولاد سے بڑھ کر ہیں

جلد اول صفحہ۶۱/ پر ہے''عزیز عبدالرحیم میرے لئے اولاد سے بڑھ کر ہیں''

جلد اول صفحہ۲۷؍ پر ہے’’ میری توجہات تو پہلے سے بھی تھی اور عزیز عبدالرحیم بہ نفس نفیس نور پھیلا رہے تھے، اب تو آپ ہی کی برکات ہیں کہ امن ہوگیا، اللہ تعالی آئندہ بھی اپنے حفظ وامن میں رکھے‘‘ جلد اول صفحہ۳۰۲؍ پر ہے’’ جہاں تک تمہارا تعلق ہے، اگر تم رمضان سہارنپور کرو تو اس میں مولوی طلحہ یا مولوی نصیر کے پوچھنے کی کوئی بات نہیں، طلحہ کی تو عید ہو جائے گی بشرطیکہ...... جہاں تک مولوی نصیر صاحب کا تعلق ہے اس کے لئے بھی نہایت موجب مسرت ہوگا‘‘۔

تمہاری مسلسل بیماری نے بہت ہی دق کردیا

جلد دوم صفحہ۷۶؍ پر ہے:’’

نزاکت نازنینوں کی بنائے سے نہیں بنتی
خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے

اور صفحہ۱۱۵؍ پر ہے’’ کہ تمہاری مسلسل بیماری نے بہت ہی دق کردیا، اللہ کی شان جو آدمی کسی کام کا ہوتا ہے وہی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے (حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ حضرت ابا جان نوراللہ مرقدہ کو لکھتے ہیں) جسمانی طور پر جتنا بھی تم سے بعد ہو، روحانی تعلق سے میں تم سے دور نہیں‘‘ آگے صفحہ۷۷؍ پر ہے’’ اور میں تم سے کسی وقت بھی دور نہیں ہوں، نہ مدینہ رہتے ہوئے، نہ یہاں، ہر وقت انشاء اللہ تمہارے قریب ہوں‘‘۔

جلد دوم صفحہ۱۱۶؍ پر ہے:

فعين الرضا عن كل عيب كليلة
كما ان عين السخط تبدى المساويا

تمہارے رشتہ دار میرے بھی رشتہ دار ہیں

جلد دوم صفحہ۸۱؍ پر ہے:’’ اللہ تعالی آپ کے دست شفاء میں زیادہ سے زیادہ ترقی

عطا فرمائے، لوگوں کو آپ سے زیادہ سے زیادہ صحت یاب فرمائے‘‘ جلد دوم صفحہ۸۲؍ پر ہے’’ عزیز مولوی عبدالرحیم سلمہ کی آمد کی خبریں تو بہت شدت سے برابر آتی رہیں‘‘۔

’’حبك الشئى يعمى ويصم‘‘ کا تو مسئلہ مستقل ہے ہی اور خط سنانے والے نے یا تو ۱۵؍ جولائی کا لفظ سنایا نہیں یا میں نے فرط شوق میں سنا نہیں، دو دن شدت انتظار رہا، کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا‘‘ جلد۲؍ صفحہ۱۱۸؍ پر ہے’’ عزیز عبدالرحیم کو تو مجھ سے بھی زیادہ معلوم ہے، اس لئے کہ اب تو تقریباً دو سال سے بعض مرتبہ میں کسی چیز کے متعلق لکھوانے کو پوچھتا ہوں تو وہ کھٹ سے میرا پرانا تعویذ یاد دلا دیتا ہے، ایک جگہ شیخ نے لکھا ہے’’ اس کو مجھ سے زیادہ یاد ہے‘‘۔

حضرت کی توجہ آج کل آپ ہی کی طرف ہے

اب بندہ اپنے شیخ ابا (حضرت مولانا یوسف صاحب دامت برکاتہم) کے بارے میں لکھتا ہے، حضرت شیخ نے ’’محبت ناموں‘‘ میں حضرت ابا شیخ سے متعلق جو لکھا، حضرت شیخ ابا جان دامت برکاتہم کی تعریف یا ان کے بارے میں کچھ لکھنا، ان کے بڑے بھائی حضرت ابا جان نوراللہ مرقدہ کی تعریف ہے، اور اصل انہیں کے بارے میں لکھنا ہے، محبت نامے جلد اول صفحہ۱۷۳؍ پر حضرت ابا جان نوراللہ مرقدہ (حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب) حضرت شیخ ابا (اپنے چھوٹے بھائی مولانا یوسف صاحب) کو لکھتے ہیں’’ اطلاعاً عرض ہے، حضرت اقدس صاحب دام مجدہم سے بھی اسی وقت مصافحہ ہوگیا، بہت دیر تک حضرت قریب بیٹھا کر آپ کی خیریت واحوال دریافت کرتے رہے، حضرت اقدس کی خصوصی توجہ آج کل آپ ہی کی طرف متوجہ ہے۔

یہ دلداری میں نہیں کہہ رہا ہوں، واقعی بلا تصنع عرض کرتا ہوں کہ اپنے چار سالہ

قیام میں حضرت اقدس کو اتنا زیادہ کسی چیز میں متفکر نہیں پایا، جتنا کہ آپ کے سلسلے میں پایا، اس وقت عجلت میں چند سطریں لکھ دیں:

موت سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی ✿ تھک تھک کے گر گئی نگاہ انتظار آج

مجھے تم سے ملاقات کا اشتیاق تم سے زیادہ ہے

جلد اول صفحہ ۱۷۵ پر ہے "عزیزم سلمہ! بعد سلام مسنون! ۱۳/ اکتوبر سے تمہاری آمد کا اشتیاق شروع ہو چکا تھا" آگے صفحہ ۱۷۶ پر ہے "تمہیں خوب معلوم ہے کہ مجھے تم سے ملاقات کا اشتیاق تم سے زیادہ ہے"۔ (سبحان اللہ کیا محبت ہے)

صفحہ ۱۷۵ پر بڑے بھائی چھوٹے بھائی کو لکھتے ہیں "آپ کی فکر ہر وقت رہتی ہے، گو میں جسم کے اعتبار سے سہارنپور میں ہوں لیکن قلباً آپ کے پاس ہوں، اللہ ہی معاف فرماوے، اگر ماہ مبارک نہ ہوتا تو میں آپ کے پاس ہی رہتا" حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو لکھتے ہیں:

"سوچا تو یہ تھا کہ تمہیں خط بالکل نہیں لکھوں گا مگر نہ رہا گیا، تم ان لوگوں میں نہیں ہو جن کی دعا کے لئے کسی کے کہنے یا اہتمام کی ضرورت ہو"۔ (جلد اول صفحہ ۲۱۰)

مدرسہ اور دار الطلبہ کی تعمیر کے لئے جدوجہد ضرور شروع کریں

مدرسہ اور دار الطلبہ کی تعمیر کے لئے جدوجہد ضرور شروع کریں، اللہ تعالیٰ آسان فرمادے، تمہاری مساعی سے وہاں بہترین دینی مدرسہ شروع ہو جائے، جس میں تفسیر وحدیث تمہاری برکت سے شروع ہو جائے۔ (جلد اول صفحہ ۲۴۶)

تمہارا پہلا خواب جس میں کوئی صاحب تقریر کررہے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کا جنازہ رکھا ہوا ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مردہ ہونا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار چہرہ انور پر ہاتھ پھیرنا اس رنج وغم کا اظہار ہے(۱) جو مسلمانوں کی اسی حالت میں روح اقدس پر ہو رہا ہے، تمہارا رنج وقلق تمہاری اس بے چینی کا اظہار ہے، جو دین کی اسی حالت پر تمہیں اکثر ہوتی رہتی ہے، تمہارا دوسرا خواب کتابوں کے درمیان میں بیٹھنا تو انشاء اللہ تمہاری علمی ترقی کی بشارت ہے، مکتوب نمبر ۱۴۳ کی ابتداء اس شعر سے ہے:

اسکے خط کی آرزو ہے اس کی آمد کا خیال ✿ کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبار انتظار
تشریف یہاں نہ لاؤ پر نامہ بر تو بھیجو ✿ مت لو خبر ہماری اپنی خبر تو بھیجو

تمہارا تفکر رنگ لائے گا

صفحہ ۹۹ پر ہے "عزیز یوسف کے جانے کا طبعی قلق تو ظاہر ہے، بالخصوص اس وجہ سے کہ اس کے ذکر میں میرا بہت ہی جی لگتا ہے، اس لئے میں نے ذکر بتانا بھی اس کے حوالہ کر رکھا تھا" جلد اول صفحہ ۲۷ پر ہے "اور عزیز عبد الرحیم بہ نفس نفیس نور پھیلا رہے تھے، اب تو آپ ہی کی برکات ہیں کہ امن ہو گیا"۔

جلد اول صفحہ ۲۷ پر ہے "امت کے حال پر بیٹھ کر رونا بھی بہت زیادہ مبارک ہے، ضرور جتنا زیادہ اضافہ اس میں کر سکتے ہو ضرور کرو" صفحہ ۴۶۸ پر ہے "تم نے لکھا ہے کہ رات کو تفکر میں نیند بھی اڑ جاتی ہے، انشاء اللہ تمہارا تفکر رنگ لائے گا"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت ابا جان کی اتباع نصیب فرمائے، اور ابا جان کے درجات بلند فرمائے۔

---

(۱) اسی خواب کی بناء پر حضرت شیخ ابا حضرت مولانا یوسف صاحب دامت برکاتہم نے کتاب "اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" لکھی ہے۔

عمر بھی حسن عمل تیرا بھلا سکتے نہیں

محترمہ زبیدہ خدیجی ☆

ایک مخلص ترین رہنما اور مشفق باپ سے ہم محروم ہو گئے

۲۵/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۹/ دسمبر ۲۰۱۲ء بروزِ اتوار ایسا عظیم سانحہ پیش آیا جس کو ہم اہلِ معہد اور متعلقین معہد خاص طور سے، شاید ہی کبھی بھلا سکیں گے، اس روز ہمارے سرپرست، مشفق و مربی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا رحمۃ اللہ علیہ ہم سب کو یتیم چھوڑ کر اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے، اور سلفِ صالحین کی صحیح اور سچی یادگار ہماری نظروں سے روپوش ہوگئی، ایک مخلص ترین رہنما، مشفق باپ، محبت کرنے والے استاذ سے ہم محروم ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ایک نادر معلم و مربی اور پیر طریقت تھے

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز خلفاء اور شاگردوں میں سے تھے، فن حدیث و تفسیر، فقہ و تجوید کے نمایاں اور ممتاز استاذ اور اپنی صلاحیتوں اور گوناگوں خصوصیات کی بناء پر ایک نادر و نایاب معلم و مربی اور پیر طریقت تھے، سادگی اور یکسوئی ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں داخل تھی، اِخفاءِ حال، تواضع و انکساری اور صبر و

☆ معلّمہ عائشہ صدیقہ للبنات چیپاٹا، زامبیا

رضاء کی خاص دولت ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئی تھی۔

جب کوئی ضرورت پیش آئے تو بلا جھجھک بتلانا

میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ شفقتیں اور توجہات اِس حقیرہ پر ہمیشہ سے رہی ہیں، خصوصًا جب سے مدرستہ البنات برائے تعلیم درجاتِ عربیہ کا افتتاح حقیرہ کے گھر میں حضرت رحمۃ اللہ کے حکم سے عمل میں آیا، یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فون پر تعلیم سے متعلق مفید مشوروں سے نوازتے، قیمتی نصیحتیں فرماتے، حتی کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فون پر جب کہ بچیوں کی تعلیم ہی سے متعلق گفتگو چل رہی تھی یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''جب کبھی کسی طرح کی کوئی ضرورت پیش آئے یا کوئی پریشانی یا شکایت ہو تو مجھے معہد کا خادم یا اپنا والد سمجھ کر بلا جھجھک بتانا''، حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسی بزرگ ہستی اور ولی کامل کا یہ حوصلہ افزاء اور پیار بھرا مبارک جملہ اس سراپا حقیرہ کے لئے سرمایۂ صد افتخار رہے، اور بلاشبہ یہ اس علم ہی کی برکت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمانِ عالی ہے: ''یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ'' ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

حضرت کی گفتار و کردار میں حد درجہ ہم آہنگی تھی

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کی گفتار و کردار میں حد درجہ ہم آہنگی تھی، آپ جو کچھ فرماتے اپنے عمل کے ذریعہ اس سے کہیں زیادہ ثابت کر دکھاتے، چنانچہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمان کے مطابق ایک مشفق باپ کی طرح ہمیشہ ہماری خبرگیری فرماتے رہے، کبھی خود مجھ سے اور کبھی میرے خاوند (مفتی اظہر الحق

محمد مظاہری قاسمی مدرس وامام وخطیب معہد الرشید الاسلامی) کے ذریعہ میرا، میرے بچوں، اور میری والدہ کا حال دریافت فرماتے، وقتاً فوقتاً مقررہ تنخواہ کے علاوہ اپنے پاس سے مخصوص رقم کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرماتے، میری بیوہ والدہ کے لئے بھی حسب موقع مخصوص رقم عنایت فرماتے، خصوصًا رمضان شریف میں پابندی سے ان کے لئے رقم مختص فرماتے، ایک سال پہلے جب میرے ایک جوان بھائی کا مختصر بیماری کے بعد انتقال ہوا تھا، تو اس وقت آپ نے میری بڑی ہمت افزائی فرمائی تھی اور باوجود اپنے ضعفِ پیری کے دو طالبِ علم کے سہارے تعزیت کے لئے میرے گھر تشریف لائے تھے اور تعزیتِ مسنونہ کے بعد صبر وضبط کی تلقین فرمائی تھی اور اس موقع پر بھی مرحوم بھائی کی بیوہ کے لئے رقم مرحمت فرمائی تھی، یہ سب ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی، علم دوستی اور عالی ظرفی تھی، جس کی ایک فہرست ہے اگر ان سب کو نمبر وار لکھنا چاہوں تو فوری طور پر ان سب کا یاد آنا مشکل ہے، لیکن کسی نہ کسی موقع پر وہ باتیں جب آجاتی ہیں تو:

"مینہ برستا ہے میرے دیدۂ تر سے"

حضرت اصول پسند اور شرع کے پابند اور حد درجہ محتاط تھے

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے اصول پسند، شرع کے پابند اور حد درجہ محتاط تھے، طالبات کی انجمن اصلاح البنات کے سالانہ پروگرام کے موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت رحمۃ اللہ ہی کے گھر میں سالانہ پروگرام کرانے کی جب پیشکش کی تھی، کہ حضرتِ والا دوسرے کمرے میں بیٹھ کر صرف اس پروگرام کو سنیں اور خامیوں پر نشاندہی فرمائیں، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمادیا تھا، اور میرے گھر پر ہی اس پروگرام کو کرنے کا حکم فرمایا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کی مخصوص چند

بچیوں کو پردہ کے اہتمام کے ساتھ کچھ کتابیں پڑھاتے تھے، مگر ان کے اسباق سننے کا مجھے ہی کو حکم فرماتے تھے، پڑھانے میں بھی ورع وتقوی کا یہ عالم تھا کہ نور الایضاح میں ذرا بھی کہیں مستورات سے متعلق کوئی مسئلہ آتا تو لائن دو لائن نہیں بلکہ اس مسئلہ کے ماقبل ومابعد صفحہ ڈیڑھ صفحہ چھوڑ دیتے، اور نشاندہی فرماکر ان طالبات کو حکم دیتے کہ یہاں سے یہاں تک اپنی آپا سے پڑھ لینا، امتحانات کے موقع پر اپنی کتابوں کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے سوالات کے پرچہ بھی مجھے ہی بنانے کا حکم تھا، اس موقع پر ازراہِ شفقت وتواضع سوالات کے پرچے عام فہم اور آسان بنانے کی ہدایت فرماتے، اور ارشاد فرماتے کہ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم کی طرح پرچے مت بنانا۔

حضرت بچیوں کی تعلیم وتربیت کی بھی فکر رکھتے تھے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے ساتھ بچیوں کو بھی شریعت کے دائرہ میں رکھ کر اور بزرگوں کی ہدایت کے مطابق دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کی خواہش اور ارادہ رکھتے تھے، جس کا اندازہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے، جس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میرے خاوند مفتی اظہر الحق محمد مظاہری قاسمی کو فون پر حضرت سارہ خالہ دامت برکاتہا سرپرست عائشہ الصدیقہ للبنات کے لئے اس وقت لکھوایا تھا، جب کہ حضرت رحمۃ اللہ کو اطلاع دی گئی تھی کہ انجمن اصلاح البنات کا افتتاحی پروگرام حضرت سارہ خالہ دامت برکاتہا کی سرپرستی اور صدارت میں ہونا طے پایا ہے، آپ اس بات کو سن کر بیحد مسرور ہوئے تھے۔

انجمن اصلاح البنات کے افتتاحی پروگرام پر حضرت کی املا کرائی گئی ایک یادگار تحریر

اور یہ تحریر اِملا کرائی تھی جس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم! امابعد

ہمشیر ہانِ محترمات،عزیز طالبات اور محترمہ آپا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت ہی خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ آج ہم سب مدرسہ عائشہ الصدیقہ للبنات احاطہ معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا میں جمع ہیں،اور ماشاء اللہ ہماری بچیوں کے پروگرام سے محظوظ ہوئے ، یہ سب اللہ جل شانہ کا فضل وکرم اور محترمہ آپا کی لگن اور جذبے اور عزیز طالبات کی محنت کا ثمرہ ہیں،اور ہم سب لوگوں کی تمناؤں کا نتیجہ ہیں، ایک عرصہ سے اہلِ معہد کی تمنا تھی اور خاص طور سے یہاں کی مستورات کی دلی خواہش تھی کہ جس طرح طلبۂ عزیز پر اللہ جل شانہ کا فضل وکرم ہے، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی دعاؤں کے مظاہر ہیں، کہ وہ معہد الرشید سے حافظ وقاری، عالم وفاضل بن رہے ہیں،اسی طرح معہد کے احاطہ میں بچیوں کا بھی نظم ہوتا،تا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا فیض ان کو بھی پہنچتا۔

اس سلسلہ میں اس سے پہلے بھی کوشش ہوئی لیکن اس میں عارضی طور پر کچھ تعطل ہو گیا،اب الحمدللہ دوبارہ مساعی شروع ہوئی،اور دیکھ رہے ہیں کہ الحمدللہ پہلے سے بہتر انداز میں عروج وترقی کے ساتھ یہ سلسلہ بڑھ رہا ہے، دعاء ہے اللہ پاک اس کو قبول فرمائے ،آمین۔

ہمارا یہ مدرسۃ البنات اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو انشاء اللہ مثمر ثابت ہوگا،اور طلبہ کی طرح ہماری طالبات بھی یہاں سے علومِ دینیہ سے فراغت حاصل کریں گی ، اور بہترین حافظہ،قاریہ، عالمہ اور داعیہ بن کر نکلیں گی،اور اپنے اور اپنے والدین اور گھر والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گی،صحابیات اور تابعیات کے نقشِ قدم پر چل

کر اصلاحی کردار ادا کریں گی،انشاء اللہ۔

آخر میں معہد اور منتظمینِ معہد، خدامِ معہد ہم سب محترمہ آپا کی شکر گزار ہیں جن کی شب وروز محنتوں کا یہ ثمرہ اور نتیجہ ہے،اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے ، اور اس مبارک سلسلہ کو پائے تکمیل تک پہنچائے ،آمین ۔

آپا کے اِصرار پر یہ چند الفاظ کہے ہیں، اللہ پاک ہم سب کو اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی توفیق نصیب فرمائے ، اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات پر چلائے ،آمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین۔

طالبات کے نصاب کے سلسلہ میں حضرت کی فکرمندی

نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے طالبات کا نصاب اور اس کی مقدار خواندگی کی تفصیل،لوسا کا میں واقع مدرسۃ زینب للبنات سے اور مادرِ علمی جامعہ ام المؤمنین خدیجہ للبنات سے منگوا کر حقیرہ کو عنایت فرمایا تھا۔

میں آج سوچتی ہوں کہ تعلیم وتعلم اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے جس کی بدولت اس حقیرہ کا تعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی کامل اور پیر طریقت سے رہا،اور جس کی بناء پر حضرت رحمۃ اللہ کی عنایات اور شفقتیں ہمیشہ حاصل ہوتی رہیں، ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تمام طالبات کو بھی تعلیم وتعلم کی اس عظیم نعمت پر شکریہ ادا کرنے اور اپنے استاذ کا ادب واحترام کرنے کی خوب تلقین فرماتے ،اور فون پر بھی دریافت فرماتے رہتے کہ کسی طالبہ سے کسی طرح کی کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے؟

حضرت کی توجہات اور نوازشیں

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر آپ کی بلندئ اَخلاق ،مشفقانہ نصیحتیں،اور توجہات ونوازشات کی یادیں ہیں،جن سے ہمارے دل

کے روشن چراغ جل رہے ہیں اور جلتے رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
نقش دوامِ فیض مٹایا نہ جائے گا

عمر بھر حسن عمل تیرا بھلا سکتے نہیں
داغ تیری یاد کا دل سے مٹا سکتے نہیں

اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کو اپنے وسیع دامانِ رحمت میں لے لے، اور آپ پر اللہ کی بے پناہ رحمتوں کی بارش ہو، ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کی وفات پوری امتِ اسلامیہ کے لئے ایک عظیم حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی ترا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

چھٹا باب

عقیدت مندوں اور نیازمندوں کے جذبات ونظریات

بقیة السلف

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا قدس سرہ

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی☆

اللہ نے مولانا کے ذریعہ خلق کثیر کو بڑا نفع پہنچایا

بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم متالا نوراللہ مرقدہ کی وفات کا حادثہ فاجعہ ہم سب کے لئے ایک بڑا سانحہ بن کر سامنے آیا، اگرچہ ان کا قیام ہمارے دیار سے بہت دور زامبیا میں تھا، اور اپنے مرشد ومربی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے حکم سے وہاں کا قیام اختیار کیا تھا، اس کا بڑا مقصد حبشی النسل لوگوں میں دعوت واصلاح کا کام تھا، چنانچہ حضرت مولانا نے معہد الرشید الاسلامی کے نام سے ادارہ قائم کرکے دعوت اور تعلیم وتربیت کا کام شروع کیا، اور اللہ نے ان کے ذریعہ خلق کثیر کو بڑا نفع پہنچایا۔

حضرت مولانا رابع صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لائے

حضرت سے ہماری ملاقات صرف ایک بار کیرالا میں کائم کولم میں ہوئی، جب وہ کوچین میں زیر علاج تھے، اور مدرسہ حسینیہ میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

☆مدیر معاون پندرہ روزہ "تعمیر حیات"، لکھنؤ

دامت برکاتہم کی تشریف آوری کی خبر سن کر ملاقات کے لئے آئے تھے، اب تک جو شفقتیں اور عنایتیں فون پر تھیں وہ ملاقات پر تجربہ میں آئیں، فون پر حضرت سے جو گفتگو ہوتی تھی اس میں حضرت بڑے اطمینان سے بات کرتے، اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی باتیں بتاتے، ان کی شفقت اخیر میں اس درجہ بڑھ گئی کہ بعض امور میں اس حقیر سے بھی بات کی۔

مولانا حضرت شیخ کے محبوب بھی تھے اور معتمد بھی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی حضرت پر جو شفقت وتوجہ تھی وہ مخفی نہ تھی، حضرت کے وہ محبوب بھی تھے اور معتمد بھی، اور دل وجان سے حضرت کے ماننے والے، بڑے مطیع وفرمانبردار مرید وشاگرد تھے، اور حضرت کے ایسے فریفتہ تھے کہ حضرت کے جو خطوط اپنے اور اپنے بھائی حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ کے نام تھے، مرتب کرائے "محبت نامے" کے نام سے تین جلدوں میں شائع کرائے، ان کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ حضرت شیخ ان سے خطوط املا کراتے اور خط کا مضمون بنا کر جواب دینے کو بھی فرماتے، اور بعض ایسے خطوط بھی ان کو املا کراتے جو خود اپنے قلم سے لکھنا پسند کرتے تھے جیسے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی والدہ ماجدہ مرحومہ کے نام خطوط جن میں بعض خطوط پر بقلم عبدالرحیم درج ہے۔

حضرت شیخ کی خصوصی توجہات اور دعائیں

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے جو کام لئے ان میں ایک اہم اور مبارک کام حدیث کی خدمت اور اس کی طبع واشاعت کے کام میں شرکت کا ہے، چنانچہ بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد کی طباعت کے لئے حضرت مولانا ڈاکٹر تقی

الدین مظاہری ندوی صاحب اور مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب کے ساتھ آپ بھی قاہرہ مصر تشریف لے گئے اور حضرت شیخ قدس سرہ کی خوب توجہات حاصل کیں، اور دعائیں لیں۔

مولانا کو حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بڑا تعلق تھا

حضرت کو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے بڑا تعلق تھا، اور عقیدت ومحبت آخر میں بہت بڑھ گئی تھی، اوران کی بڑی خواہش رائے بریلی میں ان بزرگوں سے ملنے کی تھی، جن کی وجہ سے وہ تشریف لارہے تھے اوراس کا ارادہ بھی فرما چکے تھے؛ لیکن وقت موعود آپہنچا، اور داعی اجل کو لبیک کہا، اللہ تعالی جزائے خیر دے مولانا عابد حسین ندوی صاحب اور مولانا مسعود عزیزی ندوی صاحب کو کہ ان کے ذریعہ حضرت کے احوال معلوم ہوتے رہتے تھے، انہی سے حضرت کی تعزیت کر کے غم ہلکا کیا جارہا ہے۔

آہ! قطب افریقہ، محدث عصر، محبوب العارفین
حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب

مولانا محمد عابد حسین ندوی ☆

مولانا سے تعارف وملاقات

تقریباً ۲۷/سال کی بات ہے کہ جب کہ احقر جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ کے مہتمم صاحب کے ہمراہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی خانقاہ سہارنپور میں ماہ مبارک میں بغرض تراویح سنانے اور آخری عشرہ کے اعتکاف کی نیت سے مقیم تھا، ایک روز جب کہ احقر مسجد دار جدید مظاہر علوم میں دور سنانے میں مشغول تھا، میرے پاس بیٹھے ایک بزرگ جن کا چہرہ پرنور، باوقار اور جن کی شخصیت بارعب تھی، ذکر جہری میں مشغول تھے، احقر دور سے فارغ ہوکر ان کا ذکر سنتا رہا، اور بعد فراغت ذکر ان بزرگ شخصیت سے مختصر سا تعارف ہوا، اس دن شام میں حضرت مہتمم صاحب کے ہمراہ ان بزرگ سے تفصیلی تعارف ہوا، جن کا نام نامی حضرت اقدس مولانا عبدالرحیم متالا تھا، بعد عید الفطر حضرت مولانا متالا کے ہمراہ حضرت مہتمم صاحب کی گاڑی میں رائے پور، گنگوہ، کلیر کا سفر ہوا، دوران سفر حضرت متالا کو قریب سے دیکھنے اوران سے گفتگو کرنے اور خدمت کرنے کا موقعہ ملا، احقر نے مشاہدہ کیا کہ حضرت متالا اوراد ووظائف کے پابند، تلاوت قرآن کے عاشق، اور ہمہ وقت ذکر بالجہر والسر کے عادی اور متبع شریعت وسنت اور با اخلاق وملنسار اور ہر خاص وعام

☆ سابق ناظم تعلیمات معہد الرشد الاسلامی چیپاٹا، زامبیا

کی حسب مراتب ومنازل قدر کرنے والے اور رفقاء سفر کا ہر طرح سے خیال کرنے والے شخص ہیں، جب حضرت متالا جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ یمنا نگر ہریانہ تشریف لاتے احقر اور دیگر بچوں سے پانی پتی انداز میں قرآن کریم بالتجوید اور نورانی قاعدہ بالتجوید سن کر بیحد خوش ہوتے اور جامعہ کے مہتمم کو مبارک باد پیش کرتے اور احقر کو اسی سفر میں اپنے ہمراہ سہارنپور سے سورت لے گئے، اور سفر وحضر میں قرآن سنتے اور اپنے علاقہ گجرات کے ممتاز مدارس میں اپنے ہمراہ لیجا کر درجات حفظ وتجوید وابتدائیہ قرآن ونورانی قاعدہ سنواتے اور ارباب مدارس کو پانی پتی انداز فکر پر پڑھانے کی تلقین فرماتے، اس طرح سے احقر نے حضرت متالا کے ہمراہ اس سفر میں تقریباً دو ہفتے گزارے اور زامبیا روانہ ہوتے وقت حضرت والا نے ہمارے مہتمم صاحب سے فرمایا کہ عابد کو جلد از جلد زامبیا ہمارے مدرسہ معہد الرشید الاسلامی چپاٹا بھیج دیں، جہاں پر یہ آ کر قرآن ونورانی قاعدہ بالتجوید پڑھائیں، مگر پاسپورٹ بننے میں ایک سال کی تاخیر ہوئی، دوسرے سال جب حضرت متالا سہارنپور تشریف لائے تو احقر کو سہارنپور طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ندوۃ العلماء میں داخل ہوکر شعبہ عالمیت سے فراغت حاصل کرنے کے بعد زامبیا آ جاؤ، احقر نے ندوۃ العلماء میں داخل ہوکر عالمیت کی تکمیل کرلی، تو حضرت متالا نے فون کر کے احقر کو زامبیا بغرض تدریس طلب کیا، مگر احقر نے مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ دو سال ندوہ ہی میں تخصص فی الحدیث کرنا ہے، جس کی اطلاع احقر نے حضرت متالا کو دیدی، حضرت والا نے بخوشی قبول فرمایا۔

معہد الرشید چپاٹا زامبیا میں حاضری

اور بحمد اللہ ندوہ میں فضیلت کے دو سال مکمل کرنے کے بعد احقر مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے مشورہ وحکم سے حضرت متالا کی خدمت مبارک میں

83

ان کے قائم کردہ پانچ ملکوں کے مرکزی ادارہ معہد الرشید الاسلامی چپاٹا زامبیا میں بغرض تدریس اور مسجد زکریا میں بحیثیت امام وخطیب ۱۹۹۶ء کے ماہ مبارک میں حاضر ہوگیا، حضرت مولانا متالا نے پرزور استقبال کیا اور جاتے ہی امامت وخطابت اور تراویح سنانے کی ذمہ داری سپرد کی اور بعد عید الفطر جب دار العلوم کا نیا تعلیمی سال شروع ہوا، احقر کو بغیر کسی طلب وجستجو وخواہش کے مشکوۃ شریف اور جلالین شریف اور ہدایہ، ترجمہ قرآن کریم، قصص النبیین، القراءۃ الراشدہ، تجوید وقراءت اور پانی پتی انداز پر نورانی قاعدہ بالتجوید ایک گھنٹہ برائے مدرسین وطلبہ عنایت فرمایا، اور چند مہینوں کے بعد دورۂ حدیث میں احقر کو نسائی شریف اور مختارات اور اپنی عدم موجودگی میں اپنے حدیث کے اسباق پڑھانے کی ذمہ داری اپنی ہی مسند پر احقر کو سپرد فرمائی اور دو سال کے بعد ناظم تعلیمات کی مکمل عملی ذمہ داری بھی احقر پر ڈالدی، اور ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم وتربیت سے متعلق بہت غور وخوض کرنے کے بعد اس کے نصاب کی اہم کتب درسیہ اپنے نصاب میں شامل کرنے اور ان کو پڑھانے کا احقر کو حکم فرمایا اور ندوہ کے طرز پر طلبہ کی انجمن قائم کرنے کا حکم فرمایا، بحمد اللہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کی نسبت بابرکت اور مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی کی روحانی توجہات اور حضرت مولانا متالا کی نالہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی اور بہترین نظام تعلیم وتربیت کی وجہ سے اس ادارہ نے پورے خطہ افریقہ میں زبردست مثالی، تاریخی، دعوتی اور اصلاحی خدمات انجام دیں اور بلال حبشی کی قوم میں دور صحابہ وتابعین کے بعد سے لیکر آج سے چالیس سال قبل تک جو جہالت وبربریت، قتل وغارتگری اور وحشی درندگی اور ارتداد کے جو مہیب ومایوس کن بادل چھائے ہوئے تھے، اس قلندرانہ صفت شخصیت کے حامل بزرگ کی وجہ سے چھٹ گئے اور حضرت متالا کی توجہات ہی بحمد اللہ بلال حبشی قوم کے کئی سو حفاظ وقراء اور کئی

در جن علماء وفضلاء اور ہزاروں ائمہ کرام ودعاۃ ان کے اس ادارہ سے فارغ ہوکر آج صرف خطہ افریقہ ہی نہیں، بلکہ مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ اور کناڈا اور یورپ میں شاندار علمی ودعوتی خدمات انجام دے رہیں اور یہ مرکزی ادارہ کے قائم ہونے کے بعد آج تک بفضل الہی پورے خطہ افریقہ میں چھوٹے بڑے کئی سو ادارے اور ہزاروں مکاتب ومساجد کا قیام عمل میں آچکا ہے، اور شاندار خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا متالا کی جائے پیدائش

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سورت گجرات کے مشہور گاؤں ورٹھی کے باشندہ تھے، آپ کے والد ماجد حضرت سلیمان سیٹھ کے نام سے مشہور تھے، والد ماجد مرحوم مولانا عبدالغفور بنگالی (خلیفہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری) کے خلیفہ خاص تھے، مولانا متالا کے والد ماجد صاحب نسبت اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، اور اپنے علاقہ کے تاجر کبیر، آخری عمر میں اپنے بچوں اور بیوی سے علیحدہ ہوکر آپ گوشہ نشیں ہوگئے تھے اور مجذوب سالک کے مقام پر فائز، پھر حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال ہوکر رفیق اعلی سے جاملے، حضرت مولانا متالا آپ ہی کے فرزند ارجمند تھے، آپ اپنے باپ کے بڑے بیٹے تھے، آپ کی پیدائش آپ کے والدین کی مسلسل دعاؤں اور وقت کے اکابر ومشائخ کی مخلصانہ دعاؤں اور توجہات عالیہ کے نتیجہ میں ورٹھی ہی میں ہوئی ہے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپ کے نانیہال نانی نرولی، ضلع سورت کے مدرسہ ترغیب القرآن میں ہوئی، اور اعلی تعلیم کے لئے آپ جامعہ حسینیہ راندیر تشریف لے گئے، جہاں سے آپ نے وہاں کے بڑے اساتذہ سے تفسیر وتجوید اور حدیث وفقہ کی

تعلیم حاصل کی، آپ کے مشہور اساتذہ میں مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری، مولانا احمد اللہ صاحب اور بحر العلوم مولانا شمس الدین افغانی اور دیگر اساتذہ کرام تھے، دوران تعلیم آپ اپنے اساتذہ اور منتظمین کے محبوب نظر رہے اور آپ نے ہمیشہ اپنے درجہ میں امتیازی نمبرات حاصل کئے، شعبہ قراءت وتجوید کا آپ نے مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری کو امتحان سالانہ دیا اور اعلی نمبرات حاصل کرکے انہیں کے دست مبارک سے آپ نے سند تجوید حاصل کی، اور دورۂ حدیث سے امتیازی کامیابی وفراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے اساتذہ کرام کے مشورہ سے آپ نے اپنے آپ کو برکۃ العصر قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے حوالہ کردیا، آپ انہیں سے بیعت ہوئے اور حضرت شیخ کی خدمت عالیہ میں عرصہ دراز تک رہ کر منازل سلوک طے کئے اور از اول تا آخر صحیح البخاری کا درس حضرت شیخ سے لیا، اور حضرت شیخ کے آپ اتنے قریب ہوئے کہ حضرت شیخ نے آپ کو اپنا کاتب خاص اور رازداں بنالیا، اور سفر وحضر میں ساتھ رہنے لگے، یہاں تک کہ حضرت شیخ کے حکم سے آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو بھی سہارنپور ہی بلالیا، حضرت والا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ جس طرح سے گھر میں میری بچیاں رہتی ہیں یہ بھی (اہلیہ حضرت متالا) میری بچی کی طرح رہے گی، فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اہلیہ کا بیحد خیال فرماتے، علاج ومعالجہ کی بے حد فکر رکھتے اور اپنی بچیوں سے ہر طرح کی نگرانی رکھنے اور خدمت کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت شیخ کا تعلق خاطر اور بذل المجہود اور اوجز کی طباعت کے لئے مصر بھیجنا

حضرت شیخ کا آپ سے ایسا تعلق خاطر ہوگیا تھا کہ جب آپ چندروز کے لئے

چھٹی لے کر اپنے وطن گجرات تشریف لاتے تو تاکید فرماتے کہ جلدی آجائیو! نیز حضرت متالا فرماتے تھے کہ جب میں گھر پہنچتا تو ایک دو روز کے بعد ہی محبت نامہ آجاتا، جس میں والہانہ تعلق کا اظہار اور غیر حاضری پر شدید قلق واضطراب اور طویل جدائی کا صدمہ اور جلد واپس آنے کی تاکید ہوتی، اور ایسے اشعار تحریر فرماتے جو کہ شدید تعلق ومحبت پر دال ہوتے، جس کی تفصیل حضرت شیخ کے ان خطوط میں ہے جو حضرت شیخ نے آپ اور آپ کے بھائی مولانا یوسف متالا کے نام تحریر فرمائے، اور جو تین جلدوں میں ''محبت نامے'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت شیخ کے دل ودماغ پر اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تیار کردہ بذل المجہود کی بہترین طباعت کرانے کا اور اس کو مصر سے چھپوانے کا تقاضا تھا، اس کے لئے آپ نے بعد استخارہ اپنے محبوب خلیفہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی اور مولانا ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندوی اور اپنے محبوب خلیفہ اور کاتب خاص حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کا انتخاب فرمایا، حضرت متالا نے اپنے شیخ ومرشد کے حکم کو سامنے رکھ کر مصر میں قیام کر کے بذل المجہود کو شاندار طریقے سے چھپوایا اور اس کے بعد اسی طرح اوجز کی طباعت کے سلسلہ میں دوسری مرتبہ تشریف لے گئے اور حضرت شیخ کی دونوں حدیث کی اہم شروحات کی طباعت میں زبردست حصہ لیا اور حضرت شیخ کی توجہات اپنی طرف مبذول کرائیں، جس کی خوشی میں حضرت شیخ نے ایک زبردست دعوت کا اہتمام کیا، اور مذکورہ تینوں حضرات خصوصاً حضرت متالا کی مساعی جمیلہ کا بار بار ذکر کر کے شکریہ ادا کیا، اور ہر طرح کی دعاؤں سے نوازا، وہاں قیام کے دوران حضرت متالا کی اہلیہ کے یہاں شادی کے کئی سال کے بعد حضرت شیخ کی دعاؤں سے ایک بچہ عبدالحلیم متالا کی ولادت ہوئی، جب حضرت شیخ نے بچے کی خبر سنی، بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور اس خوشی میں مدینہ منورہ میں ایک خاص عقیقہ کا

اہتمام کیا اور اس وقت مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں ہندوستان وپاکستان کے جو مشہور ومشائخ وخواص موجود تھے، خصوصاً حضرت مولانا علی میاں ندوی کو یہ کہہ کر عقیقہ کا گوشت بھجوایا کہ ''ہمارے لونڈے کے یہاں لونڈا ہوا، اس کے عقیقہ کا گوشت ہے''۔

اجازت بیعت وخلافت کا حصول

حضرت متالا اور دیگر رفقاء خاص نے بتلایا کہ جب حضرت شیخ نے حضرت متالا کو خلافت دینے کا ارادہ فرمایا تو بڑے اہتمام سے ماہ مبارک کے آخری عشرہ میں اپنے معتکف میں حضرت متالا کو بلوایا، اور چاروں سلسلوں میں اجازت بیعت اور خلافت سے مشرف فرمایا، نیز جس مبارک جبہ کو آپ نے چالیس سال پہن کر حدیث شریف کا درس دیا تھا وہ مبارک جبہ بھی حضرت متالا کو مرحمت فرمایا اور بہت ساری دعاؤں سے نوازا اور تاحیات ذکر وشغل میں لگے رہنے اور خدمت خلق میں مصروف رہنے کی تلقین فرمائی۔

زامبیا میں ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کی تحریک اور اس کے لئے ایک خطیر رقم کا چندہ

حضرت شیخ اپنی حیات مبارکہ کے آخری دور میں حضرت متالا کے بارے میں متفکر رہنے لگے تھے کہ جلد از جلد یہ بھی کہیں جاکر علمی دعوتی اصلاحی خدمت میں مشغول ہو جائے، اس کا اظہار حضرت شیخ نے اپنے مخصوص خدام وخلفاء کرام کو بھی فرمایا تھا نیز حضرت متالا کے رفیق خاص ومحبّ حضرت شیخ کے خلیفہ خاص ومنتظم خانقاہ حضرت مولانا منور حسین صاحب نے بھی شیخ کی خواہش وتمنا کا اظہار فرمایا، بلکہ ایک مرتبہ حضرت مولانا منور حسین نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم متالا افریقہ

میں اور حضرت مولانا یوسف متالا یورپ میں ہیں، اس خواب کا اظہار مولانا موصوف نے حضرت شیخ اور حضرت مولانا متالا سے کیا، جس کو سن کر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا نے فرمایا کہ کمزور اور زبان انگریزی سے ناواقف لوگ کیسے وہاں جاکر خدمت کرسکیں گے، مگر جب ایک مرتبہ دونوں بھائیوں کو حضرت شیخ نے بلا کر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ عبدالرحیم تم افریقہ زامبیا جاکر اور یوسف تم برطانیہ جاکر ایک دینی مدرسہ قائم کرلو، تو دونوں بھائی یہ سن کر ششدر رہ گئے اور دونوں بھائیوں نے فرمایا کہ حضرت ہم تو چاہتے تھے کہ زندگی بھر آپ کے قدموں میں پڑے رہیں اور یہیں زندگی تمام ہوجائے، مگر اگر آنحضرت کا حکم ہے تو یہ خدمت بھی ضرور انجام دیں گے، حضرت شیخ نے یہ سن کر بیحد خوشی کا اظہار فرمایا اور بطور چندہ دونوں بھائیوں کے مدرسہ کے لئے پانچ پانچ ہزار روپئے عنایت فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو تمہارے مدرسہ کا سنگ بنیاد اور تعلیمی بسم اللہ بھی انشاء اللہ خود آکر کرادوں گا۔

جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر میں حضرت شیخ کا ماہ مبارک میں اعتکاف

حضرت شیخ اپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل جنوبی افریقہ کے مخصوص مریدین ومتوسلین اور اپنے مخصوص خلفاء کے اصرار پر پورے ماہ مبارک کا اعتکاف کرنے، جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ آپ کے مخصوص خلفاء اور ساؤتھ افریقہ اور قریبی ممالک کے اہم متوسلین حضرات نے بھی پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا، اور حضرت شیخ کا یہ مبارک سفر ایک تاریخی اصلاحی دعوتی اور انقلابی حیثیت کا سفر ثابت ہوا، جس کی برکت سے اس ملک میں اہم دعوتی مراکز، اور تعلیمی اداروں اور خانقاہوں کا وجود عمل میں آیا، اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔

چپاٹا زامبیا کا سفر اور طلبہ معہد الرشید کی تعلیم کی بسم اللہ اور باقاعدہ مدرسہ کا افتتاح

اسٹینگر میں حضرت شیخ پورے ماہ کا اعتکاف فرمانے کے بعد اپنی دیرینہ تمنا وخواہش اور اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی مخلصانہ دعوت ومحبت کی بنا پر اپنے مخصوص خلفاء کے ہمراہ ماہ شوال کے تیسرے ہفتہ میں زامبیا کے ایک چھوٹے سے گاؤں شہر چپاٹا پہنچے، جہاں کے مخدوش وناکارہ اور کچے پکے جنگلی ایئرپورٹ پر بذریعہ مخصوص طیارہ بوقت مغرب ایسی حالت میں نزول فرمایا کہ جب کہ طیارہ کا پائلٹ انگریز یہ کہہ رہا تھا کہ کسی بھی حالت میں اس جگہ جہاز نہیں اتر سکتا اور اگر اترے گا تو خطرہ سے دوچار ہوسکتا ہے، مگر صاحب کرامت بزرگ حضرت شیخ کے حکم سے اور اہل زامبیا کی مخلصانہ دعوت ومحبت کی بنا یہ چارٹر جہاز اس جگہ پر ایسے پرخطر مقام اور اندھیرے میں اترا جب کہ چپاٹا کے ایئرپورٹ پر موجود مسلمانوں نے اپنی اپنی گاڑیوں کی لائٹیں جلا رکھی تھیں، اسی روشنی میں بڑی ہوشیاری سے پائلٹ نے اپنے ہوائی جہاز کو اتارا، پائلٹ نے بیان دیا تھا کہ قانونی اعتبار سے نیز فطری اعتبار سے اس جگہ ہوائی جہاز کا اترنا مشکل تھا، مگر ہمارے جہاز میں سوار بزرگ کی وجہ سے یہ ممکن ہوسکا، اس طرح سے حضرت شیخ معہد الرشید الاسلامی چپاٹا تشریف لائے، اور پانچ روز تک چپاٹا سے تین کلومیٹر دور ایک خوبصورت وادی کے بیچ معہد الرشید الاسلامی نامی ادارہ میں قیام فرمایا، مجالس ذکر منعقد ہوئیں، سینکڑوں لوگ بیعت سے مشرف ہوئے اور اصلاحی، فکری خاموش مجلسیں سجیں، اور زامبیا وقریبی ممالک ملاوی، موزمبیق، زمبابوے کے حالات سنتے رہے، اس وقت قریبی ملک ملاوی میں ارتداد پھیل رہا تھا، یہ سن کر حضرت شیخ زاروقطار روئے اور خوب خوب

رب کریم سے ہدایت کی دعائیں کرتے رہے اور معہد میں موجود افریقی طلبہ کی تین دن تک تعلیمی بسم اللہ کرا کر اور مالک حقیقی سے نہ معلوم کیا کیا منوا کر براہ لوساکا وہاں پر ایک روز معہد کے پہلے سکریٹری جناب الحاج ابراہیم لمباٹ صاحب کے دولت خانہ پر قیام کر کے اور لوساکا کے سینکڑوں لوگوں کو بیعت کر کے اور قیمتی نصائح سے نواز کر خوشی خوشی آپ کے چھوٹے بھائی اور اپنے محبوب خلیفہ حضرت مولانا یوسف متالا کے مدرسہ دارالعلوم بری انگلینڈ تشریف لے گئے، اس سفر کی مختصر و جامع رپورٹ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی کے قلم مبارک سے قارئین حضرات سوانح حضرت شیخ میں صفحہ ۱۶۳ر پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں، جس میں حضرت ندوی رقمطراز ہیں:

حضرت شیخ چپاٹا سے فارغ ہوکر ۲۱ر شوال ۱۴۰۱ھ کو چپاٹا سے لوساکا روانہ ہوئے، لوساکا ایئرپورٹ مجمع سے بھرا ہوا تھا، کئی ہزار کا مجمع تھا، نعرۂ تکبیر سے پورا ایئرپورٹ گونج گیا، یہاں کے میزبانوں نے انتظامات خوب کر رکھے تھے، شامیانوں میں کئی ہزار مجمع کی گنجائش تھی، حضرت شیخ کے میزبان ابراہیم حسین لمباٹ صاحب نے پورے شہر لوساکا کے مسلمانوں کی دعوت کر رکھی تھی، تقریباً ڈھائی ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا۔ (ماخوذ از سوانح شیخ زکریا)

معہد الرشید کی تعلیمی ترقی اور حضرت کی جہد مسلسل

حضرت شیخ کی ہدایات و توجہات اور حضرت متالا کی مسلسل جدوجہد اور نالہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی کی برکت سے اس ادارہ نے حیرت انگیز ترقی کی منزلیں طے کیں، بقول حضرت متالا جو کہ اپنے مضمون مطبوعہ حضرت شیخ کے خلفاء کرام میں لکھتے ہیں:

کہ ابتداء میں معہد میں پورے زامبیا کے کونے کونے اور شہر شہر اور ہر صوبے کے

علاوہ، ملاوی، موزمبیق، تنزانیہ، نائیجریا، کینیا وغیرہ کے ۱۱۰ر بچے مختلف زبانوں کے بولنے والے معہد میں پہنچ گئے، تو ان کیلئے درجات ابتدائیہ میں نورانی قاعدہ، ناظرہ قرآن کریم اردو دینیات، اردو عربی کی ابتدائی تعلیم رکھی گئی، نیز بتدریج یہی طلبہ حفظ تک پہنچے، کئی سال کے بعد بہت سے بچوں نے ناظرہ قرآن مکمل کرلیا، اور کئی بچوں نے حفظ قرآن کی تکمیل کی، جو کہ لکھوکھا میں سے چند تھے، چونکہ جن لوگوں کو صحیح کلمہ طیبہ بھی نہ آتا ہو، ان کے لئے قرآن پاک کا تصور امر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، معہد کے ابتدائی طلبہ میں سے ایک افریقی بچہ نے پیٹاؤ کے زامبیا کی مسجد میں پہلی مرتبہ محراب سنائی (جو کہ زامبیا اور ملاوی کی تاریخ میں ہماری معلومات کے مطابق پہلا واقعہ تھا) تو سبھی مسلمانوں کے دل باغ باغ ہوگئے۔ (ماخوذ از مضمون حضرت متالا از کتاب حضرت شیخ کے خلفاء کرام)

معہد الرشید الاسلامی کی موجودہ تعلیمی و دعوتی سرگرمیاں اور کرامت حضرت متالا کا ظہور

اس وقت جب کہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں زامبیا اور اطراف کے ممالک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں سے تقریباً ۱۵ر زبانیں بولنے والے طلبہ معہد میں زیر تعلیم ہیں، زامبیا ہی سے دو ہزار کلومیٹر سے بھی زیادہ دور سے آئے ہوئے بچے معہد میں زیر تعلیم ہیں، جنگلوں میں رہنے والے چرندوں اور درندوں سے بھڑنے والے بچے مشنریوں کے جالوں میں پھنسے ہوئے نونہال جو انسانوں سے متوحش اور صحراء اور صحرائی آبادی سے مانوس ہیں، جنہیں سورہ فاتحہ تو کجا، کلمہ طیبہ تک نہیں آتا تھا، جو نہ اسلام جانتے تھے نہ مسلمان ہونا، جن کے ماحول میں ہر برائی مرغوب، اور خیر اجنبی تھی، سب چھوڑ چھاڑ کر پہنچے، اور ایسے ماشاء اللہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہوگئے کہ

شکوک وشبہات میں رہنے والے، اور مدرسہ کو ڈھکوسلہ سمجھنے والوں کے لئے سوالیہ نشان بن گئے؟ اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ معہد میں کثیر تعداد میں افریقی طلبہ معہد کے مختلف درجات میں زیر تعلیم ہیں، اب تک ہزاروں بچے ناظرہ قرآن پاک بالتجوید اور کئی سو بچے حفظ قرآن بالتجوید مع اردو دینیات مکمل کر چکے ہیں، اور تقریباً ۲۷؍ بچے شعبہ عالمیت سے فراغت حاصل کر چکے ہیں، از ابتداء تا دورۂ حدیث تعلیم کا مکمل نظم ہے، یہاں کے اکثر فارغین زامبیا، اور اس کے قریبی ممالک نیز جنوبی افریقہ کے اکثر مدارس ومکاتیب اور مساجد میں دینی، علمی، دعوتی خدمات انجام دے رہے ہیں، نیز معہد کے شعبہ حفظ وناظرہ وعالمیت میں بہت سے ممتاز فارغین تدریسی دعوتی خدمات انجام دے رہے ہیں، اس کے علاوہ شعبۂ دعوت وتبلیغ قائم ہے جس کے تحت یہاں کے فارغین اساتذہ کرام کی سرپرستی میں ایک ایک سال اور چار مہینے اپنا قیمتی وقت لگانا ضروری سمجھتے ہیں، نیز معہد میں شعبۂ تزکیہ نفوس بھی قائم ہے جس کے تحت ہفتہ میں جمعرات کو بعد نماز مغرب اور جمعہ کو بعد نماز عصر مجالس ذکر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور روزانہ حضرت والا کے مخصوص مریدین وخدام بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، ماہ مبارک میں پورے ماہ کا اعتکاف مسجد زکریا معہد میں شروع ہی سے کیا جاتا رہا ہے، جس میں معہد کے فارغ طلبہ کے علاوہ ملک وبیرون کے حضرت والا کے مخصوص مریدین ومتوسلین نیز ہندوستان کے بعض علاقوں کے مؤقر اداروں کے نظماء وارباب مدارس اور حفاظ وقراء اور شیوخ الحدیث شرکت کرتے رہتے ہیں، امسال رمضان میں احقر بھی چونکہ آخری عشرہ کے اعتکاف میں حضرت متالا کے ہمراہ تھا، تو زامبیا اور موزمبیق اور ملاوی اور جنوبی افریقہ کے علاوہ ہندوستان اور کناڈا کے کافی حضرات علماء وعوام بھی حضرت کی خانقاہ میں معتکف تھے۔

حضرت متالا کی خانقاہ کے معمولات
اوران کے روحانی دعوتی خطاب

حضرت متالا چونکہ حضرت شیخ کے خلیفہ اجل اور کاتب خاص اور متبع شریعت وسنت اور ولی کامل اور مثالی مرشد ومربی اور مشفق معلم تھے، اپنے معمولات کے بیحد پابند، عاشق قرآن، روزانہ بلاناغہ دسیوں پارہ کی تلاوت کرنے والے، بلاناغہ گھنٹوں ذکر بالجہر کے پابند، تاحیات تکبیر اولیٰ کے پابند، اور بہترین منتظم ومدبر اور مفکر قوم وملت بن کر رہے ہے، آپ کی خانقاہ اور آپ کے معمولات دیکھ کر حضرت شیخ یاد آجاتے ہیں، آپ نام ونمود سے دور، شہرت سے متوحش، چھوٹے بڑے اجلاسوں، کانفرنسوں اجتماعات اور مجالس کی سرپرستی اور صدارت کرنے سے بیحد گریزاں اور دور رہتے تھے، آپ کی خانقاہ میں تمام مریدین ومتوسلین کو ہدایت کی جاتی تھی کہ معمولات کی پابندی رکھیں، تلاوت قرآن کا اہتمام رکھیں، اور اکابرین ومشائخ کی طرح سے خانقاہ میں اوقات گزاریں، گذشتہ دوسالوں سے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں آنے والوں نیز احقر اور چند خدام کے اصرار پر حضرت نے بعد نماز تراویح ۲۰؍منٹ کے لئے وعظ ونصیحت اور بیانات کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا، مختصر وقت میں ایسی جامع تقریر ووعظ فرماتے کہ اہل علم اور مدرسین ومتعلقین اور شرکاءِ مجلس کے قلوب منور ومجلّٰی ہوجاتے اور ہر کوئی یہ چاہتا کہ سلسلہ کلام مزید دراز ہو، امسال ماہ مبارک میں اعتکاف کے موقع پر تراویح کے بعد کی مجلسوں میں احقر کے یہ سوال کئے جانے پر کہ تبلیغی جماعت کی عموی کامیابی، اور حضرت جی مولانا محمد الیاس کی مقبولیت کا کیا راز ہے؟ نیز تبلیغی جماعت پر جو اعتراضات ہورہے ہیں اس کے کیا اسباب ہیں؟ اس پر حضرت متالا نے مسلسل سات روز تک تفصیلی خطاب فرمایا جس

میں آپ نے رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کے خاندان کا تاریخی علمی وروحانی پس منظر بیان کر کے حضرت جی مولانا محمد الیاس کی ریاضت ومجاہدات کے مفصل ومدلل واقعات، اور امت کے لئے ان کی فکر وتڑپ کو مدلل انداز سے بیان فرمایا، آپ نے فرمایا کہ حضرت جی کو فکر وغم رسول سے ایک ذرہ نصیب ہوا تھا جس کی بنا پر دنیا بھر میں اس تحریک نے ایک انقلاب برپا کر دیا، نیز فرمایا کہ حضرت شیخ نے ایک مرتبہ مدینہ شریف میں فرمایا تھا کہ جس طرح حضرت الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دور میں ان کی تحریک نیز مذہب حنفی کے ساتھ تائید الٰہی شامل حال تھی، اسی طرح اس دور میں تحریک تبلیغ کے ساتھ تائید الٰہی شامل حال ہے، نیز حضرت متالا نے فرمایا کہ عالم اسلام اور پوری دنیا میں اس وقت جتنی بھی دعوتی تحریکات چل رہی ہیں، ان میں بابرکت اور نہج نبوی کے قریب تر تحریک تبلیغ ودعوت جس کو حضرت جی مولانا الیاس نے شروع کیا تھا وہ سرفہرست ہے، نیز حضرت متالا نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اعتراضات کر رہے ہیں اس کا جواب ہمارے حضرت شیخ دے چکے ہیں، معترضین اس کو پڑھ کر اپنی اصلاح کر لیں، آپ نے امسال دوران اعتکاف معتکفین کو خطاب کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ مدارس کی قدر کریں، اور تبلیغی جماعت کو حق سمجھیں اور اس میں بھی اپنا وقت لگائیں، نیز آپ نے فرمایا تھا ارباب مدارس اور اصحاب دعوت وتبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تزکیہ نفس کے لئے وقت کے مشائخ سے بھی تعلق رکھیں، اور اپنے اسلاف کو سامنے رکھ کر انہیں کے نہج پر ہر شعبہ میں کام کرتے رہیں۔

اس کے علاوہ حضرت متالا اور آپ کے خدام ومعتکفین اور مریدین آپ کی خانقاہ میں اہتمام سے انفرادی معمولات کے علاوہ قیام اللیل کے بھی پابندی کرتے رہے ہیں، مزید تفصیل ہراس شخص سے دریافت کی جاسکتی ہے، جس نے حضرت

89

متالا کی خانقاہ میں تھوڑا بھی وقت گزارا ہے۔

حضرت متالا کی تدریس اور تعلیم وتربیت کا نرالا انداز تھا

حضرت متالا ایک بہترین مدرس ومربی بھی تھے، آپ نے نورانی قاعدہ سے لیکر حفظ وناظرہ قرآن کریم اور نحو وصرف اور اردو عربی کی چھوٹی بڑی کتابوں نیز ترجمہ وتفسیر اور حدیث کی اہم کتاب مشکوۃ شریف اور بخاری شریف کا عظیم الشان درس دیا ہے، آپ درس کیا دیتے تھے کہ گھول کر پلا دیتے تھے، آپ عشق رسول میں ڈوب کر حدیث کا درس دیتے، طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا خاص خیال رکھتے اور طلبہ کی ہر طرح سے نگہداشت رکھتے، آپ نصاب تعلیم وتربیت میں کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے، بلکہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے، جس طالب علم یا جماعت کے لائق وصلاحیت کے مطابق جو کتاب ہوتی وہ نصاب میں رکھ لیتے تھے، آپ وسیع النظر والقلب تھے، متعصب نہ تھے، ہندوستان کے مرکزی ادارہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ان کے بانیوں اور بڑے اساتذہ اور ذمہ داران کی خدمت کو سراہتے، اور خراج عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے، جب سے احقر ان کے دارالعلوم میں گیا، خصوصاً حضرت مولانا علی میاں ندوی کی تیار کردہ نصابی ادبی، کتابوں کو غور سے پڑھا، حضرت مولانا ندوی کی ساری ادبی کتب عربیہ اور دیگر دوسرے ندوی مصنفین کی اہم کتابوں کو اپنے معہد کے نصاب تعلیم میں داخل کر لیا بلکہ آپ نے تقریباً بیس سال تک حضرت مولانا ندوی کی کتاب ''القراءۃ الراشدہ'' کا خود درس دیا ہے، اور اس کی اثر آفرینی اور ادبی حلاوت اور بابرکت کتاب ہونے کا اعتراف فرمایا ہے، اور کئی مرتبہ احقر کے ذریعہ حضرت ندوی کے جانشین وخلیفہ وناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو پیغام بھجوایا

ہے کہ ہم حضرت ندوی اور آپ کی تیار کردہ کتابوں سے بیحد متأثر ہیں، نیز جس طرح سے ندوۃ العلماء مادیت کے اس دور میں فضلاء تیار کر رہا ہے، اس کے بھی ہم معترف ہیں، اس بناپر حضرت متالا نے حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی کو احقر کے ذریعہ زبانی اور تحریری دعوت بھی دلوائی تھی اور حضرت شیخ کا حضرت علی میاں ندوی سے جو تعلق تھا، نیز حضرت شیخ جس طرح حضرت متالا کے قلم سے ان کو رازدارانہ خطوط لکھواتے تھے، اس کے حوالہ سے حضرت متالا نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو دعوت دی تھی، اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے بھی احقر کے ذریعہ آج سے تقریباً ۶/سال قبل تحریری طور پر نیز کئی سال سے زبانی طور پر ندوہ تشریف لانے اور وہاں کے اساتذہ کرام وطلبہ کو خطاب کرنے کی دعوت پیش کر رکھی تھی، جس کو حضرت مولانا عبدالرحیم متالا نے بہت سراہا تھا اور مجھ سے دو سال سے فرمارہے تھے کہ انشاء اللہ جب بھی انڈیا حاضری ہوگی تو ندوۃ العلماء اور رائے بریلی ضرور حاضر ہوں گے، نیز جنوری ۲۰۱۳ء کے شروع میں کیرانہ اور سہارنپور، مظفر آباد، رائے بریلی کا سفر طے ہو چکا تھا اور حضرت متالا عمرہ کر کے مذکورہ جگہوں کا سفر کرنے والے تھے مگر وقت موعود آچکا تھا جس کی بناپر یہ تمنا پوری نہ ہوسکی، اس لئے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو مذکورہ مرکزی اداروں اور اس کے ذمہ داروں سے کتنی محبت وانسیت اور اس کے نصاب ونظام تعلیم وتربیت کے کتنے مداح ومعترف تھے، جس کی مثال آج کی دور میں اور علماء کے حلقہ میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔

حضرت متالا کا ذوق تصنیف وتالیف

حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں رہ کر آپ نے جہاں منازل سلوک طے کئے تھے وہیں پر آپ نے حضرت شیخ کے ادبی، تعلیمی، تدریسی، تصنیفی، تحقیقی ذوق سے بھی

90

بھرپور استفادہ فرمایا تھا، چنانچہ آپ نے اثنائے قیام سہارنپور ''حقیقت شکر'' کے نام سے قرآن وحدیث کی روشنی میں نیز علماء ومحققین کے اقوال وملفوظات کی روشنی میں ایک اہم کتاب تصنیف فرمائی، جس پر آپ کے رفیق خاص ومخلص دوست اور وقت کے عظیم مصنف ومحدث مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی حفظہ اللہ نے ایک زبردست مقدمہ تحریر فرمایا، جس کو حضرت شیخ اور وقت کے اہل علم حضرات نے بیحد پسند فرمایا، قارئین کتاب کا مطالعہ فرما کر آپ کے علم وتحقیق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بخاری شریف کی اردو شرح اور افادات شیخ کی بنام ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' تالیف وطباعت

آپ نے حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر از اول تا آخر صحیح بخاری کو تین مرتبہ سبقاً سبقاً پڑھا ہی نہیں بلکہ حضرت شیخ کی جملہ تقاریر کو بہت غور اور پوری توجہ سے نوٹ بھی کیا تھا، آپ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ ساری کاپیاں آپ کے پاس موجود تھیں، آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد یوسف متالا دامت برکاتہم کی مساعی جمیلہ اور ہندوپاک کے ممتاز محدثین وعلماء اور خدام کے اصرار پر مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کی نگرانی میں دو باصلاحیت متخصصین فی الحدیث نے پوری محنت سے تین سال سے سراج القاری لحل صحیح البخاری کے نام سے بہترین کتابت وطباعت کے ساتھ حضرت شیخ کی من وعن تقریر بخاری کو تخریج وتبویب کے ساتھ طلبہ علوم حدیث کے سامنے پیش کیا ہے، جس کی ابتک پانچ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، اور ہندوپاک کے ممتاز محدثین وعلماء افریقہ ویورپ اور ہندوپاک کے مرکزی اداروں خصوصاً دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ممتاز مدرسین اور اساتذہ حدیث نے سراہا ہے، احقر ۹/۸/دسمبر ۲۰۱۲ء کو جب یہ کتاب لے کر ابنائے

ندوہ کے اجلاس جامعہ سید احمد شہید کٹولی میں شریک علماء ومحدثین کی خدمت میں پہنچا تو سبھی نے حضرت متالا کے تقوی وطہارت اور دیانت وامانت اور جلالت شان اور علمیت اور ذوق حدیث کا اعتراف کیا، اور اکثر مدرسین علماء نے کتاب کے حصول کے لئے ہر طرح کی کوشش کی، جن سے احقر نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ جلدی سے ان کو یہ کتاب بھیج دی جائے گی، جیسا کہ احقر نے یہ کارگزاری ۸/ دسمبر کو بعد نماز مغرب دوران اجلاس حضرت مولانا متالا کو سنائی تو فرمایا کہ اس کتاب کو حضرت شیخ کی طرف منسوب کیا، یہ جو بھی کچھ ہے انہیں کا فیض ہے اور فرمایا کہ حضرت مولانا سید رابع صاحب ندوی سے دعا کراؤ کہ اللہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور حضرت شیخ کو اعلی علیین میں جگہ دے، قارئین توجہ فرمائیں کہ ان کلمات میں کیا تاثیر ہے، نیز قارئین کو یاد رہے کہ کتاب حضرت متالا نے اپنے مصارف پر چھپوا کر اس کے کئی سو نسخے ہندو پاک کے ممتاز محدثین وعلماء اور اپنی سرپرستی میں چلنے والے اداروں کے ممتاز طلبہ وطالبات کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی اور سبھی سے یہ کہہ رہے تھے کہ دعا کریں کہ میری حیات میں یہ کتاب مکمل ہو جائے، اس کے لئے مولانا سالم صاحب قاسمی کو بار بار فون فرماتے، اور جلد از جلد اس کی تکمیل کی درخواست کرتے، پانچ جلدیں مکمل ہو چکی تھیں، اسی دوران مالک حقیقی کی طرف سے وقت موعود آ گیا، اللہ تعالی حضرت متالا کی خواہش کے مطابق اس کتاب کی تکمیل فرمادے، آمین

حضرت متالا کی ملت اسلامیہ کے بارے میں فکر وتشویش خصوصاً مسلمانان ہند کے بارے میں فکرمندی

حضرت متالا ملک زامبیا اور اس کے قریبی ممالک کے سیاسی حالات پر خصوصاً اور

خطہ افریقہ اور سعودی عرب اور عالم اسلام کے عمومی حالات اور ہندوستانی مسلمانوں کے حالات سے خوب واقفیت رکھتے تھے، مسلمانوں کی تمام شعبوں میں ترقیات کے لئے فکرمند رہتے تھے اور دعائیں کرتے اور اپنے دارالعلوم کے طلبہ سے دعائیں کراتے تھے، ادھر کئی سالوں سے ہندوستان میں گجرات اور یوپی کے مسلمانوں کے بارے میں بہت فکرمند رہتے اور احقر سے اور ہندوستان سے آنے جانے والوں سے دہلی کے حالات معلوم کرتے، اور ذمہ دار حضرات سے جو بھی زامبیا تشریف لیجاتے ان سے تبادلہ خیال فرماتے رہتے، مسلمانوں کی عالمی، ملکی، علاقائی ترقیات سے بیحد خوش ہوتے، اور عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ملکی، علاقائی اور عالمی جو کوششیں ہو رہی ہیں، اس سے بخوبی واقف تھے، اور اس کے لئے ہر ممکن کوشش اور تعاون کرتے، اس وجہ سے آپ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی اور حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوحفظہ اللہ اور فضلاء ندوہ اور حضرت مفکر اسلام کے مخصوص تلامذہ اور دور حاضر کے ممتاز ندوی صحافیوں اور خصوصاً تعمیر حیات، البعث الاسلامی اور الرائد، نقوش اسلام وغیرہ کو بہت سراہتے اور ان کے قلمکاروں کو مبارک باد دیتے، آپ نے کئی مرتبہ احقر سے فرمایا کہ حضرت علی میاں ندوی کی تحریروں، تقریروں اور ان کی مخلصانہ کوششوں نے عالم اسلام، خصوصاً عالم عرب میں انقلاب برپا کر دیا، فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاں ندوی چونکہ محبوب مشائخ وعارفین تھے، اور چونکہ ان کو حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ زکریا اور حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کی سرپرستی ونگرانی، اور توجہات حاصل تھیں، نیز ان کے مشورہ سے تمام دینی امور انجام دیتے تھے، اس لئے اللہ نے ان کو ہر محاذ پر کامیاب کیا، فرماتے ندوۃ العلماء کے فضلا کو خصوصاً اور دیگر سرکاری اداروں کو، ذمہ دار علماء کو عموماً حضرت مولانا ندوی کی تقلید کرنا چاہئے، اور ان کو اپنا آئیڈیل بنا کر ملت اسلامیہ کی خدمت کرنا چاہئے،

اکثر وبیشتر احقر اور جب کبھی کوئی ندوی فاضل ملتا، اس سے اس طرح کی باتیں کرتے رہتے ، ادھر کئی سالوں سے ندوۃ العلماء کے نصاب ونظام تعلیم اور حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلی کے خاندان کے تمام لوگوں سے بیحد محبت فرماتے اور ان کا احترام کرتے اوران کے تجدیدی کارناموں کو سراہتے ، اسکے علاوہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اوران کے خانوادہ کے بیحد مداح تھے، اور حالیہ جمعیۃ علماء ہند کے موجودہ ذمہ داروں کے اختلاف سے بیحد کڑھتے اور دونوں گروپ کے حضرات کو مخلصانہ مشورہ دیتے ، حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ کی وفات کے بعد دارالعلوم دیوبند میں اہتمام کو لیکر جو اختلاف ہوا، اس سے خوب واقف تھے، اور بہت فکر مند ہوگئے تھے، آپ نے دارالعلوم دیوبند کے ذمہ دار حضرات اور اراکین شوریٰ کو احقر اور دیگر معتبر اشخاص سے پیغام بھیجوایا کہ دارالعلوم دیوبند ملت اسلامیہ کا سرمایہ اور اکابرین کی یادگار ہے، نیز آپ نے اپنے خصوصی تعلقات کی بنا پر محترم جناب مولانا غلام محمد وستانوی صاحب سے تمام ضروری تفصیلات سن کر، ان سے یہی فرمایا کہ اگر آپ کی وجہ سے دارالعلوم کا وقار مجروح ہوتا ہو، اور دشمنان اسلام کو اور حاسدین کو اس سے فائدہ پہنچتا ہو تو آپ کے اخلاص کا یہی تقاضہ ہے جو آپ نے میڈیا، اخباروں اور اپنے پرچہ بیان مصطفیٰ میں کیا ہے کہ آپ دارالعلوم کے منصب اہتمام کو چھوڑ کر دارالعلوم کے مفاد کو ترجیح دیں گے، ماشاء اللہ مولانا وستانوی صاحب نے حضرت مولانا کی مخلصانہ کوششوں اور مشوروں کو سراہا، بلکہ مولانا وستانوی صاحب بذات خود زامبیا ان کی خدمت میں تشریف لے گئے، تمام حالات بتلا کر حضرت متالا کو مطمئن ومسرور کیا، اور خوب دعائیں لے کر واپس ہوئے ، قارئین حضرات کے سامنے مذکورہ دو تین واقعات کے علاوہ بھی احقر ذکر کرنا چاہتا تھا، مگر اس پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ حضرت متالا صرف خشک صوفی وعالم اور بے خبر مرشد

نہیں تھے بلکہ آپ کی عالم اسلام اور مرکزی اداروں کے اہم حالات اور دور حاضر کے ممتاز قائدین وزعماء اور ملت اسلامیہ کے رہبروں کے حالات وکارناموں سے بھرپور واقفیت تھی ، گویا کہ آپ اپنے شیخ ومرشد حضرت شیخ کے سچے جانشین وخلیفہ اوران کی طرح تمام حالات سے باخبر تھے اور حضرت شیخ کی طرح تمام مرکزی اداروں، خانقاہوں، تحریکوں کی پشت پناہی کرتے رہتے تھے، اوران کو مخلصانہ مشورہ دیتے رہتے، اوران کا ہر ممکن تعاون کرتے رہتے تھے۔

حضرت متالا کی جود وسخاوت

حضرت متالا کو احقر نے خود دیکھا ہے کہ اپنے متعلقین ومتوسلین کے علاوہ دوسرے مجبور ومقہور مسلمانوں، خصوصاً علماء ومشائخ اور طالبان علوم نبوت کی ہر طرح سے خدمت کرتے اور ان کا مالی تعاون فرماتے تھے، اپنے معہد کے طلبہ جن کا تعلق حبشی بلالی قوم سے ہوتا، ان کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آتے ، اور اپنی ذاتی جیب سے اکثر وبیشتر ان کو ہدایا کے نام سے نوازتے ، فارغ غریب طلبہ کی شادیاں تک کراتے ، اور ان کے مکانوں کے بنوانے میں حتی المقدور مدد فرماتے تھے ، کئی ممتاز افریقی طلبہ اور مدرسین کو اپنے خرچہ سے حج وعمرہ کے لئے بھی بھیجا ہے، ہند وپاک سے تشریف لانے والے تمام اداروں کے سفراء سے مل کر خوش ہوتے ، ان کے قیام وطعام کا انتظام کراتے اور خود بھی تعاون فرماتے اور دوسرے مخیرّین کو بھی توجہ دلاتے ، آپ کے ذریعہ سے افریقہ کے علاوہ ہندوستان میں سینکڑوں مساجد ومدارس کا قیام عمل میں آیا ، احقر نے ۸؍سال قبل جب اپنے آبائی گاؤں محمد پور کیرانہ میں دارالعلوم للبنات والبنین قائم کیا، خوب دعائیں دیں اور خود بھی تعاون کیا اور دوسرے مخیرّین کو بھی توجہ دلائی ، نیز تین سال قبل جب ہندوستان ۲۲؍

سال کے بعد تشریف لائے تھے اور سہارنپور میں مقیم تھے، احقر کو فرمایا کہ تمہارے مدرسہ محمد پور دہلی جاتے ہوئے جانا ہے، مگر اپنی بیماری کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے، دہلی پہنچ کر زیر تعمیر معہد الشیخ زکریا لتحفیظ القرآن کے لئے بہت ہی محبت وشفقت سے انیٹ پڑھ کر عنایت فرمائی، اور اپنے مخلص دوست حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات خلیفہ حضرت شیخ مقیم مدینہ منورہ سے بھی ایک انیٹ پڑھوا کر برائے تعمیر دارالقرآن عنایت فرمائی، اور ہر طرح کے تعاون سے نوازا، اور امسال فرمایا کہ مدرسۃ البنات سے فارغ ہونے والی طالبات کے جلسہ ختم بخاری شریف میں جنوری میں شریک ہوں گے، مدرسۃ البنات اور مرکز کے اہم ذمہ داراوں کے اصرار پر فارغ ہونے والی طالبات کی ختم بخاری کرانے کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی اور آپ کی زیر سرپرستی جنوری میں ایک اہم پروگرام محمد پور کیرانہ میں منعقد ہونیوالا تھا، مگر حضرت والا ہم سب کو روتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

اس کے علاوہ احقر کئی ادارے جانتا ہے کہ جہاں حضرت متالا نے بڑی بڑی رقم ان کے ذمہ داروں کو مرحمت فرمائی، اور یہ سارے کام لوجہ اللہ اور خفیہ طریقہ سے انجام دئے، جن کی مثال فی زمانہ ملنا مشکل ہے، سب سے بڑی خوبی حضرت متالا کی جود وسخاوت میں یہ بھی تھی کہ آپ اپنے تو اپنے، اپنے مخالفین کی بھی دل کھول کر مالی مدد فرماتے، احقر نے معہد میں دیکھا کہ ہمارے اسٹاف میں ایک بڑے قدیم استاد، ان کی اہلیہ کو اکثر حضرت سے نظریاتی اور معہد کے ذمہ داروں سے اختلاف رہتا تھا، جس سے کبھی کبھی حضرت متالا کو کافی تکلیف بھی پہنچتی تھی، اس کے باوجود اس قدیم استاد اور ان کی اہلیہ اور ان کے بچوں کی ہر طرح سے مالی مدد فرماتے، یہاں تک کہ ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے بارے میں فکر مند رہتے اور اس سلسلہ میں ان کا حتی المقدور تعاون فرماتے، آپ فرماتے تھے کہ جو بھی معہد کی خدمت کرتا ہے

اور جس کو بھی اس کی خدمت کا شرف حاصل ہو رہا ہے، اگر اس کو میری ذات سے کوئی اختلاف ہے تو ہوا کرے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، زندگی بھر آپ کا یہی اصول رہا، خود احقر اور اس کی اہلیہ اور بچوں پر خاص شفقت فرماتے اور ہر طرح کے تعاون سے نوازتے، اور اکثر فرماتے آپ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے بھیجے ہوئے اور میرے شیخ ومرشد حضرت شیخ کے علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں، نیز معہد کے دو شعبوں میں آپ خدمت کر رہے ہیں، اس لئے میں آپ سے خوش ہوں اور ایسی ایسی باتیں ارشاد فرماتے جن سے میرا سر شرم سے جھک جاتا، مختصر یہ کہ آپ موافق ومخالف سبھی کو نوازتے تھے اور کبھی زبان پر حرف شکایت نہ لاتے تھے۔

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

ادارہ کے مالیات کے سلسلہ میں بیحد احتیاط

آپ چونکہ اپنے ادارہ معہد کے بانی ومہتمم تھے، اس لئے آپ نے اپنے ادارہ کے لئے اپنے لئے اور اپنے بچوں اور مدرسین کے لئے ایسے اصول وضوابط متعین کر رکھے تھے کہ آج کے دور میں ایسی مثال ملنا مشکل ہے، جب بھی آپ کو ادارہ کی کوئی چھوٹی بڑی رقم موصول ہوتی، اس کو آپ معہد کے سکریٹری یا محرر مالیات کے سپرد کر دیتے تھے، جو جس مد کی رقم ہوتی اس کو اس میں صرف کرواتے، اکثر وبیشتر اپنے ادارہ کا چندہ بمد اللہ کرتے اور کراتے، ایسے مخیرّین سے دور رہتے کہ جن کا مال مشتبہ ہو، یا جو متکبر ہو، ادارہ کے جملہ اسٹاف کو ہدایت کر رکھی تھی کہ اپنے مفوضہ امور وقت پر انجام دیں، نیز مدرسین کی درجہ سے غیر حاضری یا دیر سے آنا حضرت والا کو بالکل ناپسند تھا، اور اپنے ایک خادم کو ہدایت کر رکھی تھی کہ سب پر برابر نظر رکھیں اور جو غیر حاضر رہے یا اپنے کام میں تساہلی برتے، ادب ووقار کے دائرہ میں رہ کر اس

کو متنبہ کریں اور غیر حاضری کے مطابق اس کی تنخواہ وضع کرلیں ، اس میں اپنے اور پرائے سب برابر تھے، جب کوئی ادارہ کا مہمان آتا اس کی ضیافت کا اہتمام اپنی جیب خاص سے کرتے اور اکثر وبیشتر مہمان کی ضیافت فرماتے، آپ نے اپنی زندگی میں ادارہ میں شعبہ ضیافت کھولنے کی اجازت نہیں دی اور نہ اس کے لئے چندہ کیا، یہاں تک کہ ماہ مبارک میں خصوصاً آخری عشرہ میں جو معتکفین تشریف لاتے اور جوسفراء مدارس حضرت متالا کے پاس قیام کرتے ان سب کے طعام کا انتظام حضرت متالا کی طرف سے ہوتا تھا، جس کے تمام مصارف اپنی جیب خاص سے برداشت فرماتے ، اور ان کی خدمت کے لئے اپنے تینوں صاحبزادوں مولانا عبدالحلیم صاحب، مولانا عبدالرشید صاحب اور عزیزم مولوی عبدالرؤف متالا کو متعین فرماتے، تساہلی کی صورت میں تمام خدام کی باز پرس فرماتے اور اپنے مہمانوں کو بھرپور آرام پہنچانے کی کوشش کرتے، ادارہ پر کسی بھی مہمان کو بار نہ بننے دیتے، ناظم مالیات کو ہمیشہ اس کے صحیح مصارف میں رقم خرچ کرنے کی تلقین کرتے اور اس کو چیک کرتے رہتے، تمام اسٹاف کی تنخواہ مہینہ کی ۳۰/ رویں تاریخ ، بعض مرتبہ ۲۹/ تاریخ کی شام کو پہنچادیتے، اور ادارہ کی جو بھی چھوٹی بڑی خدمت کرتا اس کو مکمل معاوضہ دیتے اور کسی کی اہم خدمت سے خوش ہوکر اپنی جیب خاص سے اس کو ہدیہ کے طور پر بڑی بڑی رقم سے نوازتے، اسی لئے آپ کے معہد کا سارا اسٹاف خوش رہتا، اور آپ پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتا تھا، مختصر یہ کہ مالیات کے سلسلہ میں کسی بھی طرح چشم پوشی سے کام نہیں لیتے تھے اور بیجا ادارہ کی رقم ہرگز ہرگز غیر ضروری کاموں میں صرف نہیں کرنے دیتے تھے، اللہ تعالی ارباب مدارس کو اس سے سبق لینے کی توفیق بخشے۔

طلبہ پر شفقت اور ان سے بے پناہ محبت

حضرت مولانا متالا کو احقر نے بغور دیکھا ہے کہ ادارہ کے طلبہ پر بیحد شفیق تھے، فرماتے تھے کہ یہ طلبہ کرام مہمان رسول ہیں، ان کی تعلیم وتربیت کا خیال، نیز ان کے قیام وطعام کا نظام بہتر سے بہتر ہونا چاہئے، مدرسین کرام کو فرماتے کہ ان کو محبت ومحنت سے پڑھانا چاہئے، اور ناجائز مار پیٹ سے احتراز کرنا چاہئے، نیز اگر کوئی مدرس طلبہ کو حد سے زیادہ مارتا یا سزا دیتا حضرت والا اس مدرس سے سخت باز پرس فرماتے ، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ احقر نے ایک طالب علم کو سبق یاد نہ کرنے پر سخت ڈانٹا، اس کے باوجود اس طالب علم نے سبق یاد نہ کیا، تو احقر نے اس طالب علم کو ایک طمانچہ رسید کیا، جس کی وجہ سے اس طالب علم کا سر تپائی پر لگا اور اس کی نکسیر چھوٹ گئی جس کی وجہ سے اس کے کپڑے لہولہان ہوگئے، اس واقعہ کا علم حضرت متالا کو ہوگیا، احقر کو بلالیا، احقر نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو حضرت متالا سخت ناراض ہوگئے اور ذمہ داران معہد سے فرمایا کہ ان کا حساب کرکے ان کو دارالعلوم سے انڈیا روانہ کردو، چونکہ انہوں نے ناجائز طور پر مہمان رسول کو مارا ہے، مدرسین وطلبہ کے سامنے احقر کو حضرت متالا نے سخت وسست کہا اور اتنے غصہ ہوگئے کہ ''الامان والحفیظ'' فرمایا کہ جس طرح تم نے مہمان رسول کو مارا ہے اس طرح اپنے بچہ کو مار کر دیکھو، بالآخر میں نے معافی مانگی، حضرت والا نے فرمایا کہ معافی مہمان رسول سے مانگو، چونکہ آخرت میں آپ اور طالب علم کا مقدمہ پیش ہوگا، طالب علم کو خوش کرنا ضروری ہے، احقر نے طالب علم سے معافی مانگی تب جاکر حضرت والا نے احقر کو معاف کیا، اور رو کر فرمایا کہ آپ مجھے معاف کریں کہ میں نے آپ کو اتنا سخت سست کہا، اور اکابر ومشائخ کے واقعات سنائے، اور فرمایا کہ جب تک مدرس طالب

علم کو مہمان رسول اور اپنا بچہ سمجھ کر نہیں پڑھائے گا تو کوئی بھی مدرس کامیاب نہیں ہوسکتا، لہٰذا حضرت مولانا متالا زندگی بھر طلبہ کو محبت ومحنت سے پڑھاتے رہے، اور ان کی ہر طرح سے خاطر ومدارات فرماتے، اپنے مدرسین کو بھی اس بارے میں ہر طرح کی ہدایات فرماتے تھے۔

ذوق عبادت اور معمولات کی سخت پابندی

تاریخ شاہد ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک کے صوفیاء، علماء ومشائخ نے جو زبردست دینی، اصلاحی خدمات انجام دی ہیں وہ اپنے وقت کے عابد وزاہد شخص تھے، یہی صفت حضرت مولانا متالا میں تھی، آپ تقریباً روزانہ دس بارہ سپاروں کی تلاوت فرماتے، تکبیر اولی کے ساتھ پنجوقتہ نمازوں کا اہتمام فرماتے، بلاناغہ بعد نماز مغرب اوابین، ذکر بالجہر کا اہتمام رہتا، صبح وشام کے اوراد ووظائف کے علاوہ، تہجد واشراق کا خاص اہتمام فرماتے، کتنا ہی خاص مہمان آجائے، اپنے معمولات کو ہرگز نہ چھوڑتے، اکثر فرماتے کہ معمولات ترقی کا زینہ ہیں، جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دہر امام صاحب سے ضرور پڑھواتے، اور جمعہ کے دن کا خاص اہتمام فرماتے، بعد نماز فجر طلبہ ومدرسین سے اجتماعی ختم سورہ یٰسین شریف اور ختم قرآن کا اہتمام کراوا کر مخرین معہد اور جملہ مسلمانوں کے لئے دعا خیر کرواتے، جمعہ کے روز قبل اذان جمعہ مسجد تشریف لاکر صلوۃ التسبیح کا اہتمام کرتے، آپ کی برکت سے تمام طلبہ معہد بھی مسجد میں پہنچ جاتے، اور تلاوت وتسبیح میں مشغول ہوجاتے اور ایک روحانی نورانی فضا چھا جاتی، بعد نماز عصر ۸۰؍مرتبہ خاص درود شریف پڑھنے اور پڑھانے کا اہتمام کراتے، اور تمام طلبہ کرام کو اپنے سامنے مناسب نقدی جیب خرچ مرحمت فرماتے، مہمانان رسول کی اس طرح

خدمت کر کے بیحد خوش ہوتے اور پھر تا اذان مغرب اپنے مریدین ومتوسلین اور ذاکرین کے ہمراہ ذکر بالجہر میں مشغول ہوجاتے، احقر نے یہ تمام معمولات اپنی آنکھوں سے ۱۳؍سال تک دیکھے ہیں، مذکورہ معمولات میں کبھی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے، مشائخ فرماتے ہیں کہ معمولات کی پابندی ہی اصل استقامت اور کرامت ہے، ایک خاص بات جو احقر نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ تمام کاموں میں حضرت متالا سنتوں اور ادعیہ ماثورہ کا خاص خیال فرماتے تھے، اور تعلیماً اور ترغیباً کبھی کبھی زور سے دعائیں پڑھتے تاکہ مریدین ومتعلقین غور سے سن کر عمل کرسکیں، گویا کہ حضرت متالا سراپا عمل ہی عمل تھے، اور شریعت وسنت کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے ایک شیخ طریقت وقابل تقلید امام رشد وہدایت تھے۔

آپ کی حیات مبارکہ کی آخری ملاقات اور آخری یادگار باتیں

احقر نے پانچ سال قبل حضرت والد ماجد کے اصرار سے یہ کہہ کر حضرت متالا سے طویل رخصت لی تھی کہ علاقہ کیرانہ وکاندھلہ اور علاقہ ہریانہ وپنجاب میں اپنے مرکز وجامعہ للبنات محمد پور کیرانہ کے تحت مدارس ومکاتب اور مساجد قائم کرنے کی ضرورت ہے، نیز اپنے سے قریب ہریانہ وپنجاب کے متأثرہ عیسائیت، قادیانیت اور ارتداد کے علاقہ میں قیام مکاتب ومدارس کی تحریک شروع کرنی ہے، اس فکر کو ترقی دینے اور اپنے مرکز کی تعمیر وترقی اور تعلیمی برتری کے لئے ہندوستان میں رہ کر کام کرنے کی ضرورت ہے، حضرت متالا نے بخوبی قبول فرمالیا تھا اور اس سلسلہ میں بھرپور دعاؤں سے نوازا، اور ہر طرح کے تعاون سے نوازا، نیز تین سال سے مسلسل حضرت متالا کی خدمت بابرکت میں ماہ مبارک میں مسلسل ایک ماہ رہنے اور آخری

عشرہ کا اعتکاف کرنے کی سعادت حاصل رہی، امسال جو رمضان گزرا، اس میں احقر حضرت والا کی خدمت میں ۸/رمضان سے لیکر ۲۵/ذوالحجہ تک رہا، رمضان المبارک کے ایام میں اعتکاف کا موقعہ بھی ملا، نیز مدرسین وطلبہ کو تجوید وقرأت اورنورانی قاعدہ اورتفسیر وحدیث پڑھانے کا بھی موقع ملا، اورحضرت والا کے حکم سے اورحضرت کے صاحبزادہ مولانا عبدالرشید صاحب متالا کی خواہش پر درس وتدریس کا باقاعدہ موقع ملا، حضرت والا جب بھی پروگرام معلوم فرماتے تو احقر عرض کرتا کہ جب حضرت فرمائیں اس وقت پروگرام بنالوں گا، فرماتے میں یہ نہیں کہتا کہ آپ جلد انڈیا چلے جائیں بلکہ یہ معلوم کرتا ہوں کہ کب تک مزید آپ وقت دے سکیں گے، اسی طرح احقر کے دوماہ گزر گئے، اورحضرت والا خوب دعاؤں سے نوازتے رہے، اہتمام سے مجالس ذکر میں شرکت کرنے کی تاکید فرماتے، اور اکابرین ومشائخ خصوصاً حضرت شیخ اورمولانا علی میاں ندوی کے حالات مزے لیکر سناتے، اورمعہد کے بارے میں فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری سرپرستی میں یہ ادارہ چلے، اورندوہ سے اچھے اچھے مدرسین یہاں لے آؤ، نیز احقر کے بڑے بھائی مولانا مطلوب حسن ندوی صاحب کے بارے میں فرماتے کہ اگر وہ معہد آجاتے تو درس حدیث دیتے اورعربی ادب کے اسباق طلبہ کو پڑھاتے، احقر عرض کرتا کہ انشاء اللہ جلد ہی ترتیب بنا کر حضرت کی خواہش پوری کی جائے گی، اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالرشید صاحب متالا کے بارے میں فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ یہ مظاہر علوم سہارنپور جا کر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم سے درس لے اور کچھ مہینے وہاں گزارے، چونکہ کئی سال سے آپ کے صاحبزادۂ محترم مولانا عبدالرشید صاحب کی یہ خواہش ہورہی تھی اور کوشش بھی کررہے تھے کہ ابا جی کی حیات میں کچھ مہینے حضرت شیخ محمد یونس حفظہ اللہ کی خدمت میں رہیں اور مزید

حدیث شریف میں یہ اختصاص پیدا کریں، ماشاء اللہ مولانا موصوف ایک باصلاحیت مدرس، استاد حدیث اور کئی زبانوں کے ماہر ہیں، نیز حضرت متالا کے صفات وکمالات اورفکر کے حامل ہیں، حضرت متالا کی زندگی میں آپ اکابر کے محبوب نظر رہ چکے ہیں، معہد کے نائب ناظم کے عہدہ پر فائز تھے، اب حضرت والا کی جانشینی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، ان کے علاوہ حضرت متالا کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالحلیم صاحب اورعزیزم مولوی عبدالرؤف سلمہ ہیں جو کہ فی الحال معہد کے کامیاب مدرس اوراپنے بڑے بھائی کے خاص معاون ومشیراورحضرت متالا نے افریقہ وہندوستان جو مدارس قائم کئے اورجن مدارس کی ترقیات میں حصہ لیا تاحیات حضرت والا کے مشن کو جاری رکھنے اوران کے ادھورے کاموں کی تکمیل کا عزم مصمم رکھتے ہیں، اللہ تعالی سبھی کے علم وعمل اورصحت عمر میں برکت عطا فرمائے، اورحضرت متالا کے ادارہ معہد اوران کے بچوں وخدام کی حفاظت فرمائے۔آمین

جب احقر ۲۶/ذی الحجہ کو حضرت متالا سے جدا ہوا تو آبدیدہ ہوکر فرمانے لگے، ہم آپ کی کوئی خدمت نہ کرسکے، اوراپنے گھر میں بلا کر ناشتہ کرایا، ہمارے مرکز وجامعہ للبنات محمد پور سے متعلق مفید مشورے دئے اورجنوری میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کرنے کا پروگرام بتلایا، اور باربار فرماتے رہے کہ اب تو میں معذور ہوگیا ہوں چاہتا ہوں کہ معہد کے لئے نئی شوری بنا کر، اورمعہد کو تم جیسے مخلص مدرس ومحبّ اورعزیزم مولوی عبدالرشید متالا اور دیگران کے مخلص معاونین کے حوالہ کرکے یکسو ہوکر اپنی عبادت وفکر آخرت میں لگ جاؤں، نیز احقر سے فرمایا کہ انڈیا جانے کا شدید تقاضہ نہ ہو تو ۳۰/محرم الحرام تک رک جاؤ، فرمایا اصرار نہیں کرتا بلکہ عرض ہے، احقر نے خاموشی اختیار کرلی، پھر حضرت والا نے خود ہی فرمایا کہ تم کو اپنے مرکز میں کام کرنے ہوں گے، اس لئے چلے جاؤ، انشاء اللہ دسمبر کے آخر یا جنوری

کے شروع میں عمرہ کرکے محمد پور کیرانہ حاضر ہوں گے، اور پھر تمہارے ساتھ رائے بریلی، لکھنؤ بھی جائیں گے، آنے کے بعد ۱۰ / نومبر سے لیکر ۸ / دسمبر کی شام تک ہفتہ میں کئی کئی مرتبہ فون پر باتیں ہوتیں رہیں، اور حضرت والا سراج القاری لحل صحیح البخاری کے بارے میں فکرمندی ظاہر کرتے رہے، کہ جلد از جلد پانچویں جلد آنے والی ہے، اس کو اکابرین ومحدثین کی خدمت میں لیکر چلے جانا، اور ان کو ہدیہ کے طور پر پیش کرکے کہہ دینا اس کی قبولیت کے بارے میں دعا فرماتے رہیں۔

احقر ۲۲ / نومبر سے لیکر ۲۷ / نومبر تک سفر پر رہا، جس کی وجہ سے حضرت متالا سے فون پر رابطہ نہ کرسکا، جب احقر ۲۸ / نومبر کو دہلی پہنچا تو حضرت متالا کا فون آیا، سلام ودعا کے بعد یہ شعر پڑھا:

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا داستاں تمہاری
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت متالا کو اس سیاہ کار سے کیسا گہرا تعلق تھا اور صرف اسی سے نہیں بلکہ ہر محبّ دین اور ہر عالم دین سے حضرت متالا کا ایسا ہی تعلق تھا، آخری بار تفصیل سے حضرت والا سے نئی دہلی کے اسٹیشن پر فون سے رات کے گیارہ بجے، بات ہوئی جب کہ احقر آپ کی سراج القاری لیکر ابنائے ندوہ کے اجلاس منعقدہ کٹولی لکھنؤ جارہا تھا اور یہاں پر وہ تمام کتب ممتاز ومنتخب علماء ومحدثین خصوصاً ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی حفظہ اللہ کی خدمت میں پیش کرنی تھی، حضرت متالا نے فرمایا کہ پانچویں جلد بھی چھپی ہے، میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے ہی مولانا رابع صاحب اور مولانا سلمان صاحب حسینی ندوی کی خدمت میں پیش کردیں اور اس کی قبولیت کی دعا کی درخواست کرنا، احقر نے ۸ / دسمبر کو اجلاس کی پہلی نشست میں وہ کتابیں منتخب وممتاز علماء کو پیش کیں اور اس

97

کی رپورٹ نیز اجلاس کی رپورٹ حضرت متالا کی وفات سے ۶ / گھنٹہ قبل حضرت کو بتلائی، بیحد خوش ہوئے اور احقر کو خوب دعاؤں سے نوازا، اور فرمایا کہ دو روز سے طبیعت خراب ہے، اس لئے زیادہ بات نہیں کرسکتا، البتہ ۹ / دسمبر کی صبح تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا، اور فرمایا کہ عمرہ جانے کی کوشش ہے، اب تک ویزا نہ لگ سکا، دعا کرتے رہیں، تاکہ عمرہ کرکے انڈیا حاضر ہوجاؤں، قارئین کو یاد رہے کہ ابنائے ندوہ کے اجلاس میں شرکت کا خصوصی دعوت نامہ حضرت مولانا سید سلمان صاحب حسینی ندوی چونکہ حضرت والا کو بھجوا چکے تھے، فرمایا کہ مولانا سید سلمان صاحب کو کہو کہ جسماً تو حاضر نہ ہوسکا، البتہ روحانی طور پر حاضر ہوں، اور آپ کے ہونے والے اجلاس کے لئے اپنے معہد میں بھی طلبہ ومدرسین سے دعا کروا رہا ہوں، یہ ساری باتیں حضرت متالا نے احقر سے فون پر کیں اور امت مسلمہ، معہد اور تمام اداروں نیز اپنی کتاب ''سراج القاری'' کی قبولیت کے لئے فکرمند ہوکر نیز عمرہ کرنے کا عزم مصمم کرتے ہوئے، اور ہمارے مرکز وجامعہ للبنات محمد پور کیرانہ کی ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کرنے کا وعدہ کرکے اور سہارنپور، دیوبند اور لکھنؤ، رائے بریلی حضرت مولانا علی میاں ندوی کے دیار میں ایک بار تشریف لاکر اور ان کو جی بھر دیکھ لینے کی تمنا لئے ہوئے ۹ / دسمبر کی صبح بعد نماز فجر اپنے معہد دارالعلوم کے صحن میں اپنے خادم عزیزم مولوی الیاس ملاوی کے ساتھ چہل قدمی کرتے ہوئے اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہوئے تھوڑی سی عارضی بیماری لئے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے جاملے، اور امت مسلمہ زا مبیا اور ہم خدام کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنی جان جاں آفرین کو یہ کہہ کر سپرد کردی:

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

اور بقول:

مثل شبنم آئے تھے عہد وفا کر چلے
خوش رہو اہل معہد ہم تو اپنے گھر چلے

احقر نے یہ چند سطریں برادر معظم مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مدیر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد اور رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے اصرار پر سپرد قرطاس کردی ہیں، اللہ تعالی قبولیت سے نوازے، اور ان کے نقش قدم پر ہم سبھی خدام ومتوسلین کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت والا کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم آفشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا عبدالرحیم متالا
ایک صاحب کشف مخلص اور سچے داعی تھے

مولانا محمد طاہر قاسمی☆

اللہ بے سہارا لوگوں کو بے سہارگی کا صلہ دیا کرتے ہیں

حضرت مولانا عبدالرحم صاحب متالا نوراللہ مرقدہ زندگی کی ۷۰ر بہاریں بڑی کامیابی کے ساتھ مکمل کر کے دائمی راحت کے لئے مورخہ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو اس مژدہ کے ساتھ اپنے رب حقیقی سے جا ملے "یاَایَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةِ ارْجِعِی اِلیٰ رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِی" اے پاکیزہ روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی، تو میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں فروکش ہو جا، حضرت مولانا مرحوم بچپن ہی میں والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے، اللہ پاک بے سہارا لوگوں کو ان کی بے سہارگی کا صلہ دیا کرتے ہیں۔

طبیعت میں انتہائی شرافت ونجابت تھی

چنانچہ رب کریم نے اپنے دین حنیف کی خدمت کے لئے آپ کو قبول فرمایا، آپ صغر سنی میں ہی حافظ قرآن ہو گئے تھے، طبیعت میں انتہائی شرافت ونجابت تھی، اپنے وقت کی قدر، اساتذہ کی خدمت کا جذبہ موجزن تھا، اس لئے دوران تعلیم

☆مہتمم مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ پٹلوکر

حضرات اساتذہ کرام کی خصوصی توجہات حاصل رہیں، ۱۳۸۴ھ میں جامعہ حسینیہ راندیر سورت (گجرات) سے دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، مگر یہ وہ نشہ ہے جو کبھی نہ ختم ہو، اس لئے فن حدیث میں تعمق، گہرائی وگیرائی پیدا کرنے کے لئے قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں شعبان ۱۳۸۴ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور پہنچے، دوسال متواتر حضرت شیخ کی خدمت میں رہے، حضرت شیخ کی تقریر بخاری کو قلمبند فرمایا جو حضرت شیخ کی تمام عمر کی تدریس کا نچوڑ تھا، چنانچہ یہی آنجناب کی رقم فرمودہ تقریر بخاری مولانا محمد سالم صاحب مرادآبادی اوران کے رفقاء کرام کی مساعی جمیلہ اورشب وروز کی جہد مسلسل سے ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کے نام سے پانچ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے، مزید کیلئے سعی جاری ہے، اللہ پاک پایہ تکمیل تک پہنچائے، وقت کے اکابر، اہل علم نے اس پراپنے اعتماد کی مہر ثبت فرمائی ہے۔

حضرت شیخ کومولانا سے روحانی راحت ملتی تھی

حضرت شیخ کوآپ پر بڑا اعتماد تھا، جب بذل المجہود کی طباعت کا مرحلہ درپیش آیا تو قاہرہ مصر آپ ہی کو روانہ فرمایا، وہاں موصوف مرحوم نے چودہ ماہ کا وقت گزار کر طباعت کا اہم فریضہ انجام دیا، ایسے ہی جب ''لامع الدراری'' کی طباعت کا مسئلہ سامنے آیا تب بھی حضرت شیخ کی نظر آپ ہی پر پڑی، چنانچہ اس کی طباعت کو ۶ ماہ کی مدت میں بحسن وخوبی انجام دیکر قاہرہ سے واپس ہوئے، دونوں مواقع پر حضرت شیخ نے بہت دعائیں دیں، پھر ''اوجز المسالک'' کی طباعت کے موقع پر بھی آنجناب ہی کو یاد کیا گیا، اب آنجناب وہاں کے مطابع سے واقف ہوچکے تھے، تو دو ماہ کی مختصر مدت میں زیور طبع سے آراستہ کراکر واپس ہوگئے، اس لئے حضرت شیخ

فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحیم تجھ سے روحانی راحت پہنچتی ہے، اور یہ بھی فرماتے تھے کہ عبدالرحیم تو منتہی کی تکمیل کرے گا، حضرت شیخ ہی کے حکم سے آپ چپاٹا زامبیا تشریف لے گئے۔

جہاں آپ نے کام کیا وہ جگہ ابھی بھی ہندوستان سے سوسال پیچھے ہے

جہاں دوردور تک بھی آبادی کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، ایک لق ودق میدان تھا، وادی غیر ذی زرع تھی، سابقہ سیاہ فام آبادی سے پڑتا تھا، انہی کی رشد وہدایت کے لئے تشریف لے گئے تھے، یہاں کام کرنے کے لئے معہد الرشید الاسلامی کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا، جس کا تعلیمی افتتاح ۱۴۰۱ھ میں خود حضرت شیخ نے کرایا، قارئین کو یادرہے کہ چپاٹا آج بھی ایسی جگہ ہے جو تمدنی دنیا تو درکنار ہندوستان سے بھی کم ازکم ایک صدی پیچھے ہے، یہاں کی سڑکیں اورگلیاں آج بھی خام وغبار آلود ہیں، ہر لحاظ سے یہ جگہ پسماندہ ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

مگر اپنے مربی وشیخ کامل کا حکم اور بندگان خدا کی ہمدردی پیش نظر رہی کہ تمام زندگی یہیں گزار کر اللہ کے حضور پہنچ گئے، جب کہ آنجناب کا ہندوستان کے جس خطہ سے تعلق ہے وہ بجائے خود سونے کی چڑیا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اس خطہ کے باشندے دنیا کے ہر متمدن ملک میں موجود ہیں، اگر آپ چاہتے تو آپ کے لئے لندن وپیرس، جاپان وجرمن، نیویارک اورواشنگٹن، کناڈا اورآسٹریلیا کی پرفریب وادیاں توجہات کا مرکز بن سکتی تھیں، لیکن جس نے اپنے آپ کو گلشن اسلام کی

آبیاری اور دین متین کی خدمت کے لئے فنا کردیا ہو اس کی نظر میں دنیا کی وقتی چمک دمک رعنائیوں و برنائیوں کی کوئی وقعت واہمیت نہیں ہوتی، گویا وہ یوں کہہ رہے تھے: ؂

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

معہد الرشید دین اسلام کا زبردست قلعہ ہے

آج آں مرحوم کی اسی جہد مسلسل اور سعی بلیغ کے نتیجہ میں معہد الرشید الاسلامی چپاٹا ایک مدرسہ ہی نہیں بلکہ دین اسلام کا ایک زبردست قلعہ ہے، جہاں سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہورہی ہیں، آج یہ مدرسہ کفروالحاد کی تیز وتند آندھیوں میں حق وصداقت کا روشن مینار ہے، آج زامبیا کی سرزمین پر اگرچہ دوسرے مدارس ومراکز بھی تعمیر ہوچکے ہیں، جن کی عمارتیں دیدہ زیب اور اپنے دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں، مگر معہد الرشید الاسلامی کا اپنی روحانیت اور اخلاقی عظمت کے لحاظ سے اپنا ایک بلند مقام ہے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے کسی نے دارالعلوم کی علیحدگی کے بعد کہا تھا کہ حضرت آپ اگر چاہیں اس جیسا دوسرا دارالعلوم قائم فرماسکتے ہیں، اس ولی کامل کا جواب تھا کہ عمارت تو اعلی سے اعلی، عمدہ سے عمدہ بن سکتی ہے مگر وہ اکابرین کے مبارک قدم میں کہاں سے لاؤں گا، یہی وجہ ہے کہ آج بعض مدارس کی عمارتیں ظاہر میں دارالعلوم دیوبند سے بھی بڑی ہیں، مگر ان کو دارالعلوم سے کیا نسبت، دارالعلوم دیوبند کا اپنا ایک مقام ہے، ایک امتیاز ہے: ؂

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

یہاں کے سیاہ فام طلبہ مناسب استعداد کے حامل ہیں

ایسے ہی زامبیا کی سرزمین پر معہد الرشید الاسلامی کا اپنا ایک مقام ہے، امتیاز ہے "لایستوی منکم من أنفق من قبل الفتح وقاتل" ہرچند کہ یہ چپاٹا دنیوی طمطراق اور تمدنی شان وشکوہ سے تہی دامن ہے، مگر اس کا ذرہ ذرہ، چپہ چپہ، بوٹہ بوٹہ حق وصداقت کی تابانی اور علوم مولی کی درخشانی کا مظہر ہے، آج بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ معہد اب معہد نہیں بلکہ رشد وہدایت کا چمکتا آفتاب اور صراط مستقیم کا مظہر ہے، یہاں اکثر طلبہ سیاہ فام ہیں، جن کی اپنی ایک مادری زبان ہے، ان کو اردو عربی سے کیا واسطہ، مگر اللہ پاک کے اس ولی باصفا کی توجہ تو دیکھئے کہ یہی طلبہ اردو عربی زبان برجستہ بولتے ولکھتے ہیں، حافظ قرآن کریم ایسے کہ گویا یہ حجاز مقدس سے سند فراغت لیکر آرہے ہیں، مناسب استعداد کے حامل ہیں، یہ سب کیا ہے، یہ وہی کرامت ہے جو خدام دین اور اہل اللہ سے صادر ہوتی ہے:

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیری نگہبانی کرے

معہد اور اس کے مؤسس کے ذکر کے بغیر زامبیا کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی

زامبیا کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی جب تک مؤرخ معہد الرشید الاسلامی اور اس کے مؤسس وبانی کا تذکرہ نہ کرے، یہ کیا چیز ہے، وہ ہی رب ذوالجلال کا ارشاد ہے: "وأن لیس للإنسان إلا ما سعی وأن سعیه سوف یری ثم یجزاه الجزاء الأوفی" اور ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی خود اس نے کوشش کی ہے اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی اور پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، کئی

سال سے اس ولی خدا کی خدمت میں ماہ مقدس میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا، ہمیشہ ہی منیب الی اللہ پایا، کبھی زبان تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہے، کبھی ذکر خداوندی میں مصروف، کبھی نماز میں سربسجود، اکثر اپنے منتسبین و متعلقین واردین وصادرین کو تاکید فرماتے کہ رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرو اور فرماتے کہ حضرت شیخ کا یہی معمول تھا، متقی اور صاحب ورع ایسے کہ کبھی اپنے ادارہ میں ایک پائی بھی بمد زکوۃ استعمال نہ فرمائی، اپنے پاس ہر آنے والے کی ضرورت کا ہمیشہ خیال فرماتے، حسب گنجائش ان کی راحت وآرام کا انتظام فرماتے۔

آپ صاحب کشف وکرامت تھے

صاحب کشف وکرامت ایسے کہ ایک دفعہ یہ سیاہ کار اور مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کئی روز سے خدمت اقدس میں تھے، ایک صاحب سے قصبہ کی جامع مسجد میں بعد نماز عشاء ملاقات کا وقت طے تھا، پروگرام یہ بنا کہ یہاں فرض پڑھ کر تراویح جامع مسجد میں ادا کر کے ان صاحب سے ملاقات کرلیں گے، مگر اللہ کے نیک بندے جو فراست ایمانی سے دیکھ لیتے ہیں، عین نماز کے وقت فرمایا کہ تم دونوں میں سے آج تراویح کون پڑھائیں گے، یہ سعادت راقم السطور کے حصہ میں آئی، اس لئے جامع مسجد نہ جاسکے، امسال رمضان شریف میں بھی کئی یوم اکتساب فیض کا موقع ملا، احقر کا عمرہ کا پروگرام تھا تو حضرت نے ایک خطیر رقم احقر کو عنایت فرمائی کہ اس کو اپنے مصرف میں استعمال کرلینا، سبحان اللہ! کیا آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔

آپ کے لئے صدقہ جاریہ

اللہ کے پیارے رسول کا یہ ارشاد گرامی ہے:

"اذا مات الانسان انقطع عمله الامن ثلث، الامن صدقة جارية أو

علم ينتفع به أو ولد صالح يدعوله" آپ کا یہ لگایا ہوا گلشن جو آج برگ وبار لارہا ہے، یہ یقیناً بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے، جس سے ارحم الراحمین کے بے شمار بندے مستفیض ہوکر پوری دنیا میں اس کے فیض کو عام کررہے ہیں۔

آپ خود اللہ کے ولی تھے، جن کے علم سے ایک جہاں مستفیض ہورہا ہے، آپ نے اپنے پیچھے ایسی اولاد چھوڑی ہے جو آپ کے بتلائے ہوئے خطوط واصول پر امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہی ہے، ایسی پاکیزہ روایات کا امین مرکز بھی اس کا پیغام اور اس کی دعوت زندہ رہتی ہے، وہ اپنے شاگردان وتربیت یافتگاں اور متوسلین ومنتسبین اولاد واخلاف میں زندہ رہتا ہے، یقیناً ان کو ان کے رب کے یہاں وہ سب کچھ ملا ہوگا، جس کا اندازہ یہاں کے حواس نہیں کرسکتے:

"مالاعين رأت ولااذن سمعت ولاخطر على قلب لبشر" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے، ایسی نعمتیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان سے سنا، اور نہ کسی کے دل میں اس کا کھٹکا گزرا، یقیناً آج وہ اپنے بعد والوں سے کہہ رہے ہوں گے:

"ياليت قومي يعلمون ، بما غفرلي ربي وجعلني من المكرمين" یقیناً دین کے اس سچے مخلص خادم کی مساعی کو رب کریم ہرگز ضائع نہ فرمائے گا، اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے گا۔

جان کر منجملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

ایک عارف باللہ کے ساتھ بیتے ہوئے چند روز
تأثرات ومشاہدات

مولانا عبدالواجد ندوی ☆

عبقری شخصیت

وہ جسکی حکمرانی تھی براعظم افریقہ، اور بہت سے علماء، صلحاء، اتقیاء وابرار، سعداء وصالحین اور بہت سے اصحاب خیر پر، وہ جس پر مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بلالی قوم کے افراد ورجال ہمہ وقت اپنے آپ کو فدا کرنے والے تھے، اور آپؒ انکے امین وپاسباں اور انکے درد وغم کو ہلکا کرنے والے اور انکے مشکل امور میں ہاتھ بٹانے والے اور انکو اپنے گلے سے لگانے والے اور ان کو حیوانیت سے نکالنے اور صحیح انسانی قالب میں ڈھالنے والے، براعظم افریقہ میں دین وشریعت کتاب وسنت کا چراغ روشن کرنے والے تھے، وہ عبقری شخصیت حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ ہے، جن کے انتقال پرملال کے بارے میں عزیز محترم قاری فرید احمد (امام جامع مسجد لوسا کا زامبیا) نے ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بوقت صبح ۱۲ر بارہ بجے فون کیا، قاری صاحب نے سلام وکلام کے بعد فرمایا بہت بڑا حادثہ فاجعہ پیش آگیا ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا اس جہاں فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے، یہ سن کر پاؤں کے نیچے سے زمین سی کھسک گئی، عجیب وغریب سا سکتہ طاری ہوگیا اور بندہ کی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ جاری ہوئے، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو

☆ استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور

گئے، اہلیہ کہنے لگی کہ کیا ہوا؟ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے جواباً کہا کہ حضرتؒ اللہ پاک کی آغوش میں تشریف لے گئے، وہ بھی بہت افسوس کرنے لگی، چنانچہ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد راقم الحروف نے جامعہ کی مسجد میں کھڑے ہوکر حضرتؒ کے بارے میں انتہائی افسوس کے ساتھ اعلان کیا، اسکے بعد تمام اساتذہ وطلبہ ایصال ثواب میں مشغول ہوگئے، حضرت استاذ محترم مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت بر کاتہم سفر پر تھے جب واپس ہوئے تو ان کو یہ غمگین خبر سنائی تو بہت افسوس کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ ایصال ثواب کرایا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں! حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مسجد میں ایک مرتبہ اور اعلان کراؤ کہ حضرت کا انتقال ہوگیا ہے اور تمام اساتذہ وطلبہ کو ایصال ثواب کرنے کا حکم دو، چنانچہ دوبارہ پھر گذشتہ کی طرح ایصال ثواب کے لئے مجلس منعقد ہوئی، بحمد اللہ حتی الآن ایصال ثواب جاری ہے اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ تادیر جاری وساری رہے گا۔

ہر دور زمانہ میں ایسی عبقری شخصیات کچھ نہ کچھ ضرور ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ پاک اپنے دین کی نشر واشاعت، صیانت وحفاظت کا کام لیتے ہیں، نیز جن کا وجود اوصاف حمیدہ سے مزین اور عملی زندگی سے آراستہ وپیراستہ ہوتا ہے، جو دوسروں کیلئے اسوہ ونمونۂ عمل اور باعث رحمت وشفقت ہوتی ہیں۔

ایک عالم باعمل وتواضع وانکساری کے پیکر

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ انہیں چیدہ وچنیدہ نفوس میں سے ایک تھے، آپؒ ایک عالم باعمل، متقی، تواضع وانکساری کے پیکر، متحرک وفعال، ملنسار، خوش اخلاق، مہمان نواز، فرض شناس شخصیت کے حامل اور عالی ظرف انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی گوناگوں خصوصیات وصفات واعلیٰ درجہ کی انتظامی وعلمی

صلاحیتوں اور بہت سی امتیازی خصوصیات سے نوازا تھا، وہ سادگی میں نمونۂ اسلاف تھے، انہوں نے پڑھائی کے دور ہی سے نابغہ روزگار بزرگوں سے تعلق رکھا، ان کی تربیت اور فیض صحبت سے مستفیض ہوئے، ان کی سلیم الفطرت طبیعت نے اکابر کی خوبیوں کو اپنے دامن میں اچھی طرح سمیٹا اور جذب کیا تھا، آپؒ بڑے ہی باکمال، جبل علم وعمل، اعمال صالحہ سے آراستہ وپیراستہ، محنتی وجفاکش، مرد مجاہد، سنت نبوی سے بے حد پیار رکھنے والے افراد میں سے تھے، آپ صفاتِ حسنہ، اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ کریمانہ، مجاھدانہ طبیعت سے پوری طرح آراستہ وپیراستہ تھے۔

بعض اہم خصوصیات

آپؒ نہایت بااخلاق، ملنسار، متحمل اور ہمدردانہ مزاج رکھنے والے تھے، مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم (طلبہ) بڑوں، بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت وپیار کا برتاؤ اور خورد نوازی ان کا خاص وصف تھا، مہمان نوازی، علماء کرام کا احترام وتعظیم ان سے ملاقات واستفادہ وافادہ اور ان کے احوال کی خبر گیری رکھنا، اپنے متعلقین اور چھوٹوں کی پریشانیاں دور کرنا، آپ کے چند ایسے اوصاف ہیں جو دوسروں سے ان کو ممتاز کرتے ہیں، اپنے متعلقین کی موقع بموقع اعانت ان کی خاص عادت تھی جس کا اظہار ہوتا رہتا تھا، نیز قرآن کریم سے بڑا ہی والہانہ لگاؤ تھا۔

راقم الحروف نے ماہ رمضان المبارک میں آپکو دیکھا کہ آپ بعد نماز ظہر کافی لمبے وقت تک قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے، اسی طرح آپؒ اخیر عشرہ میں قیام اللیل فرماتے، اور اکثر اوقات کھڑے ہوکر قرآن کریم سنتے، باوجود اس کے کہ آپ ٹانگوں کے مریض تھے، عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وافر حصہ ملا تھا، بلند آواز سے ذکر کرنا اور اس میں پابندی برتنا آپ کا ہمیشہ کا معمول رہا۔

ایسی شخصیت ہر جگہ اور ہر وقت نہیں پیدا ہوتی

ایسی شخصیات نہ ہر جگہ پیدا ہوتی ہیں نہ ہر وقت دست یاب، جب اللہ تعالیٰ کسی علاقہ پر اپنی خصوصی رحمت کی بارش برساتے ہیں تب وہاں کی خاک سے ایک یا دو چند زندہ جاوید ہستیاں وجود میں آتی ہیں، وہ اپنے نام وکام سے ایک عالم کو مستفیض کر جاتی ہیں اور اپنے کردار وعمل کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دنیا کے کسی بھی خطے کو محروم نہ رکھا؛ لیکن کسی کسی علاقہ پر بارانِ رحمت لگتی ہے کہ جھوم کر برسی اور نہایت فیاضی کے ساتھ، چنانچہ اس علاقہ کا ذرہ ذرہ انوار وبرکات سے چمک اٹھتا ہے، انہی قابل خطوں میں سے ایک خطہ ''افریقہ'' زامبیا میں چپاٹا بھی ہے جو آپ کے شیخ ومرشد عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی قدم رنجائی وتشریف آوری اور آپ کی ثبات قدمی کے باعث بقعۂ انوار وبرکات بن گیا، کرسچن یہود ونصاریٰ بھی دیکھ کر حیران ہوجاتے ہیں کہ یہ کیسا شاندار اسلامی قلعہ ہے نیز وہاں کے لوگ بھی آپکی شخصیت سے کافی متاثر تھے۔

آپ کی ثبات قدمی

جب سے آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے افریقہ کے لئے روانہ فرمایا تھا، اسی وقت سے آپ وہاں دین وشریعت کی اشاعت میں ہمہ وقت مشغول ہوگئے تھے، اور اپنے شیخ کے حکم کی تکمیل کے لئے وقف ہوگئے تھے، ایک مرتبہ حضرت والاؒ میرے سامنے بیان فرمارہے تھے، کہ ایک مرتبہ میری طبیعت اکتا گئی اور دل میں یہ بات آئی کہ میں یہاں سے چلا جاؤں تو میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ حضرت میرا دل نہیں لگ رہا ہے، تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ عبدالرحیم گھبرا

نے کی ضرورت نہیں، میں کچھ دنوں کے بعد آ رہا ہوں، چنانچہ حضرت شیخؒ نے کچھ دنوں کے بعد سفر کا ارادہ فرمالیا، آپؒ کی تشریف آوری ہوئی، حضرت شیخؒ نے یہاں بڑی دعائیں فرمائیں اور مجھے خوب دلجمعی کے ساتھ کام کرنے کا حکم فرمایا، بس اسوقت سے تو میرا دل بالکل مطمئن ہو گیا تھا، تو میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اب تو یہیں پرہ کر کتاب وسنت کی اشاعت کرنی ہے، آپؒ نے اس صحرا اور بنجر علاقہ میں دین و شریعت کا ایک ایسا تناور ومثمر درخت لگایا جو (انشاء اللہ العزیز) تا قیامت ثمر دیتا رہے گا: ایسے باہمت، حوصلہ مند لوگوں کی ترجمانی شاعر کچھ اس طرح کرتا ہے:

میں اکیلا ہی چلے تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

بلالی قوم کے ساتھ ربط و تعلق

آپؒ بلالی قوم (سیاہ فامو) سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے، راقم الحروف سمجھتا ہے کہ ان سے یہ قلبی محبت کی وجہ صرف اور صرف صحابی جلیل حضرت بلال حبشیؓ سے والہانہ تعلق کی وجہ سے تھی، عینی مشاہدہ ہے کہ وہ حبشی بچے جو نہ زبان سے واقف لیکن وہ حضرت کے پاس ہر وقت رہتے تھے، حضرت والا ان سے بڑی زبردست محبت فرمایا کرتے تھے، انکے کھانے، لباس وغیرہ کا خاصا خیال فرمایا کرتے تھے، حضرتؒ کی خوش اخلاقی اور آپ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے انکے درمیان بڑے زبردست قراء، حفاظ، اور علماء پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

اخلاق حمیدہ

انسان کے اخلاق ہی انسان کو ارتقاء تک پہنچاتے ہیں، جس انسان کے اندر اخلاق ہوتے ہیں تو وہ آگے بڑھتے ہیں اور سب انکو اپنا تصور کرتے ہیں، اللہ پاک

اپنے مخصوص بندوں کو اس چیز سے مزین فرماتے ہیں، وہ اپنے کو بڑا تصور کرنے کی بجائے چھوٹا تصور کرتے ہیں اور مخلوق کے سامنے عمدہ اخلاق پیش کرتے ہیں، اس طرح سے وہ مراتب علیا پر فائز ومتمکن ہو جاتے ہیں اور مخلوق کا ایک بڑا طبقہ ان سے محبت وعقیدت رکھتا ہے، انکے چلے جانے سے غم کے اندر ڈوب جاتا ہے، آپ بھی بڑے اچھے خلیق، ملنسار، متحمل اور ہمدردانہ مزاج وعمدہ اخلاق کے مالک تھے، سب سے بڑے پیار ومحبت کے ساتھ ملتے تھے، پورے عملہ اور اسٹاف اور دیگر آنے جانے والوں کے ساتھ ایسے طریقہ سے ملتے تھے کہ ہر آدمی آپ کے اعلیٰ اخلاق سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا، اس سے اس کے حوال کوائف معلوم فرماتے وہ کیسا ہے؟ فلاں کیسا ہے؟ فلاں کی طبیعت کیسی ہے؟ ان باتوں سے ہر آدمی یہ تصور کرتا کہ شاید مجھ ہی سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں، براعظم افریقہ کے بہت سے خطوں سے بہت سے وفود (معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا) آتے تو ان سے ایسے ملاقات فرماتے کہ وہ سب کے سب متأثر ہو جاتے، جبکہ ملاقات کرنے والوں میں سے بعض افراد ایسے بھی ہوتے کہ وہ پہلی بار ہی ملاقات کرنے والے ہوتے، یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی نظر سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل طریقہ سے تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قرآن کریم نے "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" قرار دیا ہے، لہٰذا یہ صفت اللہ تعالیٰ اپنے نیک وبرگزیدہ بندوں کے اندر منتقل فرمادیتے ہیں۔

مہمانان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی شفقت و پیار کا برتاؤ

آپؒ مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (طلبہ) سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے، انکے ساتھ انتہائی شفقت، محبت و پیار کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے، افریقن طلبہ کو انکی

چاہت کے مطابق سہولیات فراہم کیا کرتے، یہی وجہ تھی کہ طلبہ کو آپؒ سے بڑی محبت کرتے دیکھا گیا ہے، جو طلبہ عزیز ماہ رمضان المبارک میں وہاں رہتے دیکھے گئے، انکی فدائیت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت آپکے پاس جمع رہتے اور آپ کے خاص (پرسنل) وقت کے علاوہ آپ کی خدمت میں لگے رہتے تھے: "فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء"۔

خدام دین کے ساتھ عمدہ برتاؤ

آپ جس طرح مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تعلق رکھا کرتے تھے، ویسے ہی آپ معہد الرشید الاسلامی کے پورے اسٹاف کے ساتھ بڑا والہانہ تعلق رکھا کرتے تھے، جہاں ان پر ادارہ کے قوانین وضوابط کے متعلق سختی فرمایا کرتے تھے وہیں آپ انکے ساتھ بہت نرم رویہ اختیار فرماتے تھے، مثلاً کسی جگہ سے کوئی وفد وغیرہ آتا مہمانان کرام تشریف لاتے، انکی دعوت وغیرہ کا پروگرام ہوتا تو آپ ادارہ کے خدام وغیرہ کو بھی مدعو فرمایا کرتے تھے، یہ آپکی انکے ساتھ سچی محبت وعقیدت کی دلیل تھی۔

مہمان نوازی اور خبر گیری

وہ لوگ جو بالکل اجنبی اور دور دراز سے قدم رنجائی فرماتے اور آپ سے آکر ملاقات کرتے تو آپ انکے رہنے سہنے، کھانے پینے کا مکمل خیال فرماتے۔

علماء کرام کا احترام اور انکی تعظیم

ویسے تو آپؒ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ سبھی لوگوں کا احترام فرمایا کرتے تھے؛ لیکن علماء کرام کا بطور خاص احترام واکرام فرمایا کرتے، خوب اچھے طریقہ سے ملاقات کیا کرتے، خندہ پیشانی سے ملتے، اور جو شخص جہاں سے آتا وہاں کے احوال

معلوم کرتے، بذات خود بھی دیکھ بھال رکھتے اور اپنے متعلقین کو بھی انکے بارے میں حکم فرماتے کہ انکا خوب خیال رکھو، مہمان خانہ میں اچھا انتظام کرنے کو فرماتے، اس سلسلہ میں خدام سے بار بار دریافت فرماتے کہ بھائی فلاں کا خیال کیا، فلاں کے لئے بستر کیا، کسی کو کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی، چنانچہ حضرت کے سامنے مکمل رپورٹ پیش ہوئی، تب حضرتؒ کو سکون ملتا اور یہ معمول ہر دن ہوتا، ہر دن معلوم کرتے، ماہ رمضان المبارک میں بہت سے علماء اور سفراء حضرات، حضرت سے ملاقات کی غرض سے تشریف لے جاتے تو حضرت والا اسقدر محبت وعقیدت کا اظہار فرماتے کہ جو قابل دید ہوتا، راقم الحروف ہر نماز کے بعد معلوم فرمایا کرتے کہ گنگوہ والا کہاں ہے؟ میں حاضر ہوتا تو فوراً معلوم فرماتے کہ تم کہاں رہتے ہو؟ بار بار ملا کرو'۔

اکابر کے ساتھ تعلق ومحبت

آپؒ اپنے اساتذہ واکابر کے ساتھ والہانہ تعلق رکھا کرتے، بارہا اکابر دیوبند کا ذکر جمیل فرماتے، جن میں بطور خاص اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ اور اپنے پیر بھائی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وغیرہ کا، حضرت شیخ سے غایت درجہ محبت فرماتے، اپنے متعلقین کے سامنے اپنے شیخ کے تجربات، مشاہدات، واقعات، برائے افادۂ عوام وخواص بیان فرماتے، اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے بارے میں فرماتے کہ ہمارے حضرت مفتی صاحب ایسے فرماتے، قاعدہ یہی ہے کہ جس کو جس سے درجہ محبت ہوتی وہ اس کا اتنا ہی تذکرہ کرتا، حقیقت ہے کہ اکابر کے تذکروں سے انکی سیرت وسوانح کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے بڑے فوائد ومنافع حاصل ہوتے ہیں، عبرتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، آئندہ بہت سے امور انجام دینے میں راہیں بھی کھلتی ہیں:

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحـــاً

حضرتؒ کی محبت ہمارے پورے گھرانے میں

آپ کی محبت ہمارے پورے گھرانے میں حد درجہ تھی، وجہ یہ تھی یہ کہ دونوں شخصیتیں (حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ، حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ بانی ومؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ) دونوں کے درمیان بڑی زبردست محبت وتعلق تھا کیونکہ یہ دونوں حضرات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی خدمت میں رہتے تھے، وہیں سے دونوں حضرات کے درمیان کافی محبت وعقیدت تھی، ایک مرتبہ راقم الحروف کی حضرت مرحوم نے اپنے گھر پر دعوت کی اور بھی دیگر معتکفین حضرات بھی تھے، جن میں محترم عمر بھائی (موٹو) بھی تھے، انہوں نے معلوم کیا کہ حضرت آپ ان کو (قاری شریف احمد صاحب کو) جانتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی وہ تو ہمارے مخلص دوست ہیں، چنانچہ کافی دیر تک اپنے دوست کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔

بعدعشاء صلوۃ وسلام کے وظیفہ کا معمول

آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عشق تھا، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی علامت آپؐ کی ذات پاک پر درود وسلام کا تحفہ پیش کرنا ہوتا ہے جو جتنا بڑا عاشق ہوتا ہے وہ اتنا ہی صلوۃ سلام کی کثرت رکھتا ہے، آپ بھی انہی عشاق میں سے ایک تھے، یہی حالت آپ کے دوست (حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ) کی تھی، راقم الحروف عینی شاہد ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی تیار کردہ ۱۰۰/سو صلوۃ وسلام کا مقبول وظیفہ ہر

دن کئی کئی بار پڑھا کرتے تھے، یہی وجہ ہوئی انتقال کے دوران آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ خواب میں رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا کہ شریف احمد اب تو ہمارے پاس آجاؤ، کسی کو کیا معلوم کہ اللہ پاک نے آپ کو کیا مقامات عطا فرمائے ہیں، یہ حضرات چونکہ حضرت شیخؒ کے اخص الخواص میں سے تھے، اور آپ کے یہاں درود پاک کی کثرت رہتی تھی تو ان حضرات کی بھی فطرت بن چکی تھی، معہد الرشید الاسلامی کی مسجد میں بعد نماز عشاء عمومی طور پر صلوۃ وسلام کا معمول تھا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَداً
عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

رمضان المبارک میں قیام اللیل

کثرت عبادت آپؒ کی عادت تھی، ماہ رمضان میں چال ڈھال کچھ نرالی سی ہوجا یا کرتی تھی، اخیر عشرہ سے قبل ۱۹/یا ۲۰/ میں اپنے مریدین، متعلقین، احباب سے اپنے اکابر کے طور طریق کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مشورہ فرماتے، بار بار اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے یہاں اپنے بیتے ہوئے ایام کا تذکرہ فرماتے، اور فرماتے کہ ہمارے حضرت کے یہاں بہت سے لوگ قیام اللیل فرماتے، چنانچہ مشورہ فرماکر رات ڈیڑھ یا دو بجے قیام اللیل شروع ہوتا اور سحری کے وقت تک تقریبا تین پارے ہوجاتے، حضرت کے ذوق وشوق کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر وبیشتر قرآن کریم کھڑے ہوکر سماعت فرماتے، واقعتاً اکابر کی باتیں کچھ نمایاں ہی ہوتی ہیں ”اللّٰھم ارزقنا اتباعھم واحشرنا معھم یو م القیامۃ“۔

انتظامی امور میں سخت اور ذاتی امور میں انتہائی نرم

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاری وساری ہے کہ وہ اپنے کچھ مخصوص بندوں کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرماتا ہے، تو ان کے خمیر میں سخت محنت، عمل، غیر معمولی صلاحیت، وقت کی قدر، نظم وضبط، انسانی خدمت کے جذبات، حوادثات سے لڑنے کی طاقت، غیر معمولی حالات سے لڑنے کی ہمت، غیروں کو اپنا بنانے کا ہنر، اپنوں کے جذبات کو سمجھنے کا فن، احباب کے ساتھ حسن سلوک، دشمنوں کو معاف کرنے کا حوصلہ، اعتراف ذنوب وقصور، مصائب ومشکلات میں چٹان کی طرح جمے رہنے اور اپنے اہداف تک پہنچنے کا جذبہ، ماتحتوں کے جذبات کی قدر کرنا، ان کی صلاحیتوں کو پہچاننا، ان سے کام لینا، اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، فتنہ پردازوں کی ریشہ دوانیوں کو سمجھنا ان سے نمٹنا اور اپنے کام کو جاری رکھنا، صبر ومروت واحسان اور اللہ کے دین کی خدمت کے لئے خود کو مٹا دینا، یہ اعلیٰ صفات اللہ تعالیٰ ایسے بندوں میں پیدا فرما دیتا ہے جن سے وہ غیر معمولی کام لینا چاہتا ہے۔

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

اللہ پاک نے آپ کو جہاں علوم ومعارف سے نوازا تھا وہیں اللہ پاک نے آپ کو انتظامی امور کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، آپ کی انتظامی صلاحیت کا اندازہ (معہد الرشید الاسلامی) سے بحسن وخوبی لگایا جا سکتا ہے، انتظامی امور کا جہاں تک تعلق ہے تو اسمیں وہ اپنے اور پرایوں کو ایک نظر سے دیکھا کرتے تھے، اور کڑی نگاہ رکھا کرتے، یہاں تک کہ چاہے انکی اولاد ہی کیوں نہ ہوتی، انکو بھی سخت طریقہ سے ڈانٹتے، اسی کے ساتھ ساتھ جہاں انکے پرسنل امور کا مسئلہ ہوتا تو اسمیں وہ بہت ہی

نرم دل ثابت ہوتے اور ہر ایک سے ملنساری غمخواری کے ساتھ ملتے جلتے، ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت فرماتے ہیں۔

رمضان المبارک میں کثرت تلاوت اور افطار

عینی مشاہدہ کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ حضرتؒ ماہ رمضان المبارک میں قرآن کریم کی بہت زیادہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، بعد نماز ظہر پہلے ذکر اللہ فرماتے اور پھر کافی دیر تک تلاوت فرماتے، پھر تھوڑے آرام کیلئے گھر پر تشریف لا جاتے کیونکہ دولت کدہ بالکل قریب ہی تھا، پھر عصر میں تشریف لاتے اور مغرب تک تلاوت فرماتے، اسکے بعد افطار کا وقت جب قریب ہوجاتا دسترخوان لگایا جاتا سب لوگ جمع ہوتے، خاص بات یہ تھی کہ جن لوگوں کی آمد کی اطلاع حضرت کو ہوتی تو انکے غائب ہونے کے وقت (مثلاً وہ کسی حاجت کے لئے چلے گئے اور اسوقت نظر نہ آتے) تو انکے بارے میں فوراً معلوم فرماتے کہ فلاں کہاں ہے؟ فلاں صاحب کہاں ہیں؟ آہ! آہ! آہ! اللہ کے دیوانوں کی باتیں کچھ عجیب ہی ہوتی ہیں! حکمتوں سے لبریز، مصلحتوں سے پر، اور محبتوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں، جب افطار کا وقت ہوجاتا تو افطار کرنا شروع فرماتے، چنانچہ افطار کرنے کے دوران سب کا از خود خیال فرماتے اپنے ہاتھ سے دوسروں کو چیزیں اٹھا اٹھا کر دیتے، کبھی ایسے فرماتے کہ ارے بھائی کھاؤ، مولوی عبد الواجد کھاؤ بھائی، یہ محبت بھرے الفاظ آپ کے اخلاق کریمانہ صفات حمیدہ حسنہ پر دلالت کرتے ہیں، نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ۔

اخیر عشرہ کا اعتکاف اور لوگوں کی دنیا بھر سے آمد

آپؒ ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے، جس میں آپ کے مریدین، متعلقین احباب دنیا بھر سے شرکت فرماتے، اور خوب عبادت میں مشغول

رہتے ،کوئی ذکر اللہ کرتا رہتا ،کوئی تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتا ،غرضیکہ وہ علاقہ ہمہ وقت قبہ انوار وبرکات بنا رہتا ،عبادت خانہ میں ایک مرتبہ قرآن کریم پورا ہوا،تو حضرت وہاں دعا کرانے کے لئے تشریف لے گئے ،دعا کے بعد حضرتؒ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ جب حضرت شیخ تشریف لا چکے تھے کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے بزرگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق و دیوانے حضرت غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ کا گذر ہوا تو حضرت یہاں قدم رنجا ہوئے ،اور اسی جگہ جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب میں یہاں سے عرش تک انوار وبرکات کا ایک قبہ دیکھ رہا ہوں ،اسکی کیا وجہ ہے؟ تو میں نے بتایا کہ حضرت یہاں پر یہ افریقن طلبہ قرآن کریم حفظ کرتے ہیں ،تو حضرت نے فرمایا کہ یہ اسی کی برکت ہے کہ جو میں دیکھ رہا ہوں ،چنانچہ مزید حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ نے دعائیں فرمائیں ۔

آپ کا زندہ جاوید کارنامہ

آپکا زندہ جاوید کارنامہ معہد الرشید الاسلامی کی شکل میں پورے عالم کے سامنے موجود ہے،جس کی بناء کے وقت ہی سے آپنے بڑی زبردست جدوجہد فرمائی ہے، اور بام عروج تک پہنچا کر اور پورے علاقہ کو روشن ومنور کر کے ہی چین لی ،مارکیٹ میں دکان کھولکر ترقی کر لینا یہ کوئی کمال کی بات نہیں ،کمال کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ بالکل صحرا کو آبادکاری سے تبدیل کردے ،چنانچہ معہد الرشید الاسلامی کی بنیاد آپ نے اسی طرح کے لق ودق میدان میں رکھی جہاں حیوانات ،شیر ،چیتے ہی رہا کرتے تھے ، آج ماشاء اللہ اسکی برکت سے وہاں ایک پورا شہر بن گیا ہے ،جہاں پر کئی مساجد مدارس ومکاتب بن گئے ہیں ،اور وہاں اللہ پاک کا نام روشن ومنور ہو رہا ہے ،اور

انشاء اللہ العزیز تا قیامت وہاں علوم ومعارف ،انوار وہدایات کے چشمے جاری ہوتے رہیں گے ،اسی طرح آپ نے ’’سراج القاری لحل صحیح البخاری‘‘ پر جو اپنے شیخ کی محبت میں بڑا اہم مفصل کام شروع فرمایا تھا ،اس نے چند ہی دنوں میں بین العلماء والطلباء کافی شہرت ومقبولیت حاصل کرلی تھی ،نیز کافی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی ہے ،یہ کارنامہ بھی آپکا بڑا عمدہ کارنامہ ہے ،اللہ پاک اپنی بارگاہ میں بے حساب قبول فرمائے ۔

نماز میں خشوع وخضوع اور اعتدال پسندی

آپ نماز میں اعتدال کو پسند فرماتے تھے ،نہ بہت طویل اور نہ بہت مختصر ،البتہ میلان اختصار کی طرف رہتا تھا ،بکثرت دیکھنے کو ملا کہ اگر کبھی مفتی اظہر الحق قاسمی رشیدی زید مجدہ نماز طویل کردیتے تو حضرت انکو بعد میں کافی تاکید فرماتے کہ بھائی نماز بہت لمبی نہیں پڑھایا کرتے ،جہاں تک اس حقیر ناچیز کی رسائی کا تعلق ہے تو وہ یہ کہ آپ کو احادیث شریفہ کا استحضار بہت زیادہ تھا ،اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کا ارشاد عالی ہے کہ ایک بار حضرت معاذ بن جبلؓ نماز پڑھا رہے تھے نماز میں طوالت ہوگئی تھی تو ایک صحابیؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کردی ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرمایا: أفتان انت ؟ کیا تم لوگوں کو خرابی میں ڈالنا چاہتے ہو؟ گویا اس حدیث پاک پر مکمل عمل تھا ،اسلاف واکابر کی یہی باتیں ہوا کرتی ہیں ،کہ وہ بظاہر دنیا والوں کے سامنے رہتے بھی ہیں ،کھاتے بھی ہیں ،پیتے بھی ہیں ،سوتے بھی ہیں ،جاگتے بھی ہیں ،چلتے بھی ہیں ،سبھی کچھ کرتے ہیں لیکن ان کو ایک پل کے لئے بھی شریعت وسنت سے غفلت نہیں ہوتی ،ایسا لگتا ہے کہ وہ حضرات شریعت مطہرہ کو بالکل اوڑھنا بچھونا بنا چکے تھے ،یہی وجہ ہے کہ انکے سامنے کوئی چیز

مانع نہیں ہوا کرتی، اللہ انکے لئے تمام پیچیدہ معاملات کو آسان وسہل بنا دیتے ہیں۔

قرآن کریم کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ اگر امام سے ذرا سی چوک ہوگئی تو فورا اس کو لقمہ دیتے اور اگر امام اسوقت لقمہ نہ لے سکا تو سلام پھرنے کے معاً بعد اسکو آگاہ فرماتے، یہ صرف نماز میں خشوع وخضوع کی بات تھی، نہیں تو آج کل ہماری حالت بڑی خستہ ہے کہ نماز میں معلوم نہیں کہاں؟ کہاں؟ اور کس کس چیز کا خیال آتا ہے۔

اولاد کی تربیت اوران کو قابل بنانا

آپؒ کی پوری زندگی جہاں شریعت وسنت سے ہم آہنگ تھی، وہیں ایک اہم ترین چیز وہ اولاد کی تربیت بھی تھی، انکو آداب شریعت وغیرہ سے ہمکنار کرنا بھی ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے اپنی اولاد کو بہت ہی اچھی تربیت کی ہے، انکو آداب شریعت وسنت سے آراستہ وپیراستہ فرمایا ہے، بعض علماء نے تو اولاد کی تربیت کے بارے میں کتابیں لکھ ڈالی ہیں: آپؒ نے اپنی اولاد کی ایسی عمدہ تربیت فرمائی کہ اسکا تعلق ان سے ملاقات کرنے سے ہے، تب پتہ چلتا ہے کہ اللہ پاک نے انکو کیسی صلاحیت اور کیسی استعداد عطا فرمائی ہے، حضرت مولانا مرحوم کے تمام ہی فرزندان وصاحبزادگان کی طبیعت بڑی سادہ اور عمدہ ہے، تربیت اتنی عمدہ ہوئی ہے کہ ہر آنے والے سے انتہائی خندہ پیشانی ملتے ہیں، نیز اگر کسی اجنبی آدمی سے بھی ملاقات کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ بہت پہلے سے ملاقات ہے، اسکو اجنبیت کا احساس تک نہیں ہونے دیتے، یہ بھی بڑی سعادت مندی کی بات ہوتی ہے کہ انسان کے چلے جانے کے بعد اس کے لئے اسکی نیک صالح اولاد ہو اور وہ اسکے لئے دعائے مغفرت کرے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ" حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان کو موت آجاتی ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (کہ مرنے کے بعد بھی ان کے اجر کا سلسلہ جاری رہتا ہے) صدقۂ جاریہ یا ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو باپ کے حق میں دعا کرے۔

شیخ محمد صادق زیدمجدہ سے کینیڈا میں حضرتؒ کی ملاقات

حضرت شیخ محمد صادق صاحب بولٹن برطانیہ والے، جو بڑے اوصاف وکمالات کے حامل اور بہت سے اکابر اولیاء اللہ سے بہت کچھ حاصل کئے ہوئے ہیں، بڑے اونچے اخلاق کے مالک، ملنسار، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب متالاؒ کی کینیڈا کی راجدھانی ٹورنٹو کی جس مسجد میں حضرتؒ کی خانقاہ چلتی تھی، وہاں ملاقات ہوئی، چنانچہ حضرتؒ نے فرمایا کہ شیخ محمد صادق صاحب کچھ بیان فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ حضرت میں کیا بیان کروں؟ بالآخر میں نے اپنے شیخ مولانا محمد اسماعیل بیابانی کے بارے میں اور آپ کے شیخ ومرشد، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے بارے میں بیان کیا، قابل غور بات یہ کہ بیان کے دوران مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور مجھ سے بیان کرنا مشکل ہو گیا، چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ نے مجھ پر ایسی توجہ فرمائی کہ میرے وجد کی کیفیت جو بہت زیادہ اور بہت عرصہ سے بڑھی ہوئی تھی، جاتی رہی اور مجھے بڑا سکون اور راحت حاصل ہوئی، یہ حضرت کی روحانی قوت کی دلیل تھی۔

آخری ملاقات

امسال ۱۴۳۳ھ کے ماہ رمضان المبارک میں حضرت کے پاس حاضری ہوئی تو حضرت نے بڑی زبردست محبت کا اظہار فرمایا: بار بار یاد فرماتے، جب ہندوستان آنے کا ارادہ ہوا تو فرمایا کہ آپ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہو کہ ہمارے لئے ٹائم نہیں نکالتے کہ کچھ باتیں کریں، بس ہمیشہ جلدی کرتے رہتے ہو، پھر بھی حضرتؒ نے تھوڑے سے وقت میں اپنی بڑی زبردست محبت کے جام پلائے اور قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی وامام ربانی عالم حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی سرزمین سے تعلق کی بنا پر بے پناہ محبت فرمایا کرتے تھے، بار بار فرماتے کہ وہ گنگوہ والا کہاں ہے؟ یہ آپ کے اونچے اخلاق کی بات تھی، کہ اپنے اسلاف اکابر کی بستی سے آنے والے کا اسقدر خیال وقدر فرماتے، الغرض جس دن میں نے انڈیا آنے کا اظہار کیا تو حضرت نے بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ تم بہت جلدی جا رہے ہو! میں عرض کیا کہ حضرت میری اہلیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، مجھے جا کر اسکو ڈاکٹر کو دکھانا ہے (بچے کی ولادت کا کچھ مسئلہ ہے) حضرت نے فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد ملاقات کرنا، عشاء کے بعد ملاقات ہوئی کافی دیر تک ملاقات رہی (یہ کیا پتہ تھا کہ اس اللہ کے ولی، نمونۂ اسلاف واکابر وعارف باللہ عاشق رسول ﷺ سے آخری ملاقات ہو رہی ہے اور اب اسکے بعد حشر ہی میں ملاقات ہوگی!!! پھر فرمایا کہ فجر میں ملاقات کر کے جانا، چنانچہ بعد نماز فجر میں نے حضرت سے ملاقات کی تو حضرتؒ نے بڑے پرتپاک انداز سے ملاقات فرمائی اور پھر یہی فرمایا کہ آپنے بہت جلدی کی ہے، ایک صاحب (بھائی مصدق سے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا وہ کیا، تو انھوں نے کہا کہ جی حضرت فرمایا کہ انکو دیدو) پھر فرمایا کہ مجھے ادارہ کے لئے کچھ اور کرنا

110

تھا اور فرمایا کہ جب آئندہ سال آؤ تو ہمارے لئے ٹائم نکال کر آنا، میں نے کہا جی حضرت ان شاء اللہ العزیز ایسا ہی کروں گا، حضرت سے معانقہ ہوا اور راقم الحروف وہاں سے اپنے پاؤں کو ململاتے رخصت ہو گیا؛ لیکن حضرتؒ کے وہ پیار بھرے جملے چیپاٹا سے لوساکا تک ہی نہیں بلکہ ہندوستان آنے تک کافی متاثر کرتے رہے۔

آخری گفتگو

انتقال سے ٹھیک دس روز قبل ہمارے ادارہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں محترم مولانا محمد یعقوب صاحب (پنجابی) کی آمد ہوئی بندہ کو انکے ساتھ کافی لمبا سفر کرنے کا موقع ہوا تو اسی دوران حضرتؒ کے بارے میں گفتگو جاری ہوگئی کافی لمبے ٹائم تک حضرتؒ کے اوصاف وکمالات، اخلاق حسنہ کے تعلق سے بات چیت چلتی رہی۔

ادھر کچھ دنوں قبل مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی زید مجدہ رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد سہارنپور کا فون آیا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا دامت برکاتہم سے فون پر بات ہوئی تھی تو حضرتؒ کافی شکایت فرما رہے تھے کہ عبدالواجد تو ہندوستان جا کر اتنا مشغول ہو جاتا ہے کہ ہم اسکی آواز سے بھی ترس جاتے ہیں اور اس کو کہو کہ ایسی بھی کیا بے رخی کہ سلام تک نہ پہنچے، تو مجھے تنبہ ہوا کہ واقعتاً یہ میری جانب سے بڑی گستاخی کی بات ہے، چلو حضرت کو فون کر لیتا ہوں، میں نے فون ملایا حضرت سے بات چیت شروع ہوگئی سلام کلام کے بعد حضرت نے وہی بات کہی کہ کبھی بات بھی نہیں کرتے ہو، مجھے بڑا افسوس ہوا میں نے کہا کہ حضرت آئندہ ایسا نہیں کروں گا، آئندہ مسلسل فون کیا کروں گا، اسکے بعد پھر فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ تمہاری اہلیہ کے یہاں کیا ہوا ہے؟ میں کہا کہ حضرت لڑکا ہوا ہے تو حضرت نے

ہنس کر فرمایا کہ پھر ہماری مٹھائی کہاں ہے؟ ہماری مٹھائی بھیجو، میں نے کہا کہ حضرت ان شاء اللہ العزیز جلدی بذریعہ ڈاک ارسال کروں گا! وائے محرومی!!! کہ میں حضرت کے پاس مٹھائی نہیں بھیج سکا اور ادھر حضرتؒ اللہ کو پیارے ہوگئے، یہ گفتگو تقریبا پچیس منٹ تک جاری رہی اور اپنی مایۂ ناز کتاب سراج القاری لحل صحیح البخاری کے بارے میں کچھ تبادلۂ خیال فرماتے رہے، محترم مولانا محمد یعقوب (پنجابی) کہنے لگے کہ بھائی تمہیں حضرت کتنا چاہتے ہیں، مزید کہنے لگے کہ آج تک میں کسی کو اتنے کھل کر گفتگو کرتے نہیں دیکھا، کیوں کہ وہ بارہا افریقہ کے سفر پر رہتے ہیں اور انکی حضرتؒ سے کافی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔

حضرت ایک عاشق صفت انسان تھے

ایسا لگتا ہے کہ آں مرحوم نے اپنی مکمل حیات مستعار دین متین کی خدمات جلیلہ کر کے جس مقصد یعنی رضائے الٰہی کو مخفی رکھا تھا، ان شاء اللہ العزیز اس میں بھی وہ پوری طرح کامیاب رہے ہوں گے، اور اس کا اجر انہیں اللہ تعالیٰ اپنے تقرب کی شکل میں ضرور عطا کریں گے، یقینی طور پر ایسے ہی افراد جب اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کرتے ہیں تو وہ دنیا سے اس حالت میں لوٹتے ہیں کہ وہ ہر طریقہ سے مطمئن ہوتے ہیں اور وہ قرآنی آیات "یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی دجنتی" کا مصداق ہوتے ہیں، مرحوم نے زندگی کی بہاروں کا مشاہدہ کیا، اس میں انہوں نے زندگی کے نشیب وفراز کا جتنے قریب سے مشاہدہ کیا ہوگا اس نے انہیں ایک ماہر تجربہ کار، نفسیات شناس، انسان بنا دیا ہوگا، لیکن اپنی کسر نفسی، منکسر المزاجی، عاجزی وانکساری جیسے بڑے اوصاف کے باعث انہوں نے نہ تو کبھی کسی پر اپنے فضل وتقویٰ کا رعب جھاڑا اور نہ

ہی علم وعمل کا غلغلہ بلند کیا، وہ خاموشی وسنجیدگی کے ساتھ تقویٰ وورع کے ان مراحل کو طے کرنے میں مصروف رہے، جو ایک عاشق صفت انسان کے لئے ضروری ہوتے ہیں، مرحوم کی زندگی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احکام الٰہی کے دلدادہ اور ان کو پھیلانے کے لئے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اوامر ونواہی پر نہ صرف خود کاربند رہے بلکہ اپنے متوسلین، مسترشدین، معتقدین، مریدین، تلامذہ وشاگردوں اور علاقہ کے عوام وخواص کو بھی ان پر چلتے رہنے کی تبلیغ کرتے رہے، اگر یہ کہا جائے کہ انہیں قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور اس پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کو عمل کی ترغیب کرتے رہنا ان کا دن رات کا اوڑھنا بچھونا تھا تو بالکل بجا ہوگا۔

حشر تک تربت پر تیری
نور کی بارش برسے چھم چھم

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کی زندگی بھی خوشگوار اور موت بھی قابل رشک

مولانا محمد ساجد ندوی☆

آپ کا نام آب زر سے لکھا جائے گا

کوئی آتا کوئی جاتا یہ طریقہ کیا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ تماشا کیا ہے
آنے والے تو چلے جاتے ہیں لیکن
جانے والا نہیں آتا یہ فسانہ کیا ہے

روزانہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آئے دن کتنے لوگ لقمہ اجل بنتے ہیں اور ہنستے کھیلتے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں، اور یک لخت اس طرح اس دنیا کے منظر نامے سے ان کے نام ونشان مٹ جاتے ہیں کہ ان کا ذکر تو کجا نام تک لینے والا کوئی نہیں ملتا، وہ تاریخ کا ایک گم شدہ ورق بن جاتے ہیں، ہاں ان جانے والوں میں اللہ کے کچھ ایسے برگزیدہ و پاک طینت بندے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن اپنے پیچھے اپنی یادوں اور اعمال حسنہ کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ چھوڑ جاتے ہیں، جو انہیں پس مرگ بھی زندہ رکھتے ہیں اور انہیں تاریخ میں حیات جاوداں حاصل ہوتی ہے، دین وشریعت اور قوم وملت کے تئیں انجام دی جانے والی ان کی مساعی جمیلہ اور ان کے جلیل القدر علمی ودعوتی اور اصلاحی وفکری کارہائے نمایاں

☆استاد مرکز الامام رحمت اللہ کیرانوی، محمد پور کیرانہ

لوگوں کے دلوں پر ایسے روشن وتابناک اور پائیدار نقوش ثبت کر جاتے ہیں جن کا فراموش کرنا ناممکن ہوتا ہے، دعوت وعزیمت اور فکر وعمل کی تاریخ جب بھی مرتب کی جاتی ہے ایسے لوگوں کو صفحہ اول پر جگہ دی جاتی ہے، اور سنہرے حروف میں ان کا نام لکھا جاتا ہے، ایسے ہی خاصان خدا اور مقبولین بارگاہ خداوندی میں شمار حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کا نام نامی بھی شامل ہے، جن کو ہماری اسلامی تاریخ میں بلند مقام ومرتبہ حاصل ہے اور جب بھی اصلاح ودعوت اور جہد وعمل کی تاریخ مرتب کی جائے گی، آپ کا نام آب زر سے لکھا جائے گا۔

مولانا عبدالرحیم ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے

حضرت مولانا متالا صاحب اصلاً ہندوستان کی مردم خیز ورجال ساز ریاست ''گجرات'' کے ایک گاؤں ورٹھی کے رہنے والے تھے، وہیں ایک زمیندار گھرانہ میں آپ کی پیدائش ہوئی اور خاندانی روایات کے مطابق پرورش ونشو ونما پائی اور ابتدائی وبنیادی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کرکے ثانوی واعلی تعلیم کے لئے مدرسہ حسینیہ راندیر میں داخل ہوئے اور اس وقت کے جید اور ماہر فن اساتذہ سے کسب فیض کرکے فراغت حاصل کی اور اپنے معاصرین واقران میں نمایاں مقام اور امتیاز حاصل کیا، خاندانی شرافت ونجابت اور فطری صلاح وتقوی نے بہت جلد حضرت مولانا متالا کو علماء ومشائخ اور صوفیاء واتقیاء کا محبوب نظر بنادیا، چنانچہ حدیث شریف میں خصوصی استفادہ کے لئے اس وقت کے مرکز علم وفن مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے اور برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے درس میں شریک ہوئے، ایک سے زائد بار حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے بخاری شریف مکمل پڑھی اور تزکیہ نفس واصلاح باطن کے لئے بھی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

سے تعلق قائم کیا اور سخت محنت وریاضت کی وجہ سے بہت جلد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا اعتماد حاصل کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

مولانا کی حدیث شریف سے عشق ووارفتگی

حضرت مولانا متالا رحمہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی صحبت ورفاقت سے خوب فائدہ اٹھایا، علمی اعتبار سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا تفوق وامتیاز مسلم اور اظہر من الشّمس ہے، اس ناحیہ سے بھی حضرت مولانا متالا نے اعتماد حاصل کیا، اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی مکمل درسی تقریر قلمبند فرمائی، جس سے مولانا متالا کی علم دوستی اور حدیث شریف سے خصوصی تعلق اور بے پناہ عقیدت ومحبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت سے والہانہ عشق ووارفتگی کا پتہ چلتا ہے، الحمدللہ اس تقریر کی پانچ ضخیم جلدیں کتابت وطباعت سے آراستہ اور تحقیق وتعلیق سے مزین ہوکر حضرت مولانا متالا کی زندگی ہی میں منظر عام پر آ گئی تھیں، اور اس تعلق سے وہ کس قدر پرجوش اور پرمسرت تھے یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، اپنی زندگی کے آخری لمحات وہ اس مبارک کام میں صرف کر رہے تھے، اور بہت ہی فکرمندی اور غیر معمولی محنت وتوجہ سے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ ان کی زندگی ہی میں مکمل بخاری کی یہ بے نظیر درسی تقریر مطبوع شکل میں آ جائے لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا، اس سلسلہ کی پانچویں جلد کو شائع ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ خود جامع افادات اور مرتب کتاب کا وقت موعود آ پہنچا اور یوں تعلیمات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ اور اشاعت کے لئے کوشاں یہ رسول خدا کا دیوانہ اور ملت اسلامیہ کا یہ فرزانہ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کی صبح نماز فجر اور اپنے اوراد ووظائف اور تلاوت قرآن کریم وغیرہ سے فارغ ہوکر اس دار فانی سے کوچ کر گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون، زندگی بھی خوشگوار گزری اور موت بھی قابل رشک پائی۔

حضرت مولانا سے تعارف وملاقات

راقم الحروف کو حضرت مولانا متالا کی زیارت اور ملاقات کا شرف پہلی بار اس وقت حاصل ہوا، جب آپ ۲۰۱۱ء کے وسط مئی میں انڈیا تشریف لائے تھے، اور برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کی خانقاہ ''کچے گھر'' سہارنپور میں قیام پذیر تھے، حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین ومتوسلین اور عقیدت مندوں ونیازمندوں کا تانتا لگا ہوا تھا اور قرب وجوار کے دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ اور علماء وصلحاء اور عوام وخواص کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا، راقم الحروف بھی برادر معظم جناب مولانا عابد حسین ندوی کی معیت میں حاضر خدمت ہوا، زیارت وملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، مولانا عابد حسین صاحب نے تعارف کرایا، سابقہ تعارف اور تعلق کی بنا پر فوراً متوجہ ہوئے اور نہایت ہی خندہ پیشانی اور بشاشت وخوش دلی سے ملے، گفتگو ہوئی اور چند ہی لمحوں میں اپنی اداؤں وخوش ذوقی اور خوش اخلاقی سے اپنا اسیر بنالیا، اب تک جس شخصیت سے نیازمندانہ غائبانہ تعارف تھا، آج پہلی مرتبہ بالمشافہ ملاقات کر کے خود پر فخر محسوس کر رہا تھا، اگرچہ اس سے پہلے بھی متعدد بار فون پر گفتگو ہوئی تھی اور ان کی محبت وشفقت کا حظ وافر پایا تھا، اور برادر معظم مولانا عابد صاحب نے بھی بہت کچھ ان کے بارے میں بتا رکھا تھا، اور دیگر لوگوں سے سن رکھا تھا، آج ان تمام باتوں کی تصدیق ہو رہی تھی، حضرت مولانا متالا کی شخصیت چونکہ ایک علم دوست اور علم نواز شخصیت تھی اور علمی لوگوں سے کافی محبت تھی، اس لئے جب بھی گفتگو ہوتی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ضرور تذکرہ کرتے اور اس جذب وشوق میں طویل طویل گفتگو فرماتے کہ وقت اور فون کے خرچ کی بھی پرواہ نہ کرتے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی تقاریر اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے بیانات اور علمی آرا پر خوب بحث

ومباحثہ کرتے اور کلمات تحسین سے نوازتے، ایک مرتبہ حضرت مولانا متالا کو ہمارے بھائی مولانا عابد حسین کے توسط سے ہم طلبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک ثقافتی اور الوداعیہ پروگرام کی کیسٹ مل گئی، طلبہ کے عربی وارد و منظوم کلام کو سنا اور بار بار سنا اور خوب دعاؤں اور حوصلہ افزاء کلمات سے نوازا اور فرمایا ماشاء اللہ اس دور قحط الرجال اور علمی اعتبار سے زوال پذیر عہد میں ندوۃ العلماء علم کی لاج رکھے ہوئے ہے، ہمارے رفیق درس سید احمد سالک برماور بھٹکلی نے حضرت مولانا علی میاں ندوی کی یاد میں ایک بہترین مرثیہ کہا تھا اور خود ہی اس کو پڑھا بھی تھا، حضرت مولانا متالا نے اس کو بھی سنا اور خوب لطف اٹھایا، بار بار مرثیہ گو کو یاد کرتے اور داد تحسین دیتے، راقم الحروف سے جب بھی گفتگو ہوتی، ہمیشہ بلبل ندوہ کہہ کر مخاطب ہوتے اور حضرت مولانا علی میاں ندوی کے حوالہ سے اور ندوۃ العلماء کی مناسبت سے خوب گفتگو فرماتے۔

وہاں تمہارا قاعدہ پڑھانا بخاری سے کم نہیں

راقم الحروف نے جہاں تک محسوس کیا حضرت مولانا متالا کو اللہ تعالی نے گوناگوں خصوصیات سے نوازا تھا، اور آپ نہایت ہی بلند اور اعلی اخلاق عادات کے حامل تھے، یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے خلفاء اور مسترشدین میں آپ کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا، آپ نے اپنی دعوت واصلاح اور جہد وعمل کا میدان ایسے علاقہ کو بنایا تھا جو ہر اعتبار سے پسماندہ تھا اور سخت محنت وریاضت کا طالب، حضرت شیخ کی توجہ اور ہدایت کے مطابق آپ نے خطہ افریقہ کے دور افتادہ علاقہ میں سکونت اختیار کی اور اپنی علمی ودعوتی سرگرمیوں کا آغاز کیا، آپ نے ''معہد الرشید الاسلامی'' کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا، اور تادم واپسیں قرآن وحدیث کی خدمت میں مصروف رہے، نورانی قاعدہ سے لیکر آپ نے بخاری

شریف تک کے اسباق پڑھائے اور بلالی وحبشی قوم کے درمیان رہ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یاد تازہ کردی، افریقہ کے قیام کے دوران شروع میں آپ کو کافی دقتوں کا سامنا ہوا، اور اپنے شیخ حضرت مولانا زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کو تمام حالات لکھے، حضرت شیخ الحدیث نے تسلی دی اور استقامت کے لئے دعائیں کیں اور فرمایا عبد الرحیم وہاں رہ کر تمہارا قاعدہ پڑھانا بخاری شریف سے کم نہیں، اس بات سے حضرت مولانا متالا رحمۃ اللہ علیہ کو کافی تقویت ملی اور ہمہ تن متوجہ ہو کر تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد میں لگے رہے، بالآخر وہیں پیوند خاک ہوئے۔

مولانا بہت زیادہ متواضع اور کم گو تھے

حضرت مولانا متالا بہت زیادہ متواضع اور کم گو واقع ہوئے تھے، اکثر وبیشتر تلاوت قرآن اور ذکر واذکار میں مشغول رہتے تھے، اہل تعلق کا بیان ہے کہ روزانہ پندرہ پاروں کی تلاوت کا معمول تھا جو آخری وقت تک رہا اور اگر کبھی کوئی مجلس ہوتی تو اس میں بھی اکثر بزرگان دین اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی باتیں زیادہ ہوا کرتی تھیں۔

آج تین عاشقوں کا معشوق آرہا ہے

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی طرح روز وشب کے معمولات کی پابندی اور وقت کی پابندی کا خاص اہتمام تھا، مہمانوں کی خوب پذیرائی کرتے اور رخصت کرتے وقت ہدایا سے بھی نوازتے تھے، بہت زیادہ نرم دل اور ہر ایک کے تئیں نرم گوشہ رکھتے تھے، اپنے متعلقین ومتوسلین کے دلوں میں علماء اور مدارس اسلامیہ کی اہمیت کو بٹھاتے تھے، اور ارباب مدارس کو مدارس کے نظام کے سلسلہ میں زریں ہدایات واصول بتاتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی کے یہاں

آپ کی کیا قدر ومنزلت تھی اس کا اندازہ آپ کے نام لکھے گئے حضرت شیخ کے ان خطوط سے ہوتا ہے جو ''محبت نامے'' کے نام سے ۳ر جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، حضرت مولانا متالا کی ایک مرتبہ سہارنپور آمد کے موقع پر حضرت شیخ نے اہل خانہ سے فرمایا کہ'' آج ذرا کھانے میں خصوصی اہتمام ہونا چاہئے؛ کیونکہ آج تین عاشقوں کا معشوق آرہا ہے'' گھر والوں نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا عبدالرحیم، باوا بیٹا اور نصیر کا معشوق، حضرت شیخ کے مذکورہ بالا جملہ سے مولانا متالا کی علوشان اور قدر ومنزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ بھی آپ بہت سی خصوصیات اور متنوع کمالات کے مالک تھے، جن کے لئے دفتر درکار ہیں: ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

اللہ تعالی حضرت مولانا متالا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور آپ کو اپنے نیک بندوں میں شامل فرما کر اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب متالا
ایک بھاری بھرکم روحانی شخصیت

مولانا حمیداللہ قاسمی کبیرنگری ☆

بھاری بھرکم شخصیت

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا بانی وشیخ الحدیث معہد الرشید الاسلامی چپاٹا زامبیا (افریقہ) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے ممتاز ترین شاگرد، مخصوص خادم اور محبوب کاتب تھے، جو زامبیا میں ایک مثالی ادارہ قائم کرکے اپنے علم وعمل کے جوہر دکھارہے تھے، قضائے الٰہی کے مطابق وہ اللہ کو پیارے ہوگئے اور بہت سوں کو روتا، بلکتا اور تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ تو کل ہماری باری ہے

مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ ایک بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے؛ لیکن عوام کا طبقہ ان سے بہت کم واقف تھا، مگر علماء حضرات اور ذمہ داران مدارس ان سے خوب واقف تھے، چونکہ وہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے روحانی بیٹے اور کاتب خاص تھے، اور انہی کے حکم سے زامبیا جیسے ملک میں ''معہد الرشید الاسلامی'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا، جس میں شب وروز جان ودل سے لگے ہوئے تھے، الغرض مولانا عبدالرحیم صاحب متالا ایک ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ

☆ معاون مدیر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور

روحانی اور مثالی شخصیت کے مالک تھے، مولانا مرحوم اپنے معمولات کے پابند، تواضع اور استغناء کی صفت سے متصف، بہترین منتظم ومدبر، ذاکر وشاغل، صاحب ذوق وکشف، عارف وولی اور صاحب معرفت انسان تھے۔

مولانا سے مختصر ملاقات

راقم کو مولانا عبدالرحیم صاحب متالا رحمہ اللہ سے تفصیلی ملاقات کا کوئی موقعہ نہیں ملا، البتہ ہمارے ادارہ مرکز کے ذمہ دار مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب کی زبانی ان کی اچھائیوں اور ان کے کارناموں کے بارے میں سنتا رہتا تھا، خاص طور سے ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کی وجہ سے ان سے کچھ اور ہی زیادہ واقف ہوگیا تھا، مزید قلبی وروحانی تعلق ایک مختصر سی ملاقات پر ہوا جب کہ مئی ۲۰۱۱ء میں حضرت مولانا عبدالرحم متالا صاحبؒ سہارنپور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے یہاں آئے ہوئے تھے، اتفاق سے اس وقت ہمارے مرکز کے روح رواں مولانا مفتی محمد مسعود صاحب سفر پر تھے، اس لئے راقم آثم کو فون کے ذریعہ بتلایا کہ سہارنپور جانا ہے اور فلاں حضرت آئے ہوئے ہیں، ان سے ملنا ہے اور کچھ کتابیں انہیں دینی ہیں۔

راقم مرکز کی کچھ کتابیں اور پھل وغیرہ لے کر وہاں حاضر ہوا، ان سے ملاقات ہوئی، اپنا تعارف کرایا، تو انہوں نے مرکز کے بارے میں پوچھا، راقم نے سارا حال بیان کردیا اور مرکز میں تشریف لانے کی دعوت دی، تو حضرت نے کہا کہ اگر رائے پور جانا ہوا تو ضرور بالضرور حاضر ہوں گا، بس اتنی سی بات حضرت متالا صاحبؒ سے ہوئی تھی۔

انتقال سے قبل فون پر بات

دوسال کا عرصہ گزر گیا، اس درمیان حضرت سے نہ تو کوئی بات ہوئی اور نہ کوئی

ملاقات، البتہ انتقال سے تین چار روز قبل راقم کے پاس انہوں نے فون کیا اور بڑے پیارے لہجے میں فرمایا کہ ''میں زامبیا سے عبدالرحیم عرض کررہا ہوں، مفتی مسعود صاحب سے بات کرنی ہے'' راقم نے عرض کیا ہے کہ حضرت! میں حمیداللہ قاسمی عرض کررہا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب سے بات کراؤ، میں نے فوراً مفتی صاحب کو مطلع کیا، بس یہی چند باتیں حضرت سے ہوئی تھیں۔

مولانا کا مقام بہت بلند تھا

مولانا مرحوم کا ہمارے مرکز میں دسمبر یا جنوری میں آنے کا پروگرام تھا؛ لیکن سوئے قسمت مولانا مرحوم نہ آسکے، اور اصلی وطن کو سدھار گئے، چونکہ قضاوقدر کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہی ہوا کرتا ہے، اس میں انسان کا بس نہیں چلتا، بہرحال راقم کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت کی وفات سے چند روز قبل حضرت سے بات ہوئی، یہ مولانا مرحوم کی ایک پیاری آواز تھی جو اس سے قبل زندگی میں فون کے ذریعہ کبھی بھی سنائی نہیں دی، گویا یہ بات منجانب اللہ ہوئی تھی، یہ میرے لئے باعث فخر وسعادت کی بات ہے کہ مجھ ناکارہ کے پاس انہوں نے فون کیا، ان کا مقام بہت بلند تھا، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اسی کو عطا کرتا ہے: ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا کی زندگی رضائے الٰہی کی خاطر گزری

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا رحمہ اللہ نے اپنی زندگی رضائے الٰہی کی خاطر سنت نبوی پر عمل پیراء ہوکر خدا کی مرضی کے مطابق گزاری، جس کے لئے انہوں نے اپنے یہاں ایک خانقاہ ''خانقاہ خلیلیہ'' کے نام سے قائم کررکھی تھی، جہاں

پر صبح وشام خدا کا ذکر ہوتا تھا، ان کے متعلقین و منتسبین ، واردین وصادرین حضرات اور مختلف ملکوں کے لوگ استفادہ باطنی کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، مولانا مرحوم کے اندر استغنائی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ، وہ زیادہ کسی سے ملتے جلتے نہیں تھے، اکثر یکسو رہتے ، ذکر خدا میں مشغول رہتے ، ہمیشہ آخرت کی فکر اور منیب الی اللہ رہتے تھے، بالآخر لقائے رب کے ایسے مشتاق ہوئے کہ گویا یوں کہہ رہے ہوں:

ہو صداقت کیلئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین وآسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

مولانا کی ایک اہم صفت

مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ نے اپنے آپ کو ایسے سانچے میں ڈال رکھا تھا کہ اگر دیکھا جائے تو ایک طرف ان کا عزم وارادہ اپنے ادارہ کے لئے بہت کچھ کرنے کا تھا، تو دوسری طرف اپنی پوری زندگی اپنے مدرسہ کے لئے زکوۃ کے مد کی رقم کبھی استعمال نہیں فرمائی، زکوۃ اور فطرہ کی مد مدرسہ کے لئے استعمال کرنا ان کے یہاں ایک عجیب سی بات تھی، ان کے مدرسہ میں صرف ''للہ'' یعنی عطیہ کی مد قبول کی جاتی تھی ، اس کے علاوہ مشتبہ مال سے بھی انہوں نے اپنے ادارہ کو محفوظ رکھا، یہی وجہ ہے کہ ان کا مدرسہ زامبیا جیسے لق ودق اور دین وعلم سے پسماندہ سرزمین پر کفر والحاد کی تیز وتند آندھیوں میں حق وصداقت کا روشن مینارہ بنا ہوا ہے، بہر حال مولانا مرحوم کی یہ صفت بہت کم دیکھنے اور سننے میں ملتی ہے ، ورنہ آج کے اس دور میں لوگ مدرسہ کی

خاطر اپنی آخرت کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں، انہیں بس یہی فکر رہتی ہے کہ کس طرح سے میری شخصیت اجاگر ہو اور کس طریقے سے میرا مدرسہ ترقی کرے، جھوٹ، دغا، فریب تو دور کی بات ہے حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتے ، مدرسہ کے لئے بس ملنا چاہئے ، چاہے وہ کیسی ہی رقم ہو۔ (العیاذ باللہ)

مولانا دنیا سے مستغنی تھے

الغرض حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا نے ذکر اللہ میں مشغول رہ کر اپنے آپ کو دنیا اور حب دنیا سے مستغنی کر رکھا تھا اور اپنے محبوب سے ملنے کو اس قدر مشتاق ہو گئے تھے کہ لوگوں سے ان کو دہشت ہوتی تھی ، خدا سے الفت ومحبت کی سب سے بڑی یہی دلیل ہے کہ انسان کو دنیا اور اہل دنیا سے خوف ودہشت ہونے لگے ، ویسے تو موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، مگر دنیا کا ایک نظام ہے جو یہاں آیا ہے وہ جانے ہی کے لیے آیا ہے ، کسی کو قرار نہیں ہے ، مگر اللہ کے کچھ ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو اپنے رب سے اپنی مزدوری لینے کے لئے کچھ جلدی ہی چلے جاتے ہیں، مولانا مرحوم جہاں خدا سے ملنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے وہیں دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے کہ خدا سے ملنے کے لئے ہم سبھی کو بھی ہر وقت تیار رہنا چاہئے:

جانے کب ہو جائیں ساز دل کے پردے نغمہ ریز
ہر نفس کو گوش بر آواز رہنا چاہئے
قبر کے چوکھٹے خالی ہیں اسے مت بھولو!
جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

آہ! ایک شخص وہ بھی تھا

مولانا سید محمد ریاض ندوی ☆

جوراتوں میں سوتا کم روتا زیادہ تھا

ان سیاہ فام لوگوں میں جن میں کلمہ طیبہ کو صحیح طور پر جاننے والا کوئی نہیں تھا، سورۂ فاتحہ اوراس کے علاوہ قرآن پاک سے کیا واقف ہوتا، جہاں جہالت وبربریت، قتل وغارتگری کا بازار گرم تھا، اورحد یہ تھی کہ ارتداد کی مسموم ہواؤں اورفضاؤں نے اسلام اورمسلمانوں کوخطرہ میں ڈال دیا تھا، کس کو معلوم تھا کہ ایک ایسا مرد مجاہد عظیم انسان پیدا ہونے والا ہے، جواس پورے علاقہ کو فیض یاب فرمائے گا، اورجس کے وجود سے یہاں کی سرزمین لہلہا اٹھے گی، اورمسلمانوں کی دستگیری جان ومال ومتاع سب کے ذریعہ انجام دے گی، ایسے ہی ماحول میں ایک ایسے شخص نے آنکھیں کھولیں جس سے پورا ماحول منور ہونے والا تھا، اورجواس ماحول کو چمن زار بنانے والا تھا، جوراتوں میں سوتا کم اورروتا زیادہ تھا، جس کی نالہ نیم شبی اورآہ سحر گاہی خداتعالی کو بڑی پسند تھی، جس کے عادت واطوار پراس کے اساتذہ کوبھی ناز تھا، جس کے علم کے سامنے بڑے بڑے شناور عاجز تھے، جومنفرد نقش گر تھا، اورہر چیز پر نقش ونگار بڑی زیب وآرائش کے ساتھ بنانا جانتا تھا۔

فروتنی میں اپنی مثال آپ تھا

اس شخص نے آنکھ بھی کھولی تو کہاں؟ ایسے علم وادب کے گہوارہ میں جہاں علم

☆استاد مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

حدیث وفقہ کے بڑے بڑے عالم پناہ لیتے تھے، اورنہ معلوم کتنے اس کی مٹی میں مدفون ہیں، جہاں سے حدیث اور اصول حدیث پر بڑی ضخیم اورمعتبر کتابیں تیار ہوئیں ہیں، اورتشنگان علوم کی پیاس بجھائی ہے اورتہذیب وتمدن کوسنوارا ہے، اور وہاں کے ماحول کو آشکارہ بنایا ہے، وہ شخص سورت گجرات کا باشندہ تھا، نام اس کا عبدالرحیم تھا، حقیقت میں وہ رحمٰن ورحیم کی بندگی سے واقف تھا، اس کو خدا کی عبودیت وبندگی میں ہی مزہ آتا تھا، وہ عاجزی وانکساری وفروتنی میں اپنی مثال آپ تھا، اورکیوں نہ ہوتا اس لئے کہ اس کے والد ماجد جناب سلیمان سیٹھ ایک بڑے تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ علماء کے بڑے خدمت گزار تھے اوران کے مشفقانہ ومربیانہ ماحول نے اس کو کندن بنایا تھا، جب کہ والد صاحب بھی اپنے وقت کے علامہ حضرت انورشاہ کشمیری قدس سرہ کے خلیفہ مولانا عبدالغفور صاحب کے خلیفہ تھے، اور صاحب نسبت بزرگ تھے، مزید یہ کہ مجذوب سالک کے مقام پر آپ فائز تھے۔

بچپن سے ہی علماء ربانیین کی راہ پر آپ کو لگایا گیا

والدین نے بھی اس محبوب لڑکے کواسی راہ پر لگایا، جس راہ پر علماء ربانیین لگاتے ہیں، جس راستے کی وہ حضرات بڑے جوش وخروش سے تلقین کرتے ہیں، جس میں دین کے ساتھ ساتھ دنیا بھی قدموں میں سمٹ آتی ہے، جوعلم تقوی وطہارت، خشیت وعبودیت سکھاتا ہے، جوخدمت گزار بناتا ہے نافرمان نہیں، جوتمام توجہ خداتعالی کی طرف مبذول کراتا ہے، بندوں کی طرف نہیں، جوایک آستانہ خدا پر سر جھکواتا اور رگڑواتا ہے، ہزاروں چوکھٹوں پر نہیں، تب بھی انسان اسی تلاش وجستجو میں سرگرداں رہتا ہے کہ ابھی عبدیت وبندگی کا حق ادا نہ ہوا، جس کو کسی شاعر نے اسی طرح گنگنایا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہ تعلیم کونسی ہے جو اتنا بڑا کارنامہ انجام دیتی ہے، وہ ہے قرآن پاک اور علم حدیث کی تعلیم، وہ ہے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جملے، اگر صحیح نیت سے پڑھے جائیں، اگر توجہ واخلاص کے ساتھ سیکھے جائیں، اگر کوشش ولگن کے ساتھ ان میں شب بیداری کی جائے، تو ہاں یہی اس مقام پر پہنچاتے ہیں کہ فرشتے بھی رشک بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں، دنیا واہل دنیا اس کے قدموں میں سمٹ آتے ہیں، کچھ اسی طرح اس شخص کی تعلیم ہوئی، بڑے اساتذہ ملے، اس لئے وہ خود بھی بڑا بنا، پہلے تو اس نے حفظ قرآن پاک مکمل کیا، اس کے بعد اس نے مزید تعلیم جاری رکھتے ہوئے حدیث وفقہ کے میدان میں کامیابی حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ اوران کی شان

آہ! کیا قسمت رہی ہوگی اس شخص کی جس کو اساتذہ بھی ملے، تو ایسے ملے جن پر زمانہ کو ناز تھا، آہ وہ تھے مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ، مولانا احمد اللہ صاحبؒ اور بحرالعلوم مولانا شمس الدین صاحب، معلوم نہیں کون سے استاد کی محبوب نظر ان پر پڑی، تو وہ اپنے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے منفرد و یکتا بنتا چلا گیا، اور پھر اس نے افراد کو بنانے کا کام بھی بڑے پیمانہ پر شروع کیا، اس کے محبوب اساتذہ نے اس کو ایک ایسے شخص کے پاس زانوئے تلمذ طے کرنے اور کچھ وقت لگانے کا مشورہ دیا، جس کے پاس بڑے بڑے ماہرین علم گھٹنے ٹیک کر اور اپنی علمی پیاس بجھا کر رخصت ہو گئے تھے، جس نے خدا تعالی کے عطا کردہ اور پیغمبروں کے ورثہ سے فائدہ اٹھا کر اور اس کو اپنی زندگی میں نافذ کر کے ہزاروں کی زندگیوں کو سنوارا تھا، جس کو اس کے مرید وشاگرد اور اس کے متعلقین ومحبین ’’حضرت شیخ الحدیث‘‘ کے نام سے جانتے ہیں، اور جس کو اب بھی معلوم نہ ہو، تو وہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے نام سے جانے۔

حضرت شیخ کی خدمت میں

وہ صحیح نیت لے کر حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس لئے اس کو مکمل فائدہ بھی ہوا، اس نے اپنا ہاتھ فوراً حضرت کے ہاتھ میں دیا، اور منازل سلوک طے کئے، وہ اپنے شیخ کے حکم کی بجا آوری اس کی نگاہ تربیت اور اس کی عظیم شفقت وتربیت سے اس مقام پر پہنچا کہ وہ اپنے شیخ ہی کا ایک حصہ بن گیا، اور اس نے شیخ کی اتنی خدمت کی کہ وہ ان کا داہنا ہاتھ بن گیا، اور شیخ نے بھی اتنی توجہ مبذول فرمائی کہ ان کو کاتب خطوط اور راز داں بنالیا اور پھر وہ بھی خطوط نویسی میں ہی ہو کر نہ رہ گئے بلکہ انہوں نے شیخ کے تمام کاموں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تصوف وسلوک کے وہ منازل طے کئے کہ شیخ یہ کہنے کے لئے بیقرار ہو گئے کہ عبدالرحیم میں تم کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں، اس امت کے لئے جو کچھ تم سے ہو سکے کر گزرو، اور رمضان المبارک کے مہینہ میں مولانا مرحوم کو مدعو کر کے چاروں سلسلوں میں اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا، اور ان کے پیر ومرشد کا یہ حال تھا کہ اگر مولانا عبدالرحیم متالا چند روز کے لئے اجازت کے بعد گھر چلے جاتے تو تین چار روز بعد علی الفور محبت نامہ بھی پہنچ جاتا، جس میں جدائی کی داستانیں بھی رقم ہوئیں، اور جلد از جلد حاضر ہونے کی صدا بھی ہوتی، جس میں محبت بھرے اشعار بھی ہوتے اور زندگی کو بنانے اور نکھارنے والی نصیحتیں وموعظتیں بھی ہوتیں۔

حضرت شیخ کی طرف سے اعزاز

مزید خلافت کا تاج ان کے سر پر رکھنے کے بعد ان کو وہ جبہ بھی عنایت فرمایا جس کو زیب تن کر کے ان کے شیخ ومرشد نے چالیس سال تک عالم اسلام کی مردم خیز

دینی وعلمی درسگاہ ’’جامعہ مظاہر علوم‘‘ سہارنپور میں حدیث شریف کا درس دیا تھا، اور بڑی اہم نصیحتیں بھی رقم فرمائیں، اور وہ مسترشد بھی اتنا محبوب نظر بنا کہ شیخ ان کی زندگی کے بارے میں بے چین ومضطرب ہوگئے کہ جلد از جلد یہ اپنا علمی، دعوتی اور اصلاحی دسترخوان کشادہ کرے اور امت کے لوگ خوشہ چینی کریں، حضرت شیخ اس کے بارے میں بہت سوچتے اور متفکر رہتے تھے۔

افریقہ کے سیاہ فام لوگوں کی خدمت پر مامور

چنانچہ آپ نے افریقہ کے ان سیاہ فام لوگوں کی علمی پیاس بجھانے کے لئے ان کو مامور فرمایا اور ان کو پیاس ہی کہاں لگتی تھی؟ ان کو مولانا مرحوم نے اس طرح پیاسہ بنایا، جیسے کانچ کے گلاس میں کسی پیاسے کے سامنے پانی رکھا جائے اور اس کو دیکھ کر وہ بے چین وپریشان ہو پڑے، اس کے پینے اور لب سے چھونے کے لئے تڑپ پڑے، اس طرح تعلیم کے فوائد ان کے سامنے بیان کئے، ان کی اس نبوی علم کی طرف توجہ مبذول کرائی اور اپنے کو کھرا بن کر دکھایا، جس سے لوگوں کے اندر صلاح کی طرف قدم اٹھنا شروع ہوئے، اور وہ اس تعلیم کے لئے کمربستہ ہوگئے، اس طرح دینی تڑپ اور محنت ومشقت سے وہ بلال حبشی کی قوم جو کہ صحیح طور پر کلمہ طیبہ پڑھنا نہیں جانتی تھی، اس کو اس خدا سے واقف کرایا، اور آج بحمد اللہ اس قوم میں حافظ قرآن، عالم فاضل موجود ہیں، اور دینی تڑپ کے ساتھ دعوتی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں، وہاں اپنے شیخ کے حکم پر ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آیا، اور شیخ نے ہی خود پہنچ کر مدرسہ میں بسم اللہ کرائی اور مالی تعاون بھی کیا، اسی دن سے وہ آج تک ترقی کی راہ پر رواں دواں ہے اور ہزاروں تشنگان علوم ومعرفت اس بحر بیکراں سے سیراب ہورہے ہیں اور اس کا فیض دور دراز علاقوں میں پھیلتا جارہا ہے۔

حضرت کے خلفاء میں ایک اعلی مقام

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا ایک عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مربی ومصلح، عظیم مرد مجاہد، وداعی اسلام اور حضرت کے خلفاء میں ایک اعلی مقام پر فائز، ان کی قربت اور راتوں کو ان کے ساتھ شب بیداری، تلاوت وذکر کی کثرت، پنجوقتہ نمازوں میں تکبیر اولی کا اہتمام، صبح وشام اورادو وظائف کی پابندی، نوافل کی کثرت، یہاں تک کہ تہجد اوابین، چاشت کی پابندی فرماتے، اس لئے کہ ان معمولات پر ولایت کا دارومدار ہے، اور انہی کے الفاظ میں کہ معمولات بھی ترقی کا زینہ ہیں، ان کے رگ وریشہ میں شیخ کی اور ان کے اعمال کی اتنی محبت سماگئی تھی کہ وہ شیخ کی رحلت کے بعد ان کے کئے ہوئے کاموں کو زندہ رکھنا اور دیکھنا چاہتے تھے، اور دینی جذبہ کے تحت تڑپ کے ساتھ انجام دیتے تھے، جس سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچا، انہوں نے علم وعمل کے ایسے لازوال نقوش چھوڑے، وہ تو اس دنیا سے چلے گئے لیکن وہ زندہ اور تابندہ رہیں گے۔

رات کے راہب دن کے شہسوار

حضرت مولانا درحقیقت جلوت وخلوت کے بطل عظیم، رات کے راہب، دن کے شہسوار، علماء کے قدرداں، مدارس وجامعات کے محافظ، طلباء کے لئے شفیق ومہربان، اور ورثہ نبوت کے امین وپاسباں تھے، الغرض آپ کی ذات مہ وانجم تھی، جس کی ضیا پاشیوں سے ہر عالم وجاہل، عوام وخواص تمام مستفید ہوتے تھے، اور متلاشیان حق کو اپنی منزل کی صحیح رہنمائی ملتی تھی، افسوس کہ یہ چاند اب گہنا گیا، یہ شمع اب صدا کے لئے خاموش ہوگئی: ’’كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ‘‘ لیکن اس شخص نے دنیا کو کیا دیا؟ کام کرنے کا کیا سلیقہ دیا،

دعوت وتبلیغ کے کام کو وسعت دینے میں کیا رول ادا کیا؟ یہ چیز اس شخص کی زندگی کی قابل تقلید ہے، قابل ستائش ہے، لائق توجہ ہے، اس نے اپنے استاذ شیخ الشیوخ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ العزیز کے کام و پیغام کو اتنی سرعت کے ساتھ وسعت دی، کہ خود انہی کو شیخ الحدیث کے نام سے جانا اور پہچانا جانے لگا، ہر شخص ان کی محبوبیت کا قائل، ان کی بزرگی کا مدح خواں، ان کے کاموں کا دل سے اقرار کرنیوالا، ان کے خانقاہی نظام اوران کے ذکر واذکار اور ان کی دعوت وتبلیغ کا انداز سب کو لبھایا، آج ضرورت ہے تو ایسے ہی اشخاص کی جو بغیر کسی ستائش کے امت کے درمیان نکلیں، اور بغیر کسی معاوضہ وبدلہ کے قوم کے درمیان اگر اس کی کشتی کو پار لگانے میں ایک اہم رول ادا کریں، اللہ تعالی حضرت والا کو بلند درجات عطا فرمائے، اور اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور ہم کو بھی اپنے محبوب ومقبول بندوں میں شامل فرمالے اور اپنی مرضیات کے مطابق کام لے لے۔

ساتواں باب

حضرت مولانا عبدالرحیم کا
ایک زبردست علمی کارنامہ

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا کا ایک زبردست علمی کارنامہ

سراج القاری لحل صحیح البخاری

سراج القاری لحل صحیح البخاری پر راقم نے ماہنامہ نقوش اسلام کے تین شماروں میں مختلف اوقات میں تعارف لکھا تھا، پہلی جلد پر جنوری ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں، پھر دوسری اور تیسری جلد پر ستمبر/اکتوبر ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں اور چوتھی جلد پر ستمبر ۲۰۱۲ء کے شمارے میں، اب ان تینوں تعارفوں کی تلخیص وتہذیب کرکے پانچویں جلد کو شامل کرکے ایک جگہ شائع کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

حضرت شیخ کی آخری عمر کی درسی تقریر

سراج القاری شرح اردو صحیح بخاری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کی آخری عمر کی درسی تقریر ہے، جس کو مشہور بزرگ، ممتاز عالم دین، ولی کامل حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا تلمیذ رشید وخادم خاص ومجاز بیعت حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ بانی ومہتمم وشیخ الحدیث معہد الرشید الاسلامی چیپاٹاز امبیا نے اب سے تقریباً ۴۷/سال قبل ۱۳۸۶ھ میں قلم بند فرمایا تھا۔

مولانا کا تعارف

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سورتی نے جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت گجرات سے ۱۳۸۴ھ میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی اور ۲۳/ شعبان ۱۳۸۴ھ (مطابق ۲۹/ دسمبر ۱۹۶۴ء) میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کی

خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کی، اور حضرت شیخ کی قربت واختصاص حاصل کیا، اور شوال ۱۳۸۴ھ سے شعبان ۱۳۸۵ھ تک حضرت شیخ کے درس بخاری میں شرکت فرمائی اور چونکہ حضرت شیخ سے قربت حاصل ہوگئی تھی، اس بنا پر حضرت شیخ کو اعتماد بھی پورا ہوگیا تھا، اس طرح حضرت شیخ کے خطوط کے جوابات بھی لکھنے لگ گئے، شروع شروع میں تو کچھ دقت پیش آئی، اس لیے کہ حضرت شیخ جلدی جلدی بولتے تھے، پھر کچھ دنوں کے بعد عادت اور مہارت حاصل ہوگئی اور مہارت بھی کیا بلکہ مزاج شناسی ہوگئی تھی یعنی حضرت شیخ جو بولنا یا لکھوانا چاہتے تھے گویا وہی لکھتے تھے، اس طرح تقریباً حضرت شیخ کے ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ خطوط کے جوابات آپ نے اپنے قلم سے لکھے، پھر چونکہ حضرت شیخ کے الفاظ کو اخذ کرنے، سمجھنے اور لکھنے کی مہارت ہوچکی تھی، اس لیے شوال ۱۳۸۵ھ سے شعبان ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۶ء) کے درس بخاری میں شرکت فرما کر باقاعدہ حضرت شیخ کے پورے درس کو قلم بند کیا، اور حضرت شیخ نے ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۸ء) سے پڑھانا موقوف کردیا تھا، اس لیے بجا طور پر یہ حضرت شیخ کا آخری عمر کا آخری درس ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت شیخ کے زندگی بھر کے درس وتدریس کا نچوڑ اور خلاصہ ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا، اور چونکہ قلم بند کرنے والی شخصیت نے بخاری شریف کو مکمل تین مرتبہ پڑھا اور پھر حضرت شیخ خطوط کے جو جوابات املا کراتے تھے، وہ آپ لکھتے تھے، اس لئے حضرت کی باتوں اور ان کے درس کو فوراً لکھنے کی مہارت حاصل ہوگئی تھی جس کی اہمیت وافادیت اور قیمت وعظمت کا ہر ذی علم اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضرت شیخ کا اعتماد

حضرت شیخ الحدیث کو آپ پر اس درجہ اعتماد تھا کہ ''بذل المجہود'' کی طباعت کے

سلسلہ میں آپ کو قاہرہ (مصر) روانہ فرمایا، اوراس سلسلہ میں آپ وہاں چودہ مہینے رہے، پھر دوبارہ ''لامع الدراری'' کے سلسلہ میں قاہرہ گئے اور تقریباً ۶/ ماہ قیام کیا اور تیسری مرتبہ ''اوجز المسالک'' کے سلسلہ میں قاہرہ گئے، تب بھی دوماہ قیام فرمایا، حضرت شیخ آپ کی شان میں اونچے کلمات ارشاد فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عبدالرحیم! تجھ سے روحانی راحت پہنچتی ہے، اس طرح حضرت شیخ کا مولانا عبدالرحیم کو قاہرہ بھیجنا خود ان کی علمی پختگی علم دوستی، علمی تیقظ اور علمی گرفت کے مضبوط ہونے کی دلیل ہے۔

مولانا کا زامبیا کا سفر اور ادارے کی ابتداء

حضرت شیخ نے مولانا عبدالرحیم صاحب کو سیاہ فام لوگوں میں کام کرنے کے لیے، ان کو دینی تعلیم، اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرنے کے لیے زامبیا کے ایک چھوٹے سے گاؤں چپاٹا میں بھیجا، جو زامبیا کی سرحد کے قریب، وہاں کی راجدھانی لوساکا سے تقریباً چھ سو کلومیٹر دور ہے، مولانا عبدالرحیم صاحب نے یورپ، امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملکوں سے صرف نظر کرتے ہوئے زامبیا جیسے دینی و دنیوی ہر دو لحاظ سے پسماندہ ملک کو اپنے شیخ کے حکم پر دینی خدمات کا مرکز بنایا، جہاں سیاہ فام لوگوں کی کثرت اور دین بیزاری عام ہے، اور معہد الرشید الاسلامی کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا، حضرت شیخ نے آپ سے فرمایا تھا کہ عبدالرحیم زامبیا جاکر مدرسہ کھول لے، اور پڑھانا شروع کردے، اگر اللہ جل شانہ کو منظور ہوا، تو میں خود آکر تیرے مدرسہ کی بسم اللہ کرادوں گا، اور پانچ ہزار روپے کا سب سے پہلے چندہ بھی عطا فرمایا، چنانچہ آپ نے حضرت شیخ کے حکم سے معہد الرشید الاسلامی قائم فرمایا اور ۱۹/ شوال ۱۴۰۱ھ (۲۱/ اگست ۱۹۸۱ء) میں بروز پنجشنبہ بعد نماز عشاء حضرت شیخ نے تشریف لے جاکر مدرسہ اور تعلیم کی بسم اللہ کرادی، حضرت شیخ الحدیث کو آپ

سے اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مہتمم دارالعلوم یوکے سے کتنا تعلق اور شغف تھا، اس کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جاسکتا ہے، جو دونوں بھائیوں کے نام حضرت شیخ نے لکھے اور اب وہ تین ضخیم جلدوں میں ''محبت نامے'' کے نام سے شائع ہوکر مقبول عام ہوچکے ہیں۔

حضرت شیخ کے درس کی کاپیاں

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کی یہ کاپیاں جو حضرت شیخ کے درسی افادات ہیں، بہت سے لوگوں کے پاس پہنچتے رہے اور وہ فائدہ اٹھاتے رہے، بہت سے محدثین علماء کرام نے اس کی فوٹو کاپیاں کراکر اس سے استفادہ کا سلسلہ شروع رکھا، بعض مرتبہ خود حضرت مولانا عبدالرحیم کو بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ فلاں فلاں پر یہ کیسے پہنچ گئیں، دراصل ہر ایک شئے کے لیے اللہ کے یہاں ایک وقت متعین ہے "کل شئی مرھون لوقتہ" کے پیش نظر مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کو حضرت شیخ کی اس درسی تقریر کا علم ہوا، تو انہوں نے اصرار کے ساتھ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سے اس کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی، اور ان سے اجازت لے کر اس کی تنقیح وتہذیب، ترتیب وتحقیق اور تخریج کے ساتھ اشاعت کا بیڑا اٹھالیا، تاکہ اس کا فیض عام ہوسکے، انہوں نے بعض علم دوست احباب اور علماء کرام سے اس کی تحقیق وتوضیح کا کام لیا۔

سراج القاری کی پہلی جلد

چنانچہ انہوں نے پہلی جلد میں بدء الوحی، کتاب الایمان اور کتاب العلم تک اس کام کو مکمل کیا، اس طرح یہ جلد اچھی ترتیب وتحقیق اور فہرست ومقدمہ جات کے ساتھ ۴۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک تفصیلی مضمون مقدمۃ العلم کا ہے اور دوسرا تفصیلی عنوان مقدمۃ الکتاب کا ہے، جس میں گیارہ بحثیں ہیں، بقول مولانا محمد سالم صاحب قاسمی اب تک بخاری شریف کی کم وبیش دوسو شرحیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔

سراج القاری کی بعض خصوصیات

مگر اس کتاب میں مندرجہ ذیل باتوں کا بطور خاص التزام کیا گیا ہے، جس سے یہ اپنی نوعیت کی اردو میں منفرد شرح معلوم ہوتی ہے ''والغیب عنداللہ''۔

(۱) بخاری شریف کے ہندوستانی نسخہ کے مطابق احادیث کو باعراب لکھا گیا ہے۔

(۲) احادیث کا سلسلہ وار نمبر ''فتح الباری'' کے نمبروں کے موافق رکھا گیا ہے۔

(۳) ہر حدیث کا سلیس اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

(۴) اس بات کا بھی التزام کیا گیا ہے کہ عربی متن کے ساتھ ساتھ حضرت کے درسی اشارات اور رموز کو ''بین المعکوفین'' [ ] افادے کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) اشارات ورموز کی تعیین اور تشریح وتوضیح بڑی جانفشانی کے ساتھ حضرت شیخ کی تصنیفات وتعلیقات کی روشنی میں کی گئی ہے، جو اس کتاب کی سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت ہے۔

(۶) قارئین کرام کی سہولت کے مدنظر حضرت شیخ کے درسی اشارات کو باریک رسم الخط میں ممتاز کیا گیا ہے۔

(۷) حضرت شیخ کی تقریر کو نمایاں طور پر چوکھٹے میں قلم بند کیا گیا ہے۔

(۸) حدیث پاک کے مشکل الفاظ کی توضیح وتشریح بھی کی گئی ہے۔

(۹) سند میں آنے والے راویوں کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

(۱۰) توضیح وتشریح کے ساتھ مستند کتابوں سے حوالہ جات کی تخریج پر خاص توجہ دی گئی ہے، ان خصوصیات کی بنا پر یہ کتاب طلبہ اور اساتذہ کے لیے ایک نادر اور بیش بہا علمی تحفہ ہے۔

بعض اہل علم کے تأثرات

کتاب پر اپنے تأثرات میں مولانا نعمت اللہ صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ ''محترم مولانا محمد سالم صاحب قاسمی ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، ان کی زیر نگرانی چند فضلائے دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ شیخ کے درسی افادات پر نظر ثانی، تنقیح اور تحقیق کا یہ کام ہوا ہے جس کی پہلی جلد ہمارے سامنے ہے''۔

راقم نے متعدد مقامات سے دیکھا، اندازہ ہوا کہ افادات شیخ کو سلیقہ سے پیش کیا گیا ہے، اور کام کرنے والوں نے محنت کرکے ہر بحث کو مدلل کردیا ہے۔

شیخ عبدالحق اعظمی استاذ دارالعلوم تحریر فرماتے ہیں کہ:

''احقر نے (کتاب کے) بعض مقامات پر نظر ڈالی، الحمدللہ دل مطمئن ہے کہ کام سلیقہ سے ہوا ہے، انشاءاللہ اہل علم حضرات کو اس سے فائدہ پہنچے گا''۔

تأثرات رائے گرامی میں مولانا مفتی عبداللہ صاحب معروفی استاد ومحقق دارالعلوم دیوبند نے تفصیل سے حضرت شیخ کے درس کی مندرجہ ذیل خصوصیات بھی بیان کی ہیں:

۱- ابتدائی سالوں میں تو حضرت کا درس انتہائی مفصل ہوتا رہا، لیکن جوں جوں طلبہ کی استعدادوں اور قوی میں انحطاط آتا گیا، آپ کی درسی تقریر مختصر ہوتی رہی، آپ بیتی نمبر۲ میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

۲- آپ کا درس عشق نبوی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوتا تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات کے ذکر پر انتہائی سوز وگداز سے کلام فرماتے، جس کا اثر پورے مجمع پر ہوتا تھا، اور حاضرین پر گریہ طاری ہوجاتا تھا، خصوصاً مرض الوفات کی حدیث جس وقت پڑھتے تھے، تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج ہی سانحۂ ارتحال پیش آیا ہے۔

۳- آپ کے درس میں جملہ سلف، ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام کے ساتھ انتہائی ادب وعظمت کا معاملہ رہتا تھا، جس محدث یا فقیہ پر رد کرنا ہوتا تھا، اس کا اسم گرامی انتہائی عظمت کے ساتھ لیتے، مثلاً حافظ ابن حجر پر جب بھی کسی علمی مسئلہ میں رد کرنے کی نوبت آتی، تو یہ بات ضرور فرماتے کہ ان سب کے باوجود ہم حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں پر حافظ صاحب کا جتنا احسان ہے اور کسی کا نہیں۔

۴- ائمہ کے مذاہب کی تحقیق اور ان کے دلائل، خصوصاً احناف کے مسلک کے دلائل کو تفصیل سے بیان کرتے، اگر حدیث حنفیہ کے مسلک کے بظاہر خلاف نظر آتی، تو اس کی متعدد توجیہات اس طرح کردیتے کہ مسلک حنفیہ حدیث سے اقرب نظر آنے لگتا۔

۵- اکثر اہم مسائل میں بطور خلاصہ پہلے نشاندھی فرمادیتے کہ اس میں پانچ، یا سات، یا دس ابحاث ہیں، پھر ہر ایک کی قدرے تفصیل فرماتے، ان میں جن کو امام بخاری نے چھیڑا ہوتا، اس کی مزید تشریح فرماتے۔

۶- امام بخاری محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ فقیہ ومجتہد بھی تھے، ان کی مجتہدانہ شان جامع صحیح کے تراجم ابواب میں پنہاں ہے، تراجم ابواب کا مقصد، ابواب کے درمیان باہمی مناسبت اور باب کے تحت لائی جانے والی حدیثوں سے ان کی مطابقت ہر دور میں مشکل سمجھی گئی، شیخ کو کثرت ممارست، خداداد ذکاوت کی بنا پر تراجم کے دقائق ومعارف کی معرفت میں کامل مہارت حاصل تھی، بلکہ مجموعی طور پر حضرت نے کچھ اصول متعین فرمائے ہیں، جن کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے، یہ اصول

"الأبواب والتراجم" میں مذکور ہیں، ان اصول کی روشنی میں شیخ جب ابواب واحادیث میں مناسبت بیان فرماتے تو بات بآسانی سمجھ میں آجاتی۔

بعض تراجم پر ہمارے سارے شراح خاموش ہیں، مگر حضرت شیخ الحدیث فرماتے تھے کہ امام موصوف کا کوئی ترجمہ دقت نظر سے خالی نہیں، مثلاً "باب الصلوة الی الحربة" پر سارے شراح خاموش ہیں، مگر شیخ کی دوررس نگاہ نے یہاں بھی امام بخاری کی شایان شان ایک لطیف توجیہ حضرت گنگوہی کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

۷- حدیث پاک کے بعض الفاظ اور بعض جملے ایسے ہیں کہ ان کا مطلب، لب ولہجہ اور صورت واقعہ کی مثالی صورت بنائے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا، اس لیے بھی اس فن کو کسی ماہر استاذ سے پڑھنا ضروری ہے، حضرت شیخ ان الفاظ اور جملوں کو اسی طرح پڑھ کر سناتے، اور جہاں مثالی صورت بنانے کی ضرورت ہوتی وہاں عملی صورت بنا کر دکھاتے، مثلاً بخاری جلد اول صفحہ ۶۹/ پر "وَوَضَعَ يَدَهٗ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى" کا محض الفاظ سے مطلب ذہن میں نہیں آسکتا، اس کو خصوصیت سے عمل کرکے طلبہ کو دکھاتے۔

۸- "فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا" کے بموجب مہمان رسول کی خیرخواہی اور نفع رسانی ہر وقت پیش نظر رہتی، آپ ایک جوہر شناس شخصیت کے مالک تھے، بعض ذہین اور محنتی طلبہ جن میں شیخ محسوس کرتے کہ یہ آگے چل کر کچھ کرسکتے ہیں، ان کو درس کے علاوہ خصوصیت سے اپنے قریب بلاتے، ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، تربیت اور علمی رہنمائی میں کوئی کسر نہ چھوڑتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے کئی ایک نے قابل رشک نمایاں کارنامے انجام دئے۔

اسی بابرکت درس کا یہ مجموعہ ہم طلبۂ علم حدیث کو پیش نظر کتاب کی صورت میں

میسر ہورہاہے، جو حضرت شیخ کے ایک چہیتے شاگرد اور خلیفہ ومجاز حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا نے قلم بند فرمایا تھا، اور مولانا کی اجازت کے مطابق محترم مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے اپنی نگرانی میں دو ہونہار فضلا کے ذریعہ مراجعت، تحقیق، تحشیہ اور توضیح کا کام شروع کرادیا، جس کی پہلی جلد کتاب الایمان وکتاب العلم کی شرح پر مشتمل ہمارے سامنے ہے۔

احقر راقم الحروف نے ان حضرات کے حکم کی تعمیل میں پورے کام پر نظر ڈالی، اور درمیان میں بھی وقتاً فوقتاً کچھ مشورے دیتا رہا، الحمدللہ اس مراجعہ وتحقیق کے بعد اب یہ کام صرف درسی تقریر نہ رہا، بلکہ حضرت شیخ کی تصنیفات اور دیگر مصادر سے استفادہ کی بنا پر ایک قابل اعتماد شرح بن گیا، مجھے امید ہے کہ اہل علم حضرات پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے، اور چاہے تکمیل میں کچھ تاخیر ہو، حضرات منتظمین وباحثین تا آخر اس معیار کو ملحوظ رکھیں گے''۔

اس وقت اس کی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد رنگین بہت خوبصورت انداز میں بیروت کے طرز پر چھپ کر آ گئی ہے، اور علماء وفضلا اور اصحاب ذوق سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔

بعض دوسری خصوصیات

سراج القاری کی متعدد اہم خصوصیات ہیں، سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان رموز واشارات کی بھی توضیح وتشریح کی گئی ہے، جن رموز واشارات کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنی زیر مطالعہ ''بخاری شریف'' کے بین السطور میں اپنے ہی قلم سے تحریر فرمایا ہے، حضرت شیخ کے اشارات درحقیقت دریا در کوزہ کے مترادف ہیں، حضرت نے نہایت مختصر سے اشارہ سے دسیوں صفحات کا نچوڑ پیش فرمادیا ہے،

حضرت امام بخاری کے بارے میں شراح کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ ''فقہ البخاری فی تراجمہ'' مولانا سالم صاحب لکھتے ہیں کہ ''راقم مبالغہ آرائی سے کلیۃ اجتناب کرتے ہوئے یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ حضرت شیخ نے جہاں پر ''وعندی'' کہہ کلام فرمایا، اس مقام تک بڑے بڑے شراح بخاری کی نظر نہیں گئی ہے، خواہ حافظ ابن حجر عسقلانی ہوں یا صاحب عمدۃ القاری، علامہ بدرالدین عینی یا دیگر حضرات محدثین کرام، لہٰذا بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ''فقہ شیخ الحدیث فی قولہ، وعندی''۔

''سراج القاری'' حضرت شیخ کی درسی تقریر کے ساتھ ساتھ حضرت کے رموز واشارات کی وجہ سے ایک منفرد وامتیازی شان رکھتی ہے، متن حدیث کے ساتھ پوری دقت نظر سے بین المعکوفین حضرت شیخ کے اشارات کو سرخ روشنائی سے ممتاز کیا گیا ہے، جن کا پڑھنا، سمجھنا اور حضرت شیخ کے مآخذ تک پہنچنا ناممکن نہ سہی لیکن نہایت دشوار ترین کام تھا، لیکن اللہ تعالی کے فضل خاص اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کی توجہ خاص اور مولانا سالم صاحب قاسمی کی جدوجہد اور محنت سے یہ مشکل ترین کام آسان ہوگیا۔

مثلاً سراج القاری ۲/۳۵۶ پر ہے: ۲۵۰ف/۳۴۸-حدثنا عبداللہ بن یوسف قال: أخبرنا مالك عن صالح بن كيسان عن عروة بن الزبير عن عائشة ام المومنين قالت: فرض الله الصلاة حين فرضها ركعتين ركعتين فی الحضر والسفر۔

فاقرت (٤هـ) وزيد (١٥ ١٢/ ربيع ٢) فی صلاة الحضر، فرض نمازیں ابتداء میں دو دو رکعات تھیں، ہجرت کے ایک سال کے بعد مغرب وفجر کو چھوڑ کر ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں ہوگئی۔

ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں دو دو رکعات کا اضافہ کب ہوا؟ اس کی طرف

حضرت شیخ نے (اھ۱۲/ ربیع ۲) سے اشارہ فرمایا کہ بارہ ربیع الثانی سنہ ایک ہجری بروز منگل ظہر کی نماز میں ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں دو دو رکعات کی بجائے چار چار رکعتیں ہوئیں، اب اس مقام پر مشہور شراح بخاری صرف اتنی بات لکھ رہے ہیں کہ ہجرت کے ایک ماہ بعد چار رکعتیں فرض ہوئیں، لیکن حضرت شیخ الحدیث دن، تاریخ، مہینہ، سنہ اور وقت کا تعین صرف اشارہ کے ذریعہ فرما رہے ہیں، بسیار تحقیق وجستجو کے بعد یہ بات منقح ہو کر سامنے آئی کہ حضرت شیخ الحدیث نے دن، تاریخ مہینہ، سنہ اور وقت کا جو اشارہ کیا ہے، یہ مضمون علامہ دولابی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ابو الولید الباجی کی کتاب ''المنتقی شرح الموطا'' وغیرہ میں موجود ہے، یہ تو صرف برسبیل تذکرہ ایک اشارہ کی بات ہے، ورنہ اس طرح کے نہ جانے کتنے اشارات و رموز ہیں جو اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کی شخصیت معروف ومشہور محدثین کرام سے نہایت فائق وبرتر ہے۔

سراج القاری کی دوسری جلد

دوسری جلد میں ملفوظات کے عنوان سے حضرت مولانا یوسف صاحب متالا شیخ الحدیث دار العلوم بری انگلینڈ برادر خورد حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب متالا کا ۳۵ر صفحات کا ایک تفصیلی مضمون ہے، جس میں شروع میں تدریس حدیث کے ۳ر مختلف طریقے بیان کئے، اس کے بعد حضرت شیخ کے درس حدیث سے متعلق گفتگو کی ہے، اور لکھا کہ ''حضرت کے بعض تلامذہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا کتاب الحج کا اور ابواب المدینۃ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی احایث کا درس قابل دید ہوتا تھا، حالانکہ حضرت کا روز کا درس اسی طرح ہوتا تھا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی احادیث کے درس کا حال تھا، کہ حضرت پر گریہ

طاری ہوتا، چہرہ بالکل سرخ ہوتا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، پیشانی سے پسینہ کی لڑیاں سرخ سرخ گال پر بہہ رہی ہیں، اور حضرت کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ٹیک لگا رہے ہیں، پہلو بدل رہے ہیں، گردن ہر سیکنڈ ادھر ادھر گھومتی ہے، تو پھر آنکھوں کے گھومنے کا اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ وہ کس قدر چاروں طرف تیزی سے گھومتی ہوں گی، ایک عجیب حال دوران درس حضرت پر طاری ہوتا تھا''۔

اس لئے حضرت جب طلبہ کو دیکھتے کہ او ہو یہ حدیثیں پڑھی جارہی ہیں اور ان کلمات مبارکہ کی طرف ان کے دل اور اذہان متوجہ نہیں، تو ان کو متنبہ کرنے کے لئے، حضرت بیچ بیچ میں کہیں کہیں جو کلمات ارشاد فرماتے، ان کو میں نے یہاں ذکر کیا ہے، تقریر ضبط کرنے والوں نے ان کو خارجی زائد سمجھ کر حذف کر دیا، ہمارے بڑے بھائی صاحب نے اور میں نے جو لکھا تو اس کو حاشیہ پر لکھا کہ وہ چونکہ حوض میں نہیں تھا، حاشیہ پر، کونہ پر وہ چیزیں لکھی ہوئی تھیں، اشعار بھی، ملفوظات بھی، جب کاپیاں جلد بندی کے لئے دی گئیں تو جلد ساز نے کاپیوں کو جب کاٹا ہے تو اس میں آدھے سے زیادہ بلکہ ستر فیصدی تمام حواشی اور ملفوظات اس میں کٹ گئے، انا اللہ۔

حضرت پر روایت حدیث کے کلمات سے جو تاثر ہوتا، جب سامعین اور طلبہ پر ایسا تاثر نہ دیکھتے، تو ایسے موقع پر درس میں یہ شعر پڑھتے کہ:

وہ مایوس تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
جو منزل بمنزل اپنی محنت رائے گاں دیکھے

اسی طرح

ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ
وَبَقِيتُ فَرْدًا كَالْبَعِيرِ الْأَجْرَبِ

حضرت مولانا یوسف صاحب متالا نے حضرت شیخ کا درود وسلام پڑھنے کا

طریقہ اور جو آیات و درود پڑھتے تھے وہ بھی نقل کیا ہے، اس کے بعد حضرت شیخ کے درس کی چالیس احادیث نقل کی ہیں، جن کے آخر میں حضرت شیخ نے بہت مختصر مگر اہم کلام کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کا کلام کس قدر جامع اور اہم ہوتا تھا، اور کیسے وہ اہم مسائل کو چٹکیوں میں بیان فرما دیتے تھے، پوری سراج القاری اس کی ایک اہم مثال ہے۔

دوسری جلد میں کتاب الوضو، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم اور کتاب الصلاۃ سے متعلق بحث کی گئی ہے، اس طرح دوسری جلد ۴۸۲ر صفحات پر مشتمل ہے، جب کہ پہلی جلد میں پہلے حضرت مولانا طلحہ صاحب کے دعائیہ کلمات ہیں، اس کے بعد ایک تفصیلی مضمون مقدمۃ العلم کا ہے، دوسرا تفصیلی عنوان مقدمۃ الکتاب کا ہے، جس میں گیارہ بحثیں ہیں، اس کے بعد بدء الوحی، کتاب الایمان، اور کتاب العلم، جس کے صفحات ۴۴۱ر ہیں۔

سراج القاری کی تیسری جلد

تیسری جلد ۵۲۹ر صفحات پر مشتمل ہے، جس میں پہلے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کا علمی شجرہ ہے، اس کے بعد حضرت مولانا طلحہ صاحب کے دعائیہ کلمات ہیں، پھر مولانا سالم صاحب قاسمی کا مقدمہ ہے، اس کے بعد کتاب الصلاۃ، مواقیت الصلاۃ، کتاب الاذان تفصیل سے ہیں۔

غرضیکہ یہ شرح اپنی نوعیت کی قابل اعتماد اور مثالی شرح ہے، جس میں بہت ہی سہل اور آسان انداز میں تمام مسائل سے بحث کی گئی ہے:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ علم حدیث میں جو مقام رکھتے ہیں، وہ اہل علم پر عیاں ہے، حضرت شیخ کی تصنیفات اور کتابوں کو اللہ

نے جو مقبولیت عطا فرمائی ہے، وہ اللہ کے مقبول بندوں کو ہی نصیب ہوتی ہے، اسی طرح حضرت شیخ کا درس بخاری بھی بہت ممتاز اور مقبول رہا ہے، حضرت شیخ کے بہت سے شاگردوں نے آپ کا درس نقل بھی کیا ہے، اور بعض نے آپ کے درس کو کتابی شکل میں بھی شائع کیا ہے، ان کی اپنی الگ الگ حیثیت ہے، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کا نقل کردہ درس ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' کے نام سے شائع ہوا ہے، وہ بہت ہی قابل اعتماد، ممتاز اور اردو زبان میں شروح حدیث میں بہترین شاہکار ہے، پھر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کی اپنی ایک بھاری بھرکم علمی اور روحانی مثالی شخصیت ہے، مولانا اپنے معمولات کے پابند، تواضع اور استغناء کی صفت سے متصف، بہترین منتظم و مدبر، ذاکر و شاغل، صاحب ذوق وکشف، عارف وولی اور صاحب معرفت وعلم ہیں، ان تمام صفات میں حضرت شیخ کے اعتماد نے ختام مسک لگادی، اور اس میں صاحب درس کی زندگی کا نچوڑ، ناقل درس کی مہارت اور استحضار اور ان کی گوناگوں خصوصیات نے مزید جلا بخشی اور اس کو چار چاند لگادیئے، کتاب اور شرح پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے، جو اہل علم حضرات مطالعہ اور علم حدیث کا ذوق رکھتے ہیں، ان کو اندازہ ہوگا کہ کس قدر خاصے کی چیز تیار ہوگئی۔

سراج القاری کی چوتھی جلد

چوتھی جلد میں پہلے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کا علمی شجرہ ہے، جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتا ہے، پھر حضرت مولانا طلحہ صاحب کاندھلوی صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث کے دعائیہ کلمات ہیں، اس کے بعد مولانا سالم صاحب قاسمی کا مقدمہ ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' محض بخاری شریف کی ایک شرح ہی نہیں ہے بلکہ اس میں اس بات کا حتی المقدور یہ

التزام کیا گیا ہے کہ برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کی درسی تقریر کے ساتھ ساتھ ان رموز واشارات کو بھی حل کیا جائے، جو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے دست مبارک سے اپنے زیر مطالعہ بخاری شریف پر تحریر فرمائے تھے، ان رموز واشارات کو پڑھنے اور حل کرنے میں نہایت عرق ریزی کرنی پڑتی ہے، اور بسا اوقات ایک ایک اشاریہ کے حل میں خاصہ وقت لگ جاتا ہے، اصحاب تحقیق وتخریج بخوبی جانتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔

اصل کتاب ''بقیہ کتاب الاذان'' سے شروع ہوتی ہے اور پھر کتاب الجمعہ، ابواب الصلاۃ، صلوۃ الخوف، کتاب العیدین، ابواب الوتر، ابواب الاستسقاء، ابواب الکسوف، ابواب سجود القرآن، ابواب تقصیر الصلاۃ، کتاب التہجد، ابواب التطوع، ابواب العمل فی الصلوۃ جیسے اہم عناوین ہیں، اور پوری جلد ۵۱۳/صفحات پر مشتمل ہے۔

سراج القاری کی پانچویں جلد

پانچویں جلد ۵۲۳/صفحات پر مشتمل ہے، جس میں پہلے مقدمہ، پھر کتاب الجنائز، کتاب الزکاۃ، صدقۃ الفطر، کتاب المناسک ہے، پانچوں جلدوں کی طباعت ممتاز، کاغذ غلیظ اور قیمتی، جلد خوبصورت، کتابت وطباعت بیروت کے انداز پر ہے، غرضیکہ ظاہری وباطنی حسن سے آراستہ وپیراستہ ہے، خدا کرے یہ سلسلہ جلد از جلد تکمیل کو پہنچے، امید ہے کہ پورا سلسلہ ۲۰/جلدوں پر مشتمل ہوگا، اللہ تعالی قبول فرمائے اور اہل ذوق حضرات کو خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

آٹھواں باب

علماء کرام کے تعزیتی خطوط

علماء کرام کے تعزیتی خطوط

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کی وفات پر بعض مؤقر حضرات علماء کرام کے تعزیتی خطوط بھی موصول ہوئے ،بعض مولانا مرحوم کے صاحبزادگان کے نام اور بعض مولانا کے برادر اصغر مولانا یوسف متالا صاحب کے نام، ان میں سے بعض اہم خطوط کو نقل کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا عبدالرشید صاحب وبرادران زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فون کے ذریعہ یہ رنجیدہ خبر ملی کہ آپ کے والد ماجد شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب اپنے مالک حقیقی کے پاس جانے کے لئے ہم سب کو اپنی صحبت سے محروم کرگئے، ان کی نیکیاں اور نصرت دین وعلم کے کام ایسے تھے کہ ملت کو کوان سے بہت فائدہ پہنچ رہا تھا، ان کے جانے سے بظاہر ان کاموں کا خسارہ ہوا، وہ تو آخرت کے لئے بہت توشہ لیکر گئے، اور ان کے پس ماندگان اور انکے قدرداں ان کے فیض سے محروم ہوگئے، لیکن یہ اور جو بھی نفع ونقصان پیش آنا ہے کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہوتا، اللہ رب العزت خالق کون ومکاں کی طرف سے پہلے ہی سے مقدر

130

ہوتا ہے، جس کو کوئی نہ ایک لمحہ کیلئے بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے، اس میں عام آدمی اور ولی دین سب کو سابقہ پڑتا ہے، اور اللہ رب العزت کے فیصلہ پر راضی ہونا ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اس میں ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ ان کے اختیار کردہ کاموں کو جاری رکھا جائے، انہوں نے جو مدارس قائم کئے، علم اور دعوت وتربیت کے جو کام اختیار کئے، ان کو قائم رکھا جائے، اور یہ کام آپ تینوں بھائیوں کے ذمہ آگیا ہے، اور آپ حضرات کی انہوں نے جو تربیت کی ہے، اس کی بنا پر امید ہے کہ آپ حضرات ان کو چلاتے رہیں گے، انا اللہ وانا اللہ راجعون" للّٰہ ما اعطی ولہ ما آخذ وکل شئی عندہ بأجل مسمیٰ"۔

میری طرف سے اس واقعہ پر دلی تعزیت قبول کیجئے، دعاء ہے کہ آپ حضرات اس واقعہ کو صبر ورضا بالقضاء کے جذبہ سے برداشت کریں گے۔ والسلام

عاجز

سید محمد رابع حسنی ندوی

۲۵/۱/۱۴۳۴ھ

حضرت مولانا تقی الدین مظاہری ندوی

بانی جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور، اعظم گڑھ

عزیز گرامی وعالم ربانی جناب محترم مولانا محمد یوسف صاحب متالا وعزیز گرامی عبدالحلیم سلمہٗ

وحضرات اعزہ کرام ومتعلقین ذوی الاحترام

وفقنا اللہ وإیاکم بالصبر الجمیل والأجر الجزیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حادثۂ جانکاہ یعنی رحلت شیخ المشائخ عزیز گرامی مولانا عبد الرحیم صاحب متالا نور اللہ مرقدہٗ کی خبر ۹؍دسمبر ۲۰۱۲ء کو بارہ بجے کے قریب ملی، اس قدر افسوس ہوا کہ اسے عرض نہیں کرسکتا، آپ حضرات کو جس قدر صدمہ ہو کم ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کے مدارج کو بلند فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے "إن لله ما أخذ ولہٗ ما أعطى، وكل عنده بأجل مسمى فلتصبر ولتحتسب" حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک بدوی بزرگ نے جو تعزیت پیش کی تھی وہ نقل کر رہا ہوں ؎

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَإِنَّمَا
صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرُ الرَّاسِ
خَيْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ أَجْرُكَ بَعْدَهٗ
وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِنْكَ لِلْعَبَّاسِ

یعنی حضرت عباسؓ کی وفات پر صبر کرنے پر آپ کو اجر ملے گا اور اجر یعنی خوشنودیٔ باری تعالیٰ حضرت عباسؓ کے آپ کے پاس رہنے سے بہتر ہے، دوسرے مصرع میں فرمایا کہ حضرت عباسؓ یہاں سے رخصت ہوکر عالم آخرت میں پہنچے، جہاں اُن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام واکرام ہو رہا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام آپ سے بہتر ہے، پہلے شعر کا ترجمہ: صبر کیجئے کہ ہم آپ کو دیکھ کر صبر کرنے والے تھے کہ اگر سردار ورہنما صبر کرے گا تو اس کو دیکھ کر رعایا بھی صبر کرے گی کہ آپ اپنے مریدین ومتعلقین کے لیے نمونہ ہیں: ؎

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

آہ! یہ ناچیز اس موقعہ پر ان اشعار کو نقل کر رہا ہے جو حاجی صاحب سید الطائفہؒ نے اپنے مرشد کے وصال پر پڑھے تھے: ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
مثل تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا
بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

والسلام
تقی الدین ندوی مظاہری

حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء وصدر جمعیۃ شباب الاسلام لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر عزیز مولانا عبد الرشید صاحب زید مجدہ
ناظم معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا، زامبیا

سلام مسنون! عظم اللہ اجرکم، آپ کے والد محترم حضرت مولانا عبد الرحیم مرحوم کے سانحہ وفات کی اجلاس ابنائے ندوۃ العلماء- جامعہ سید احمد شہید- کے دوران اطلاع ملی، بہت صدمہ ہوا، دعا کی اور دعا اجتماعی طور پر کرائی گئی۔

مرحوم بڑے صاحب فضل وکمال تھے، ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تو تھے ہی، ماشاء اللہ ایک بڑے مدرسہ کے بانی اور کتنے ہی اداروں، مساجد وغیرہ کے قیام کا ذریعہ بنے، یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے گا، ایسے حضرات قابل رشک ہیں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ترین جزائے خیر سے نوازے- آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید سلمان حسینی ندوی
۲۵؍۱؍۱۴۳۴ھ

حضرت مولانا محمد موسی ماکروڈ صاحب

مہتمم دارالعلوم مرکز اسلامی، انکلیشور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا دامت برکاتہم ودیگروپسماندگان، رشتہ داروا حباب:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا، بعدہ عرض اینکہ مؤرخہ ۲۵ر محرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار دوپہر بندہ کے کان سے ایک غم ناک ودل سوز خبر ٹکرائی کہ ’’حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب خلیفہ حضرت شیخ الحدیث‘‘ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ خبر سنتے ہی دل کو بڑا صدمہ ہوا اور بہت افسوس ہوا، بندہ نے بعد نماز فجر ذکر اللہ کی مجلس کے بعد مرحوم محترم کے لئے ایصال ثواب کیا اور دعاء مغفرت کروائی، چونکہ موت ایک اٹل فیصلہ ہے جس سے کسی کو جائے مفر نہیں، اللہ تعالی نے قرآن مقدس میں موت کے متعلق یہ اعلان فرمایا ہے:’’کل نفس ذائقة الموت‘‘ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا’’فإذا جاء اجلهم لایستأخرون ساعة ولایستقدمون‘‘ حتی کہ موت نے انبیاء ورسل کی مقدس جماعت کو بھی نہیں بخشا، یقیناً حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ہم تمام ہی لوگوں کیلئے باعث رنج والم ہی نہیں بلکہ ایک ناقابل تلافی سانحہ بھی ہے۔

حضرت مولانا کی ذات اقدس سے بندہ طالب علمی کے دور ہی سے واقف ہے کیونکہ جامعہ حسینیہ راندیر میں ۱۹۵۲ء میں داخل ہوا اور ۱۹۵۹ء میں فراغت ہوئی اور حضرت مرحوم ۱۹۵۵ء یا ۱۹۵۶ء میں داخل ہوئے تھے، جس کے لحاظ سے مرحوم بندہ

کے ہم زمان تھے، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سے بندہ کا والہانہ تعلق تھا، جب چیپاٹا زامبیا مرحوم کے دارالعلوم میں حاضری ہوئی تھی، توانہوں نے ایک دوست اور رفیق ہونے کے باوجود دوستوں جیسا برتاؤ نہ کرتے ہوئے بڑا اکرام واعزاز فرمایا تھا، نیز رمضان المبارک میں جب کینیڈا ٹورنٹو میں تراویح کے بعد ملاقات ہوتی تھی اور زمانہ طالب علمی کی یادیں تازہ ہوتی رہتی تھی لیکن افسوس صد افسوس کے وہ زمانہ کی عظیم شخصیت نہ رہی۔

مرحوم بڑے سخی دل، نیک طبیعت اور عبادت گزار، شب بیدار تھے، بندہ نے کبھی بھی کوئی کام انجام دینے کے لئے درخواست کی تو ہمیشہ بڑی خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے، علاوہ ازیں اللہ تعالی نے مرحوم کو ڈھیر ساری صلاحیتوں اور صفات حمیدہ سے بہرہ ور فرمایا تھا۔

بہر حال بندہ مع اہل وعیال اور تمام خدام مدرسہ رنج والم کی اس گھڑی میں آپ حضرات اور جمیع پسماندگان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، معاً بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالی مرحوم کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے اپنی شایان شان اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے، جنت الفردوس مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ فقط والسلام

۲ر صفر ۱۴۳۴ھ — موسی ماکروڈ

دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، بحمدللہ حضرت والا کی دعا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اور بارگاہ ایزدی میں حضرت کی خیر وعافیت کے لئے دست بدعا ہوں، اللہ تعالی آپ کو صحت کاملہ عطا فرما کر عمر دراز نصیب فرمائے اور آپ کے سایہ عاطفت کو اہل برطانیہ کے لئے خصوصاً اور امت مسلمہ کے لئے عموماً تادیر قائم رکھے۔ آمین

گزشتہ مہینہ میں آنجناب کے برادر محترم حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کے حادثہ جانکاہ کی خبر سنی: اناللہ وانا الیہ راجعون۔

"اَللّٰهُمَّ اجِرْنَا فِیْ مُصِیْبَتِنَا وَعَوِّضْنَا خَیْرًامِنْهَا، لِلّٰہِ مَااَخَذَ وَلَہٗ مَااَعْطیٰ وَکُلُّ شَیءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ، اَدْعُوْ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَنْ یَّرْزُقَکُمْ صَبْرًاجَمِیْلًا وَعَلیٰ مَافَقَدْتُمْ اَجْرًا عَظِیْماً وَجَزِیْلًا، اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَایَرْضیٰ رَبُّنَا"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ برادر محترم جیسی ایک بڑی نعمت سے محروم ہوگئے، برادر محترم کے سایہ عاطفت کا سر سے اٹھ جانا یقیناً آپ کے لئے نقصان عظیم ہے، ایسے نازک وافسوس ناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گزرنا ہے، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں، ارادہ تو یہی تھا کہ خود حاضر ہوکر تعزیت کروں، مگر آپ کی مشغولیتوں کو سامنے رکھ کر اور آپ کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ کی وفات کے وقت کئی مرتبہ کوشش کے باوجود ارباب دارالعلوم کی طرف سے کوئی ایسا وقت نہ دیا جاسکا کہ میں حاضر ہوتا، اس لئے عریضہ کو کافی سمجھتا ہوں، اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جو انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمائے تھے، نقل کرتا ہوں:

اِنِّی اُعَزِّیْکَ لَااَنِّی عَلیٰ طَمَعٍ ۞ مِنَ الْخُلُوْدِ وَلٰکِنْ سُنَّةَ الدِّیْنِ
فَمَاالْمُعَزِّیْ بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِہٖ ۞ وَلَاالْمُعَزّٰی وَاِنْ عَاشَ اِلیٰ حِیْنِ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں، مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا طریقہ ہے، نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگرچہ دونوں اجل مسمیٰ تک زندہ رہیں۔

آپ کو رنج ہوگا کیونکہ آپ برادر اکبر کی شفقت سے محروم ہوگئے، مگر مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔

خود بھی ایصال ثواب کیا اور مسجد میں بعد عشاء یٰسین شریف پڑھ کر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت ودعائے حصول درجات عالیہ کی گئی اور دوستوں ومصلیوں کو بھی ایصال ثواب ودعاء کی تاکید، اللہ تعالی مرحوم کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مرحوم کی دینی خدمات یقیناً ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں، خصوصاً ''معہد الرشید الاسلامی'' کا قیام، اسی طرح تلامذہ کی ایک معتد بہ جماعت، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ''لامع'' و''اوجز'' اور حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی ''بذل'' کی طباعت میں مرحوم کا خاصہ حصہ ہے، حضرت شیخ نے بذل کے آخر میں ان الفاظ سے خود اس کا اظہار بھی فرمایا: "وساعده فی ذلك العزيز الشيخ عبدالرحيم بن سليمان مطاره السورتی، والعزيز الاعز عبدالحفيظ بن ملك عبدالحق المكی، فجزاهم الله تعالی خيرالجزاء، وتقبل من الجميع وانعم عليهم بنعمته السابغة، وجعل لهم حظا وافرا من اجر المستفيدين من هذا النبع الفياض"۔ (بذل المجہود صفحہ ۶۶۶/جلد ۱۳/جدید)

''اوجز'' کی طباعت کے وقت مرحوم باوجود تمنا وچاہت کے کچھ عوارضات کی وجہ سے بیروت نہ جاسکے، بلکہ حضرت شیخ نے حکماً منع فرمادیا، مگر کئی مکتوبات میں لکھا کہ اوجز کی طباعت میں آپ بھی برابر شریک ہیں اور اوجز کے بالکل آخیر میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے خود اپنی تحریر میں اس کی صاف وضاحت فرمادی اور مرحوم کے لئے ''محسن کبیر'' اور ''مخلص دوست'' جیسے الفاظ استعمال فرما کر عزت بخشی اور تحریر فرمایا کہ: ''ویحزننی ان صدیقی المخلص المحسن الکبیر الشیخ عبدالرحیم مطاره الذی کان الساعد الأیمن والمساعد الخاص للعزیز عبدالحفیظ سلمه الله تعالی فی طبع جمیع کتبی علی الحروف الحدیدیة، لم یتمکن من المشارکة فی تکمیل طبع هذا الکتاب لاسباب قاسرة، وقدکان سلمه الله تعالی حریصا شدید الحرص علی الاسهام فی هذا العمل ایضا ولکنی منعته بشدة من التوجه الی بیروت للزوم وجوده فی وطنه وقد تکرر اصراره للرحیل الی بیروت واصررت علی المنع لما ذکر داعیا الباری الکریم ان یجعله شریکا مساویا فی اجر طبع هذا الکتاب وسیکون ان شاء الله له الحظ الوافر من الاجر، لان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ''من هم بحسنة فلم یعملها کتبها الله تبارک وتعالی عنده حسنة کاملة'' الحدیث متفق علیه (ریاض الصالحین صفحه ٨) وقد ثبت انه قال: ''ان اقواما خلفنا بالمدینة ماسلکنا وادیا الا وهم معنا حبسهم العذر'' الحدیث رواه البخاری، ولغیرها من الاحادیث الشریفة ارجومن فضل الله وکرمه ان یکون العزیز عبدالرحیم شریکا فی اجرالطباعة، منّ الله علیه بالعافیة فی بدنه واهله وذویه واکرمه برقی الدارین باحسانه واعلی مراتبه بکرمه، فان کتبی هذه ''کتب الحدیث

الشریف'' لم یکن اخواننا العرب یستطیعون الاسفادة منها مع شوقهم ورغبتهم فی ذلک لطباعتها الحجریة فحل العزیز عبدالحفیظ جزاه الله خیرا هذه العقدة واستمرالعزیز عبدالرحیم مساعدا دائما له فی ذلک، اکرمهما الباری برفع الدرجات وسهل بجهودهما الطیبة وسعیهما الجمیل طبع بقیة کتب الحدیث بالحروف الحدیدیة وماذلک علی الله الکریم''۔(اوجز)

اس کے علاوہ اپنے پیرومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی تقریر بخاری شریف کی ضخیم جلدیں (جس کی تقریباً پانچ جلدیں شائع ہوچکی ہیں، اگرچہ راقم کو ابھی تک باوجود کوشش کے دستیاب نہ ہوسکیں، انشاء اللہ موصول ہوں گی اور ملنے پر صرف الماری کی زینت ہی نہیں بلکہ استفادہ بھی کروں گا) ''سراج القاری'' کی ترتیب، اللہ کرے یہ سلسلہ اب حضرت والا کی توجہ سے تکمیل کے مراحل سے گزر کر امت کے ہاتھوں پہنچے، اب تک حضرت رحمہ اللہ کی تقریر بخاری مکمل شائع نہ ہوسکی، جن حضرات کی نظر سے وہ گزری ہیں وہی اس کی صحیح قدر پہچان سکتے ہیں، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے اپنے مخصوص ونرالے انداز کے وہ محاورات جیسے ''چکی کا پاٹ'' ''میرے نزدیک'' ''براعت اختتام'' اور ''میرے والد صاحب کی رائے'' وغیرہ میں جو علوم وجواہرات چھپے ہیں، وہ ''چھوٹے منہ بڑی بات'' بعض بڑی بڑی شروحات کے اوراق میں بھی نادارد، اہل نظر کے لئے اس قدر اشارات کافی ہیں۔

مرحوم حضرت شیخ رحمہ اللہ کے معتمد اور اخص الخاص لوگوں میں سے تھے، حضرت کی ڈاک جن جن خدام کے ذمہ رہی ان میں آپ کا شمار سرفہرست تھا، حضرت رحمہ اللہ کو بھی مرحوم کی وجہ سے ڈاک کی فکر گویا نہ ہونے کے درجہ میں تھی، یہی وجہ تھی

حضرت خود چاہتے تھے کہ مرحوم زیادہ میرے پاس رہے، بار بار ارشاد فرماتے ''ابے لونڈے گھر جا کر کیا کرے گا؟ پڑا رہ، ملازمت پھر زندگی بھر کرتے رہنا''۔

مرحوم کے حضرت سے رخصت ہونے کا وقت آتا تو فرماتے ''تیرے جانے کا بڑا قلق ہو رہا ہے، میری ڈاک کا کیا ہوگا؟ یہاں بطور جملہ معترضہ کے اس بات کا اظہار بھی مناسب ہے کہ ہمارے اکابر ومشائخ کو ڈاک کا کتنا اہتمام تھا، اب یہ حال ہے کہ علماء وبڑے حضرات سرسری ہی نہیں کام کے خطوط تک کے جواب سے پہلوتہی فرما رہے ہیں: "فالی اللہ المشتکی"۔

اخیر میں اس بدوی کے دو شعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سنائے تھے، ممکن ہے کہ آپ کے لئے یہ اشعار سامان تسلی بنیں۔

اِصبِر نَكُن بِكَ صَابِرِينَ فَاِنَّمَا ۞ صَبرُ الرَّعِيَّةِ بَعدَ صَبرِ الرَّأسِ

خَيرٌ مِّنَ العَبَّاسِ اَجرُكَ بَعدَهُ ۞ وَاللّٰهُ خَيرٌ مِّنكَ لِلعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔

فقط والسلام

کتبہ مرغوب احمد لاجپوری ڈیوبری

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری، مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہم

مولانا سلیمان بوڈیات صاحب مدظلہم، مولانا یوسف ماما صاحب مدظلہم

مولانا قاری محمد حنیف صاحب مدظلہم

135

حضرت مولانا مفتی عباس داؤد بسم اللہ صاحب

معین مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مخدومنا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا دامت برکاتہم

عافیت خواہ بعافیت ہے، اللہ کرے حضرت والا بعافیت ہوں، بقیۃ السلف حضرت شیخ الحدیث کے چہیتے شاگرد اور لاڈلے اور حضرت والا کے برادر بزرگ حضرت مولانا عبدالرحیم متالا رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ واسعہ کے انتقال پر ملال سے قلق ہوا، ان کی جدائی ووصال کا جو صدمہ آنجناب کو ہوگا، اس کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا، مرحوم اور حضرت والا دونوں بھائیوں پر حضرت شیخ الحدیث کی شفقتیں اور عنایتیں مکتوبات میں پڑھیں، اس سے دونوں بھائیوں کی محبت وانس کا تعلق اظہر من الشمس ہے، رسالہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میں ان کے خودنوشتہ حالات پڑھے، دل پر بڑا اثر ہوا، دل رو رہا ہے کہ یا اللہ ہم نے کیسا گوہر نایاب، باغ وبہار اور بھاری بھرکم شخصیت کو کھویا، حضرت شیخ الحدیث کی دعاء وتوجہ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

بندہ ان کی عنایت وشفقت بھول نہیں سکتا، گجرات کے آخری سفر میں انہوں نے اپنے دست مبارک سے ''سراج القاری'' جلد اول کا نسخہ عنایت فرمایا، اس مبارک عطیہ پر احقر کی درخواست پر بے تکلف دستخط فرما دے، ان کا یہ تحفہ زندگی بھر یادگار تحفہ رہے گا۔

انہوں نے ''سراج القاری لحل صحیح البخاری'' میں حضرت شیخ کی عبقریت اور حدیث میں ان کی مہارت وحذاقت کا باب کھول دیا ہے، اس کتاب کی خدمت کے ذریعہ سے اپنے محبوب شیخ کی خدمت کا حق ادا کرنا چاہا تھا لیکن:

اے بسا آرزو کہ خاک شد ۞ وکم حسرات فی بطون الارض

بہر حال برادر مرحوم نے جس علمی مآثر کی بنیاد رکھی تھی حق تعالی اس کی تکمیل فرمادے، آمین۔

احقر نے انتقال کے فوراً بعد ہی تعزیتی عریضہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا؛ لیکن امروز فردا میں ٹلتا رہا، تا آنکہ حضرت والا کی خواب میں زیارت ہوئی، اس خواب نے مہمیز کا کام دیا، خواب یہ ہے: ''بندہ آپ کے مکان پر حاضر ہوا، اور حضرت والا سے مصافحہ ومعانقہ کا شرف حاصل ہوا، اسی دوران تعزیتی الفاظ ''اعظم اللّٰہ اجرك وغفر لاخيك'' یا اس سے قریب الفاظ بندہ کی زبان سے نکلے''۔

خواب دیکھنے کے بعد تعزیت نامہ لکھنے کا پختہ ارادہ کرلیا، بندہ خواب کی اصل تعبیر سے بے بہرہ ہے، آپ جیسے صاحب دل راہ سلوک کی منازل کے سالک ہی صحیح تعبیر بتلا سکتے ہیں، مجھ جیسے ناواقف کے لئے زیادہ سے زیادہ گنجائش اس سلسلہ میں اگر کچھ پیدا ہوتی ہے، تو شاید یہ ہے کہ ''تعزیت کی جس تحریر کا ارادہ کیا ہے اس کو جلد عملی جامہ پہنادو''۔ واللہ اعلم

دلی دعا ہے کہ حق تعالی برادر مرحوم کو رضوان ورحمت کے عالی مقامات پر پہنچائے اور ان کی صالح ذریت کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔

'' اللّٰهم اغفرله، اللّٰهم ارحمه، اللّٰهم ارفع درجاته عندك في مقعد صدق يارب العالمين ''۔

حضرت مولانا محمود شبیر صاحب

جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ راندیر، سورت

مکرم اراکین معہد الرشید الاسلامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس خاکدان ارضی میں خالق کائنات نے روز اول سے بعض ایسی شخصیتوں کو وجود بخشا جو عالم اسلام کے لیے گراں قدر، قابل فخر اور بے مثال ثابت ہوئیں، انہیں عظیم المرتبت شخصیات میں سے ایک عبقری اور پیکر علم وعمل حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کی شخصیت ہے۔

مولانا کا شمار ان بزرگ ہستیوں میں ہوتا ہے جو صدیوں بعد منصۂ شہود پر نمایاں ہوتی ہیں، جن کے قدوم میمنت سے ایک عہد، ایک تاریخ مرتب ہوتی ہے، بلکہ ایک افق درخشندہ ہوتا ہے، حال میں مولانا کے دلدوز سانحہ ارتحال کی خبر سے صدمہ ہوا ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' مگر بقوائے امر خداوندی اس دار فانی میں کسی شی کو دوام وبقا نہیں جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا ''كل من عليها فان''۔

لیکن بعض نفوس قدسیہ کی رحلت ہزاروں کے قلوب کو سوگوار اور آنکھوں کو اشکبار کرجاتی ہیں، اور ان کا وصال عالم اسلام میں ایک خلا پیدا کرجاتا ہے، جس کا پر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے، انہی میں سے حضرت مولانا کی ذات گرامی ہے، جن کے انتقال سے عوام وخواص سبھی محزون ومغموم ہیں، لیکن رضا بالقضا کے سوا چارہ نہیں، خدا کے حکم کے آگے کسی کی چل نہیں سکتی، گھڑی موت کی جب آپہنچی تو ٹل نہیں سکتی۔

موصوف کا یہ سفر آخرت ''موت العالِم موت العالَم'' کا دل گداز نقشہ ہے، لہٰذا حادثہ فاجعہ سے ایک فرد ہی نہیں بلکہ سارا عالم سوگوار ہے، اہل ایمان کے دل ملول ہیں، قافلہ حق کے قلوب فگار ہیں۔

موت اس کی، کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کیلئے

ہم قلب مضطر کو بروئے حدیث ''كما تعيشون تموتون'' ان الفاظ سے تسکین دیتے ہیں کہ مولانا اس عالم فانی سے صلاح وفلاح واصل حبیب ہوئے اور عبد منیب

کوانابت الی اللہ کے ثمرات حاصل ہوئے، بقول خواجہ مجذوب:

روتے ہو تم فضول میاں ایسی موت پر
صدقے ہزاروں زندگیاں ایسی موت پر

مرحوم جامعہ حسینیہ کے ممتاز فضلاء اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کی تربیت سے آراستہ اور فیض صحبت سے پیراستہ تھے، ان کی ذات اس دور قحط الرجال میں سرمہ بصیرت اور علم وعمل کی سنگم تھی، ان کی زندگی کے تابندہ نقوش خلف کے لئے مشعل راہ اور دعوت عمل ہیں۔

رہنما ہم سے چھوٹ گیا ہے مگر ❁ جادۂ رہنما تو باقی ہے

جامعہ میں تعزیتی مجلس منعقد ہوئی، بعد قرآن خوانی ایصال ثواب دعاء مغفرت ورفع درجات کا اہتمام کیا گیا، مرحوم کو رحمٰن غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور امت کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

رجوع الی اللہ کی پاکیزہ گھڑیوں میں ہم بھی آپ کی مقبول ادعیہ میں حصہ دار بننے کی متمنی ہیں۔ فقط والسلام

سوگوار

محمود شبیر غفرلہ ۲۲/دسمبر ۲۰۱۲ء

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی

خادم مجلس دعوت الحق لیسٹر، یو، کے

عزیزان گرامی قدر مولانا عبدالرشید ومولانا عبدالحلیم وجملہ اہل خانہ ادامکم اللہ بالعافیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! عرض اینکہ احقر مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہیں آپ کے والد مرحوم (حضرت مولانا عبدالرحیم متالا) کے انتقال پر ملال کی اطلاع ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون، سن کر سخت رنج وصدمہ ہوا، اسی وقت دعا مغفرت کی اور ایصال ثواب کیا، آپ حضرات کی یاد آئی اور یہ عریضہ تحریر کرنے بیٹھ گیا۔

اللہ تعالی والد مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور زندگی بھر کی تمام حسنات کو قبول فرمائے، مرحوم آپ جیسی سعید اولاد کو نعم الخلف بنا گئے، جو انشاء اللہ اولاد صالح ''یدعولہ'' کا مصداق ہے، نیز معہد الرشید الاسلامی جیسی یادگار چھوڑ گئے، جس کا فیض انشاء اللہ تاقیام قیامت جاری رہے گا، اور اس کا پھل والد صاحب کو پہنچتا رہے گا، ان کے وجود سے ایک بہت بڑا حلقہ مستفید ہو رہا تھا، وہ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مہاجر مدنی کے محبوب ومقرب خلفاء میں سے تھے، اور بہت سے دینی کام کر گئے، اب تو ہم ان کے حق میں دعا مغفرت ہی کر سکتے ہیں، اور آپ حضرات والد صاحب کے بنائے ہوئے گلشن کو ترقی دینے میں خوب خوب ہمت فرمائیں، یہی ان کے اور آپ کے کام آئے گا۔

اللہ تعالی آپ تمام حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے اور دینی کاموں سے وابستہ رکھے، ان چند کلمات سے میں آپ کو تعزیت کرتا ہوں، مجھے بھی آپ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

محمد ایوب سورتی عفی اللہ عنہ
خادم مجلس دعوۃ الحق، لیسٹر، یوکے

حضرت مولانا محمد ارشد صاحب

نائب مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت

محترم حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ کہ والد محترم خلیفہ اجل محترم حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کے انتقال کی افسوس ناک اطلاع موصول ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ الحدیث صاحب کا آپ کے والد محترم پر اعتماد سے تو پورا عالم واقف ہے، نیز اللہ پاک نے آپ کے والد محترم سے علم دین اور ارشاد وسلوک کا فیض عام فرمایا، اللہ پاک قبول فرمائے، اور مرحوم کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے، آمین

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے، چمن میں دیدہ ور پیدا

یہاں تعزیتی اجلاس میں قرآن خوانی کے بعد مرحوم کیلئے ایصال ثواب ودعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی ہے۔

اللہ پاک مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین

آپ خود بھی صبر فرمائیں اور ہماری طرف سے اپنے بھائی بہنوں کو صبر کی تلقین اور تعزیت فرمائیں، ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں، اپنی مستجاب دعاؤں میں ضرور فلاح دارین وخدام فلاح دارین کو یاد فرماتے رہیں۔ فقط والسلام

محمد ارشد عفی عنہ
نائب مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر
۱۸؍دسمبر ۲۰۱۲ء

حضرت الحاج عتیق احمد صاحب

ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، سہارنپور

مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالرشید صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا عبدالرحیم متالا خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مقیم زامبیا کے انتقال کی خبر موصول ہوئی، یہ خبر جملہ اہل تعلق بالخصوص علمی حلقوں کے لئے نہایت افسوسناک خبر تھی لیکن وقت موعود پر ہر شخص کو موت سے دوچار ہونا ہے، اللہ تعالی مرحوم کی پوری پوری مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلی ترین مقام عطا فرمائے۔ آمین

ملک وبیرون ملک آپ کی اہم دینی خدمات کا سلسلہ نہایت وسیع رہا ہے، اللہ تعالی انہیں ان کی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے، آپ مادر علمی مظاہر علوم اور اکابرین مظاہر علوم سے خصوصی تعلق اور ربط رکھتے تھے۔

حضرت اقدس الحاج مفتی عبدالقیوم صاحب مدظلہ العالی عرصہ دراز سے جذب واستغراق کی کیفیت میں رہتے ہیں، حضرت مفتی صاحب مدظلہ سے بھی حضرت مرحوم کا خصوصی تعلق تھا، حضرت والا کی خدمت میں دعا کی درخواست کے ساتھ خبر پہنچادی گئی ہے، آپ بھی حضرت کی صحت وعافیت کیلئے دعا فرمائیں۔ والسلام

عتیق احمد
ناظم مدرسہ فیض ہدایت
درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور
۲۶؍۱؍۱۴۳۴ھ

محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا عبدالرشید صاحب

ومولانا عبدالحلیم صاحب ومولانا عبدالرؤف صاحب معہد الرشید الاسلامی چپاٹا، زامبیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ! الحمدللہ ہر طرح عافیت ہے، خدا کرے مزاج سامی بھی بعافیت تمام ہوں۔

بذریعہ فون معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا بانی ومہتمم وشیخ الحدیث معہد الرشید الاسلامی چپاٹا خلیفہ وخادم خاص حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ کا ۹؍دسمبر کی صبح انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک دم یقین بھی نہیں آیا مگر حضرت انسان کی حقیقت ہی کیا ہے، پانی کے بلبلہ کی طرح، اس لیے یقین کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا، ان کے انتقال سے جہاں معہد الرشید الاسلامی اور ان کے اہل خانہ سوگوار ہیں، وہیں ان کے اہل تعلق بھی برابر غم میں شریک ہیں، ہمارے یہاں مدرسہ میں بھی ان کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے دعاؤں کا اہتمام کرایا گیا، چونکہ حضرت مولانا ہمارا اور ہمارے مدرسہ کا خاص خیال رکھتے تھے، اس لئے تمام اراکین مدرسہ واساتذہ آپ کے غم میں برابر شریک ہیں اور اس موقع پر حدیث کے الفاظ میں آپ کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں "ان للہ مااعطی ولہ مأاخذ و کل شئ عندہ بأجل مسمّی" اس لیے صبر وتوکل ہی مسلمان کا شعار ہے۔

اللہ تعالی حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی صفات وخصوصیات کو

اپنانے کی توفیق وہمت عطا فرمائے، ان شاء اللہ اپنے ماہنامہ "نقوش اسلام" کا آئندہ جنوری/فروری کا شمارہ حضرت مولانا کے حالات پر خصوصی نمبر ہوگا، اس نامہ سیاہ کے لیے بھی دنیا وآخرت کی فلاح وبھلائی کی دعا فرمائیں۔ والسلام

آپ کا شریک غم

۲۰۱۲/۱۲/۱۲ء　　محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

جناب الحاج محمد خالد منیار صاحب سورت گجرات

سب سے پہلے اللہ تعالی کی تعریف بیان کرتا ہوں اور صلوۃ وسلام ہو اللہ تعالی کے نبی پاک خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

"انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرامنھا

آخرت ہمارا اصلی وطن ہے، اور وطن پہنچنے کا ہر دل میں شوق ہونا چاہئے کہ جلد از جلد میں وطن پہنچ جاؤں، لیکن آخرت کو ہماری غفلتوں نے بھلا دیا ہے، دنیا رنج وتکلیف کا گھر ہے، وہ کون سا دن ہوگا کہ وطن اصلی یعنی آخرت کی جدائی کے دن ختم ہوں گے اور رحمت کے فرشتے مجھے لینے آئیں گے۔

اور موت سے پہلے کوئی حادثہ کوئی بیماری ہونی ہوگی، تو اس سے میرے گناہ معاف ہو جائیں گے، اور پاک صاف ہو جاؤں گا، اور پھر دم نکلنے کے وقت فرشتوں سے وہ خوش خبریاں سنوں گا جو کتابوں میں قرآن وحدیث کے حوالے سے لکھی ہیں، اور یوں عزت وآبرو کے ساتھ مجھ کو فرشتے لے جائیں گے، پھر قبر میں بہت اچھی اچھی باتیں دیکھوں گا اور مجھ سے پہلے جو لوگ جا چکے ہیں ان بزرگوں کی اور اپنے

رشتہ داروں اور دوستوں کی روحوں سے ملاقات ہوگی اور یوں جنت میں سیر کرتا پھروں گا، میرے بعد میں مسلمان مرد یا عورت نے میرے لئے دعا کردی تو ان دعاؤں کی برکت سے ان نعمتوں میں اور بھی ترقی ہوگی، پھر قیامت میں کیسی آسانی اور آرام ہوگا اور پھر جنت میں ایسی ایسی ظاہری اور باطنی لذتیں ہوں گی کہ جس کو نہ کسی نے آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ جس کا واہمہ بھی کسی کے قلب ودماغ میں کبھی آیا، فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی زندگی کو محبوب رکھتا ہے، حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے، ایک بزرگ سعید بن عبدالعزیز کو کسی نے دعا دی کہ خدا تم کو تادیر سلامت رکھے تو انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اللہ تعالی مجھ کو جلدی اپنی رحمت میں بلالے، ایک اور اللہ والے نے کہا کہ اگر مجھ کو ایک تو یہ اختیار دیا جائے کہ تمام دنیا مل جائے جب سے میں پیدا ہوا ہوں، اس طرح پر کہ میں حلال طور پر عیش کروں اور پھر قیامت میں باز پرس بھی نہ ہو، اور ایک یہ اختیار دیا جائے کہ اسی وقت میرا دم نکل جائے تو میں اس کو ترجیح دوں گا کہ میرا دم اسی وقت نکل جائے، اللہ تعالی مرحوم کو اپنی بیش از بیش مغفرت اور رحمت سے نوازے اور ان کی بیوی بچوں اور سب متعلقین کو صبر اور رضا بالقضا عنایت فرمائے اور ہر طرح کی مکروہات سے سب کی حفاظت فرمائے، آمین فنا ہر ایک کے لئے ہے اور بقا صرف پروردگار ذی الجلال والاکرام کو ہے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

اگر دنیا کسی کے ساتھ ہمیشہ رہتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے، اس لئے موت پر صبر کرنا چاہئے کہ خلود حاصل کرنا کسی کے بس میں نہیں، کسی نے بہت اچھا کہا ہے کہ رونا چاہو تو رولو مگر آنکھ سے روؤ، زبان سے مت روؤ، یعنی کوئی ایسی بات

نہ کہو، جس سے معلوم ہو کہ تم اللہ کے فیصلے سے راضی نہیں ہو، اللہ کو آنسو کا وہ قطرہ بہت محبوب ہے جو اس کی یاد میں نکلے، آنسو کا ایک قطرہ پورے دریا سے زیادہ وسیع اور سمندر سے زیادہ گہرا ہوتا ہے، اللہ تعالی مرحوم کے درجات کو بلند سے بلند تر بنائے ۔آمین

اللہ نظر بد سے حفاظت میں رکھے سدا
جو کچھ بچا ہے اس کو سلامت رکھے سدا
نہ ساقی ہے نہ میخانہ نہ محفل ہے نہ پیمانہ
بہاریں لٹ گئیں ساری فقط باقی ہے افسانہ
کہاں جائیں کدھر ڈھونڈیں کہاں دیکھیں کدھر پوچھیں
نہیں سنتا کوئی فریاد اپنا ہو کہ بیگانہ
موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

قرآن کہتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے، اللہ کے راستے میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس زندہ ہونے کا مطلب سمجھ نہ پاؤ گے، تم تو بس کہو انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

مالک لوح وقلم مرحوم کو کروٹ کروٹ سکون اور جنت الفردوس تحریر فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آخرت کی تیاری کی توفیق عنایت فرمائے آمین، اللہ تعالی مرحوم کو انبیاء اور صحابہ کرام اور صلحاء کے پڑوس میں جگہ نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جانے والوں کے لئے ایصال ثواب برابر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے "اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم واکرم نزلھم" بیوی اور بھائی بہن اور اولاد کے لئے ایسا حادثہ بہت سخت ہوتا ہے، لیکن خوشخبری یہ ہے کہ دنیا بھر میں ان کے لئے دعائیں ہورہی ہیں اور بڑے بڑے اللہ والے دعائیں کررہے ہیں۔

تمنا تو یہ تھی کہ وہ ساحل پر ہوتے اور
کشتی میری ڈوبتی رہتی
شکوہ نہیں کرتے ہم فریاد نہیں کرتے
کیا دل پہ گزرتی ہے ارشاد نہیں کرتے
غم آپ کی جدائی کا کم ہوگا نہ اب خالد
یہ دولت لافانی برباد نہیں کرتے
زمیں کا سینہ شق ہے آج یارب کس کے ماتم میں
فلک برس رہا ہے اشک خوں کس ذات کے غم میں
ابھی تم تھے مگر اب تم نہیں ہو
تو پھر کس طرح یہ دل کو یقیں ہو
خدا آغوش رحمت میں جگہ دے
کرم اللہ کا تم سے قریں ہو
صدائے مغفرت آئی زباں پر
مبارک تم کو فردوس بریں ہو
بھائی یوسف گو تیرے دل کے زخم ذاتی ہیں
ان کی ٹیسیں تو کائناتی ہیں

ملنا بچھڑنا جسموں کا تو حادثات لمحاتی ہے
پھر ملیں گے جنت میں انشاء اللہ
لوٹ کر آ گئے پرندے سب
اک مسافر مگر نہیں آیا
اس مسافر نے سچ کر کر دکھایا:
میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی
جی کے سب دنیا میں مرتے ہیں
تو نے مر کے جینا سکھا دیا
موت اس کی ہے کرے جس کو زمانہ یاد
یوں تو آتے ہیں یہاں سب ہی مرنے کیلئے
تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے
تیری شہادت سے اس بات کا کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا، اسے جینا نہیں آیا
شہادت میں کیسی لذت ہے
جینے والے اسے کیا جانیں
ایک ہی کام سب کو کرنا ہے
یعنی جینا ہے اور مرنا ہے
رہ گئی بات رنج و راحت کی
یہ فقط وقت کا گزرنا ہے

نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا ہے:

یہاں ایسے رہے کہ ویسے رہے
دیکھنا ہے کہ وہاں کیسے رہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تیرے دیار میں جو جاں نثار بیٹھے ہیں
بہت اداس بہت سوگوار بیٹھے ہیں

تیری جدائی سے ٹوٹا ہے ان پہ غم کا پہاڑ
تڑپ رہے ہیں بہت دل فگار بیٹھے ہیں

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

تو ہر مصیبت پر صبر کر اور بہادر بن جا، بے شک آدمی ہمیشہ رہنے والا نہیں اور تو صبر کر جیسا بزرگوں نے صبر کیا، جب تجھ پر ایسی مصیبت آئے، جس کی وجہ سے منہ کھلا کا کھلا رہ جائے، تو یاد کر اس مصیبت کو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پیش آئی تھی۔

نہ سمجھے تھے کہ اس جانِ عزیز اس سے یوں جدا ہوں گے
یہ سنتے گو چلے آئے تھے اک دن جاں جانی ہے

موت کو سمجھا ہے نادان اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

جس دن سے جدا وہ ہم سے ہوئے
اس دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا

ہے چاند کا منہ اترا اترا
تاروں نے چمکنا چھوڑ دیا

وہ پاس ہمارے ہوتے تھے
بے رت بھی بہار آ جاتی تھی

اب لاکھ بہاریں آئیں بھی
تو دل نے مہکنا چھوڑ دیا

روتے ہو تم فضول میاں ایسی موت پر
صدقے ہزار زندگیاں ایسی موت پر

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں
وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

انہوں نے یہ سنا ہوگا کہ ”یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ ان مرحوم نے یہ شاید پڑھا ہوگا ”وفی ذلك فلیتنافس المتنافسون“ یا یہ آیت پڑھی ہوگی ”یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین“ یا یہ کہا ہوگا کیسا اچھا مہمان آیا ہے میں تو اس کے انتظار میں تھا اور منکر نکیر نے پوچھا ہوگا، کہ او! عبدالرحیم کیا لائے ہو تو انہوں نے جواب دیا ہوگا کہ جب کوئی بادشاہ کے دربار میں آتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ کیا لائے ہو بلکہ یوں پوچھتے ہیں کہ کیا لینے آئے ہو، پھر انہوں نے پوچھا ہوگا (یعنی فرشتوں نے) من ربک (تیرا رب کون ہے) تو انہوں نے جواب دیا ہوگا کہ میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، پھر وہ فرشتے شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے ہوں گے، اگر کوئی ان کو خواب میں دیکھے اور ان سے پوچھا جاوے کہ کیا حال ہے، تو یہ جواب ملے کہ

تمہاری سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے نجات مل گئی، ارے جناب، دن گنے جاتے تھے اسی دن کے لئے:

لطف مئے تجھ سے کیا کہوں اے دوست
ہائے مسلم تو نے پی ہی نہیں

یہ مئے شراب نہیں مئے وصال ہے
مئے وصال دوست اصلی

خدا کی راہ میں مٹ جا خدا کے نام پر بک جا
یہی ایسی تجارت ہے جس کو بے خطر پایا

بہت کم ہیں وہ لوگ جو خدا کے ساتھ ہیں حالاں کہ خدا سب کے ساتھ ہے۔

عام حالت میں بسر کی زندگی تو نے تو کیا
کچھ تو کر ایسا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

زمین کی طرح جس نے عاجزی وانکساری کی
خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسماں ہو کر

ان کے آخری حالات جب معلوم ہوئے تو مجھے یہ یاد آیا:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سمجھ میں نہیں آتا کہ تعزیت کی جائے یا مبارک بادی اور تہنیت پیش کی جائے۔
موت کے میدان میں صبر کے سوا چارہ نہیں، اس لئے کہ ابدی زندگی کسی کے اختیار میں نہیں، مرنے والا یہ کہہ کر چل دیتا ہے:

آ پڑے تھے مثل شبنم سیر گلشن کر چلے
دیکھ مالی باغ اپنا ہم تو اپنے گھر چلے

مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کی ایسی مبارک اللہ تعالی کی راہ میں آنے والی موت پر ہمارا تو دل کہتا ہے کہ او! دور کے مسافر ہم کو بھی ساتھ لے لے۔

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

عمر جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی جاتی ہے
سانس جو بھی آتا ہے لاش بن کے جاتا ہے

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عدم کے رہنے والوں آنے والے ہیں وہیں ہم بھی
ہمارا راستہ منزل بہ منزل دیکھتے جاؤ

لوگ کہتے ہیں مر گیا بندہ رحیم
سچ تو یہ ہے کہ گھر گیا بندہ رحیم

رحیم بوزن فعیل مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے، رحیم، مرحوم۔
علم کے لئے اپنے وطن کو چھوڑنے والا بھی اللہ کے راستے میں ہے، اس لئے مولانا مرحوم کی موت بھی اللہ کے راستے ہی کی موت ہے۔

والسلام
محمد خالد منیار

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

چند اہم تصانیف

سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کی مختصر جھلک اور آپؐ کی پاکیزہ زندگی کے چند نمایاں پہلو امت کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کتاب مختصر مگر ضروری واہم معلومات پر مشتمل ہے، جس میں ۴۸/صفحات ہیں، قیمت صرف ۲۰/روپئے ہے۔

حیات عبدالرشیدؒ

یہ مغربی یوپی کی مشہور شخصیت، داعی الی اللہ، ناشر رشد وہدایت حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ) کی سوانح حیات ہے، جس میں حضرت حافظ صاحب کی زندگی کے حالات، دعوتی اسفار، صفات وکمالات، اصلاحی کارنامے، مدارس ومساجد کا قیام، واقعات وکرامات، ارشادات وملفوظات، عملیات ومجربات جیسے عناوین شامل ہیں، دعوتی کام کرنے والوں کیلئے خاصے کی چیز ہے، ۳۳۴/صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت صرف ۲۰۰/روپئے ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

یہ کتاب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے حالات زندگی اور ان کی دعوتی واصلاحی خدمات اور مدارس ومساجد کے قیام، خصوصیات وملفوظات اور مکتوبات، معاصر مشائخ وخلفاء کے حالات پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، جو پہلی بار منظر عام پر آئی ہے، ۳۶۰/صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت صرف ۲۰۰/روپئے ہے۔

سیرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ

یہ کتاب شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کی سوانح حیات ہے، جس میں ان کے خاندانی وآبائی بزرگوں کے حالات، ان کی تعلیم وتربیت، ان کے علمی کارنامے، ان کا تعلیمی وتربیتی طریقہ کار، خصوصیات وجذبات، ان کے معاصر مشائخ، ان کے مخصوص تلامذہ اور ان کے باقیات الصالحات کے تفصیلی حالات ہیں، یہ کتاب ۳۱۲/صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت ۱۰۰/روپئے ہے۔

میری والدہ مرحومہ

اس کتاب میں راقم کی والدہ مرحومہ کی زندگی کے نقوش ومعمولات اور راقم کی تربیت کے واقعات، ان کی اولاد اور اہل تعلق کے تأثرات وجذبات اور حضرات علماء کرام کے تعزیتی خطوط ہیں، یہ کتاب ۸۶/صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت صرف ۲۰/روپئے ہے۔

مختصر تجوید القرآن

یہ کتاب تجوید پڑھنے والے طلبہ کیلئے نہایت آسان اور مفید ہے، جو ہندوستان وپاکستان کے تجوید وقرأت کے بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے، اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، اکابر کی پسندیدہ کتاب ہے، ۶۴/صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت ۱۰/روپئے ہے۔

افکار دل

اس کتاب میں ۳۰/انمول تقریریں ہیں، جن کو پڑھ کر اور سن کر انسان اپنی زندگی میں تبدیلی لاسکتا ہے، موجودہ حالات کے تناظر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں زندگی میں جلا بخشنے والے روح پرور مضامین ہیں، جن سے زندگی میں تازگی اور سرور محسوس ہوتا ہے، کتاب ۴۶۰/صفحات پر مشتمل ہے، جس قیمت صرف ۲۰۰/روپئے ہے۔

مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ

خوابیدہ ماحول اور رواواہی کے اس دور میں بلاکم وکاست اور بلاکسی رورعایت کے مدارس اسلامیہ کی تعلیم وتربیت، علماء اور ائمہ اور مبلغین کے فرائض کی ادائیگی میں پیدا شدہ غفلتوں پر اس کتاب کا ہر مضمون نصیحت آمیز تازیانہ اور ایک خوشبو دار کنول کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس پرفتن دور میں کھل کر آیا ہے، بلاشبہ مدارس، مکاتب، مساجد ومراکز کے نظام اور ماحول میں اس کتاب کے مطالعہ سے بہتری اور عمدگی لائی جاسکتی ہے، کتاب کی ضخامت ۱۲۰/صفحات اور قیمت صرف ۳۰/روپئے ہے۔

رہنمائے سلوک وطریقت

یہ کتاب سلوک وطریقت کے سالکین کے لئے بہت مفید ہے، جس میں تصوف اور اس کی اصل، اللہ والوں سے تعلق اور سلوک وطریقت کے اصول اور اخلاق حمیدہ واخلاق رذیلہ اور سلاسل اربعہ کی خصوصیات وتعلیمات پر سیر حاصل بحث کی ہے، ۶۴/صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۱۵/روپئے ہے۔

چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (دوسرا ایڈیشن)

اس کتاب میں انیس بزرگوں کے حالات ہیں جن کی زندگیاں علمی ودینی خدمات میں گزری ہیں، اور جن کی زندگی کے حالات پڑھ کر خود اپنی زندگی کو قابل تقلید بنایا جاسکتا ہے، یہ کتاب ۲۵۶/صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت ۷۰/روپئے ہے۔

مقالات ومشاہدات

اس کتاب میں ۲۷/مضامین شامل ہیں، جو مختلف وقتوں میں لکھے گئے تھے، جن میں مصنف نے اپنی دینی واصلاحی فکر کو دعوتی اور ادبی انداز میں پیش کیا ہے، یہ ایک اچھا علمی اور ادبی تحفہ ہے، اس کتاب میں ۲۴۸/صفحات ہیں جس کی قیمت ۶۰/روپئے ہے۔

مکتوبات اکابر

سماجی اور دینی تعلقات کی صورت میں ایک کو دوسرے سے ملاقات کرنے اور زندگی کے انفرادی یا دینی معاملات میں مشورہ کرنے اور مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ایک انسانی اور اہم ضرورت ہے، خط لکھنے والے ادیب ہوتے ہیں تو ان کے خطوط سے ادبی فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے، یہ ادب میں اس کی ایک قسم قرار پائی ہے، اس کتاب میں قریب کے زمانے کے ۲۰/بزرگوں کے خطوط ہیں، اس لئے یہ کتاب اکابرین کی دعاؤں کا بہترین مجموعہ ہے، جس کی قیمت صرف ۵۰/روپئے ہے، یہ کتاب ۱۴۸/صفحات پر مشتمل ہے۔

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، ضلع سہارنپور (یوپی)

Mob. 09719831058

E-mail: masood_azizinadwi@yahoo.co.in